عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث-1

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درس حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب وکاوش
مجلس تحقیقات اسلامیہ
زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ
رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513-519240 ✆
Email:Taluefat@mul.wol.net.pk//Website: www.taleefat-e-ashrafia.co

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

لا اله الا الله محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

نام کتاب............ درس حدیث تاریخ اشاعت.........رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
ناشر...... اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان طباعت.............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے
ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

عرض مرتب

اللہ کے فضل و کرم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث (عام فہم تشریح کیساتھ) کے سلسلہ کی پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔ حضرات محدثین سے لیکر عام صالحین نے ہر دور میں اس کے تقاضوں کے مطابق احادیث جمع کرنے کا مبارک کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے اس دور میں بھی علماء حق کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے ان مبارک احادیث کو جو عربی زبان میں بڑی بڑی کتب میں موجود تھیں انہیں اردو ترجمہ سے آراستہ کر کے عوام الناس کیلئے ایک عظیم ذخیرہ احادیث مختلف کتب کی شکل میں مرتب فرما دیا جس سے عربی سے ناواقف حضرات کی احادیث مبارکہ تک رسائی آسان ہو گئی۔

مجلس تحقیقات اسلامیہ جو درج ذیل علماء کرام پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم .... حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہٗ .... حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ .... حضرت مولانا زاہد محمود صاحب مدظلہٗ العالی .... مولانا حبیب الرحمٰن سلمہٗ الرحمٰن

اس مجلسؔ نے جب عام فہم درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو بفضل اللہ تعالیٰ سوچ سے بڑھ کر عوام میں اس کی مقبولیت ہوئی جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ دس پندرہ منٹ کے مختصر درس میں قارئین کو مکمل تیار شدہ درس میسر ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث لازم و ملزوم ہیں اس لئے "درس قرآن" کے عظیم سلسلہ کی تیاری کے دوران من جانب اللہ درس حدیث کا بھی داعیہ پیدا ہوا۔ جسے اکابر بزرگان دین اور علماء کرام نے اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے تحریک میں تبدیل فرما دیا۔ اور یوں درس حدیث کے مبارک سلسلہ پر کام شروع کر دیا گیا۔

چونکہ یہ درس حدیث عوام الناس کی دینی ضروریات اور عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے اسلئے اسکی ترتیب کتب فقہ کے مطابق رکھی گئی ہے۔ اور درس حدیث کی یہ پہلی جلد طہارۃ - وضو - غسل - نماز - مسجد - جمعہ و عیدین اور نماز کے خشوع خضوع سے متعلق ضروری تفصیلات پر مشتمل ہے۔ ہر درس میں اس بات کا اہتمام رکھا گیا ہے کہ درج شدہ کوئی بھی حدیث بغیر حوالہ کے نہ ہو۔

قارئین کی تسکین کیلئے اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس مجموعہ احادیث میں درج ذیل کتب سے انتخاب و اقتباس کیا گیا ہے۔

۱- فضائل اعمال (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ)
۲- البشیر والنذیر (حافظ عبدالعظیم المنذری رحمہ اللہ)
۳- اصلاحی خطبات (شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ)
۴- فقہی رسائل (حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہٗ)
۵- اصلاحی مضامین (حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ)
۶- معارف الحدیث (مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ)

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سب سے بڑے محسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کی ذات

مبارکہ سے محبت کی جائے اور اسی محبت کا تقاضا ہے کہ آپکے نام نامی کے ساتھ درود شریف کا التزام کیا جائے یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں حضرات محدثین نے اس چیز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" ضرور لکھا ہے۔

ہمارے قریبی بزرگوں میں سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجموعہ احادیث صرف اس مبارک نیت سے تالیف فرمایا تھا کہ اس میں درج احادیث میں جگہ جگہ "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنے سے اللہ کی رحمتوں سے اپنا دامن بھر لیا جائے۔

اسی نیت کے پیش نظر اس درس حدیث میں مکمل مختصر درود شریف کا التزام کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کے ساتھ مکمل رضی اللہ عنہ بھی لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اکثر جگہوں پر بھی درود شریف (خوبصورت جلی کتابت کے ساتھ) لگا دیئے ہیں جن کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کے اضافہ کیلئے نسخہ اکسیر ہے۔

ہر درس کے آخر میں دعائیہ کلمات دیئے گئے ہیں اور اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ ہم اس درس کو مسجد، مدرسہ، دفتر وغیرہ کسی بھی جگہ سنیں اور سنائیں تو غور و فکر اور عمل کی نیت سے سنیں اور پھر گھر میں، اپنے دوست احباب میں اس درس سے حاصل شدہ علم کی تبلیغ محبت و حکمت سے ضرور کریں۔ اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے کہ ہم دین کی باتیں سننے کے بعد گھر میں جا کر ان کا مذاکرہ نہیں کرتے۔

یاد رکھئے! جس طرح اہل و عیال کی دنیوی راحت و آرام کا ہم خیال رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری ان کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے اپنے گھروں میں بھی احادیث مبارکہ پر مشتمل اس درس کا روزانہ اہتمام کیا جائے۔ اور دنیا کی عظیم ترین ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کو سن کر اپنایا جائے جن کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہیچ ہے۔ اس لئے ان مبارک فرامین سے اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے دامن کو سجانے کی کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے کی ضرورت ہے تا کہ ان کے دل و دماغ کی سفید لوح پر اسلامی تاریخ کے درخشندہ ابواب نقش ہو جائیں اور یہی بچے مستقبل میں اچھے مسلمان ثابت ہوں۔

عصر حاضر میں جبکہ ہم مسلمان ہر طرف سے مغلوبیت کے شکار ہیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی اقدار کی طرف لوٹیں شریعت پر عمل کر کے اپنا تعلق اللہ وحدہٗ لاشریک سے مضبوط کریں کہ وہی غالب ہے اور اسی سے تعلق کی برکت سے ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔ بقول شخصے عبادات میں ہمارا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اعمال میں ہمارا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آیئے! ان مبارک احادیث کے مطالعہ اپنی عبادات اور اعمال دونوں کا قبلہ سنواریں اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے، جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات' نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

طہارت کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ. قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طُرُقِ النَّاسِ، أَوْفِي ظِلِّهِمْ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لعنت وملامت کا سبب بننے والے دو کاموں سے بچو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ دو کام کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں یا ان کی سایہ دار جگہ میں قضاء حاجت کرے (مسلم ابوداؤد وغیرہما)

طہارت کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوت، قرآن اور طواف کعبہ جیسی عبادات کے لئے لازمی شرط ہے، بلکہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

"کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ فلاح وسعادت جس شاہراہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس ان چار اصولی عنوانوں کے تحت آتے ہیں۔ جن میں پہلا اصول طہارت ہے۔

فرماتے ہیں: ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو، جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے یا اس کو پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا تکدر، گرانی وبے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے، پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے وہ فارغ ہو جاتا ہے اور اچھی طرح استنجاء اور طہارت کر لیتا ہے، اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کے بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک سرور وفرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ بس دراصل پہلی کیفیت اور حالت کا نام "حدث" (ناپاکی) اور دوسری کا نام "طہارت" (پاکی و پاکیزگی) ہے، اور انسانوں میں جن کی فطرت سلیم اور جن کا ذوق صحیح ہے وہ ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں اور اپنی طبیعت وفطرت کے تقاضے سے "حدث" کی حالت کو ناپسند اور دوسری کو (یعنی "طہارت" کی حالت کو) پسند کرتے ہیں۔

اور نفس انسانی کی یہ طہارت کی حالت اللہ کے فرشتوں کی حالت سے بہت مشابہت ومناسبت رکھتی ہے کیونکہ وہ دائمی طور پر تمام آلودگیوں سے پاک وصاف اور نورانی کیفیات سے شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور اسی لئے حسب امکان طہارت و پاکیزگی کا اہتمام و دوام انسانی روح کو ملکوتی کمالات حاصل کرنے اور الہامات ومنامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی

حالت میں ڈوبا رہتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے“ (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب پھر اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام پر جہاں طہارت کے احکام اور ان کے اسرار ہی کا بیان ہے فرماتے ہیں: طہارت کی تین قسمیں ہیں، ایک حدث سے طہارت (یعنی جن حالتوں میں غسل یا وضو واجب یا مستحب ہے، ان حالتوں میں غسل یا وضو کر کے شرعی طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا۔ دوسرے ظاہری نجاست اور پلیدی سے جسم یا اپنے کپڑوں کو یا جگہ کو پاک کرنا، تیسرے جسم کے مختلف حصوں میں جو گندگیاں اور میل وکچیل پیدا ہوتا رہتا ہے اس کی صفائی کرنا (جیسے دانتوں کی صفائی ناک کے نتھنوں کی صفائی، ناخن اور زیر ناف بالوں کی صفائی) آگے طہارت کے متعلق جو حدیثیں درج ہوں گی ان میں سے بعض کا تعلق طہارت سے ہوگا۔

زیر درس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن جگہوں پر پاخانہ کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہو اور وہ لعنت و ملامت کریں ایسی جگہوں سے بچ کر بیٹھنا چاہئے علماء نے لکھا ہے کہ لوگوں کے راستہ میں قضا حاجت کرنے کی ممانعت سے مراد وہ راستہ ہے جس پر اکثر لوگ چلتے ہوں اور وہاں سے گزرتے ہوں وہ راستہ مراد نہیں جس پر لوگ بہت کم کبھی کبھی گزرتے ہوں اور سایہ دار جگہ میں بھی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے لوگوں کو اس سے اذیت اور تکلیف ہو گی اور پھر لوگ لعن طعن کریں گے۔ سایہ سے مراد عام سایہ نہیں ہے بلکہ وہ سایہ ہے جس میں لوگ آرام کرتے ہوں یا اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہوں۔

اس حدیث شریف میں ہم سب کے لئے خاص سبق یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی طرف سے ہر قسم کی ایذاء سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے راستہ میں یا سایہ دار درخت کے نیچے قضا حاجت کرنے پر لعنت و ملامت فرمائی ہے۔ آج ہمیں بھی اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ قضائے حاجت کے بعد بیت الخلاء کو اچھی طرح صاف کر دیا جائے تاکہ بعد میں آنے والے کو تکلیف و ناگواری نہ ہو۔

یا اللہ! ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائیے۔
اور ہمیں ظاہری و باطنی نجاستوں سے مکمل پاک صاف فرما دیجئے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ناپاکی سے عذاب قبر

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَایَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَۃٍ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو دو آدمی ان قبروں میں مدفون ہیں ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا ہے جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا (یعنی جس سے بچنا دشوار ہوتا بلکہ یہ دونوں اپنے ایسے گناہ کی پاداش میں عذاب دیئے جا رہے ہیں جس سے بچنا کچھ مشکل نہ تھا) ان میں سے ایک کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچاؤ یا پاک رہنے کی کوشش اور فکر نہیں کرتا تھا اور دوسرے کا گناہ یہ تھا کہ چغلیاں لگاتا پھرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے کیا' پھر ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا گاڑھ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ نے کس مقصد سے کیا آپ نے فرمایا' امید ہے کہ جس وقت تک شاخ کے یہ ٹکڑے بالکل خشک نہ ہو جائیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کے عذاب کا سبب ان کے دو خاص گناہوں کو بتایا ہے ایک کے متعلق بتایا کہ وہ چغلی کرتا تھا جو ایک سنگین اخلاقی جرم ہے اور قرآن مجید میں بھی ایک جگہ اس کا ذکر ایک کافرانہ خصلت یا منافقانہ عادت کے طور پر کیا گیا ہے۔ اور کتب قدیمہ کے بہت بڑے عالم کعب احبار سے مروی ہے کہ تورات میں چغلخوری کو سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ اور دوسرے کے عذاب کا سبب آپ نے یہ بتایا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچاؤ اور پاک صاف رہنے میں بے احتیاطی کرتا اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کی گندگی سے (اور اسی طرح دوسری ناپاکیوں سے) بچنا یعنی اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کے اہم احکامات میں سے ہے اور اس میں کوتاہی اور بے احتیاطی ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا آدمی کو قبر میں بھگتنی پڑے گی۔

آگے حدیث میں جو یہ ذکر ہے کہ آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور بیچ میں سے اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا ان دونوں کی قبر پر گاڑ دیا۔ اور بعض صحابہ نے جب اس کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "مجھے امید ہے کہ جب تک ان ٹکڑوں میں کچھ تری رہے گی اس وقت تک کے لئے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل اور ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان مردوں کے لئے تخفیف عذاب کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ایک ہری شاخ کے دو حصے کر کے ان قبروں پر ایک ایک گاڑھ دیجئے۔ جب تک اس میں تری رہے گی اس وقت تک کے لئے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔ صحیح مسلم کے آخر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے اس میں بھی دو قبروں کے عذاب کا ذکر ہے اور وہ دوسرا واقعہ ہے وہاں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ جاؤ ان درختوں میں سے دو شاخیں کاٹ کے فلاں جگہ ڈال آؤ! حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہاں دو قبریں ہیں جن پر عذاب ہو رہا ہے' میں نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف عذاب کی دعا کی تھی' اللہ تعالیٰ نے اتنی بات قبول فرمائی کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ بہرحال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوگئی کہ ہری شاخوں کو یا ان کی تری کو عذاب کی تخفیف میں کوئی دخل نہیں تھا' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات فرمائی گئی تھی کہ آپ کی دعا کی وجہ سے ہم اتنی مدت کے لئے عذاب میں تخفیف کر دیں گے۔ پس اصلی چیز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی بناء پر ایک محدود مدت کے لئے تخفیف کا فیصلہ

اس حدیث کا خاص سبق اور اس کی خاص ہدایت یہ ہے کہ پیشاب وغیرہ کی نجاست سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش اور فکر کی جائے اور جسم اور کپڑوں کے پاک صاف رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور چغلخوری جیسی منافقانہ اور مفسدانہ عادت سے خوب بچا جائے ورنہ ان دونوں باتوں میں کوتاہی اور بے احتیاطی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ **اللھم احفظنا**۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

بِعَدَدِ کُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

قضاء حاجت اور استنجاء سے متعلق ہدایات

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ.

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ سے رایت ہے' بیان فرماتے ہیں کہ (بعض مشرکوں کی طرف سے تمسخر اور طنز کے طور پر) ان سے کہا گیا کہ تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو تم لوگوں کو ساری ہی باتیں سکھائی ہیں۔ یہاں تک کہ پاخانہ پھرنے کا طریقہ بھی! حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا ہاں بیشک (انہوں نے ہم کو سب ہی کچھ سکھایا ہے اور استنجے کے متعلق بھی ضروری ہدایتیں دی ہیں۔ چنانچہ) انہوں نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے کہ پاخانہ یا پیشاب کے وقت ہم قبلہ کی طرف رخ کریں۔ یا یہ کہ ہم داہنے ہاتھ سے استنجا کریں' یا یہ کہ ہم استنجے میں تین پتھروں سے کم استعمال کریں' یا یہ کہ ہم استنجا کریں (اونٹ گھوڑے یا بیل وغیرہ) کسی چوپائے کے فضلے یا ہڈی سے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: جس طرح کھانا' پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اسی طرح پاخانہ پیشاب بھی ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دی ہیں اسی طرح پاخانہ و پیشاب اور طہارت و استنجا کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ یہ مناسب ہے اور یہ نامناسب' یہ درست ہے اور یہ نادرست......

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات اس بارہ میں دی ہیں وہ چار ہیں۔

(۱)......ایک یہ کہ پاخانہ کے لئے اس طرح بیٹھا جائے کہ قبلے کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ۔ یہ قبلے کے ادب و احترام کا تقاضا ہے۔ ہر مہذب آدمی جس کو لطیف اور روحانی حقیقتوں کا کچھ شعور و احساس ہو۔ پیشاب یا پاخانے کے وقت کسی مقدس اور محترم چیز کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا بے ادبی اور گنوار پن سمجھتا ہے۔

(۲)......دوسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی کہ داہنا ہاتھ جو عام طور پر کھانے پینے' لکھنے پڑھنے' وغیرہ سارے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اور جس کو ہمارے پیدا کرنے والے نے پیدائشی طور پر بائیں ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور خاص فوقیت بخشی ہے اس کو استنجے کی گندگی کی صفائی کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ یہ بات بھی ایسی ہے کہ ہر مہذب آدمی جس کو انسانی شرف کا کچھ شعور و احساس ہے' اپنے بچوں کو یہ بات سکھانی ضروری سمجھتا ہے۔

(۳)......تیسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی ہے کہ استنجے میں صفائی کے لئے کم سے کم تین پتھر استعمال کرنے چاہئیں۔ کیونکہ عام حال یہی ہے کہ تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ اس کو صفائی کیلئے تین سے زیادہ پتھروں یا ڈھیلوں کے استعمال کرنے کی ضرورت ہے تو اپنی ضرورت کے مطابق زیادہ استعمال کرے۔ اور اسی طرح ہر ایسی پاک چیز سے یہ کام لیا جا سکتا ہے جس سے

صفائی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو اور اس کا استعمال اس کام کے لئے نامناسب بھی نہ ہو۔

(۴)...... چوتھی ہدایت آپ نے اس سلسلے میں یہ دی کہ کسی جانور کی گری پڑی ہڈی سے اور اسی طرح کسی جانور کے خشک فضلے سے یعنی لید وغیرہ سے استنجا نہ کیا جائے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگ ان چیزوں سے بھی استنجا کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً اس سے منع فرما دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا سلیم الفطرت اور صاحب تمیز آدمی کے نزدیک بڑے گنوار پن کی بات ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو قضائے حاجت کے لئے باہر جانا ہوتا تو اتنی دور اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے کہ کسی کی نظر آپ پر نہ پڑ سکتی۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ کو پیشاب کا تقاضا ہوا تو آپ ایک دیوار کے نیچے نرم اور نشیبی زمین کی طرف آئے اور وہاں پیشاب سے فارغ ہوئے۔ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو پیشاب کرنا ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ تلاش کر کے بیٹھنا چاہئے جہاں پردہ بھی ہو اور اپنے اوپر چھینٹے پڑنے کا خطرہ نہ ہو' اور رخ بھی غلط نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اس کے اس پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے امت کو پیشاب پاخانے تک کے آداب سکھائے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانے میں پہلے پیشاب کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح:...... مطلب یہ کہ ایسا کرنا بہت ہی غلط اور بڑی بدتمیزی کی بات ہے کہ آدمی اپنے غسل کرنے کی جگہ میں پہلے پیشاب کرے اور پھر وہیں غسل یا وضو کرے۔ ایسا کرنے کا ایک بُرا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے پیشاب کی چھینٹوں کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آخری جملے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق اسی صورت سے ہے کہ جب غسل خانہ میں پیشاب کے بعد غسل یا وضو کرنے سے ناپاک جگہ کی چھینٹوں کے اپنے اوپر پڑنے کا اندیشہ ہو ورنہ اگر غسل خانہ کی بناوٹ ایسی ہے کہ اس میں پیشاب کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے یا اس کا فرش ایسا بنایا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی بہا دینے سے اس کی پوری صفائی اور طہارت ہو جاتی ہے تو پھر اس کا حکم یہ نہیں ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح قدر کرنے اور آپکی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ایسے مشفق محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائیے۔ جنہوں نے اپنی امت کو پیشاب پاخانہ تک کے آداب تعلیم فرما دیئے۔

قضاء حاجت کے آداب اور دعائیں

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَتَنَاجَی اثْنَانِ عَلٰی غَائِطِهِمَا یَنْظُرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِلٰی عَوْرَةِ صَاحِبِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِکَ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو آدمی قضاء حاجت کرتے ہوئے آپس میں باتیں نہ کریں کہ دونوں ایک دوسرے کے ستر کو دیکھ رہے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر ناراض ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

تشریح: اس حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا کہ یہ بڑی بدتہذیبی کی بات ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے سامنے بے پردہ ہو کر رفع حاجت کرے اور مزید بے غیرتی یہ کہ آپس میں بات چیت بھی کرتے جا رہے ہوں یہ دونوں باتیں الگ الگ بھی معیوب ہیں لیکن اگر دونوں جمع ہو جائیں تو گناہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ یہ چیز عام طور پر دیہات کے ناسمجھ مردوں وعورتوں میں زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو اس سے باخبر کرنے کی ضرورت ہے۔

قضا حاجت کے مقام پر جانے کی دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجت کے ان مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین وغیرہ رہتے ہیں پس تم میں سے کوئی جب بیت الخلاء جائے تو چاہئے کہ پہلے یہ دعا کرے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

یعنی کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنیوں سے۔

(سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ)

تشریح...... جس طرح فرشتوں کو طہارت و نظافت اور ذکر و عبادت کے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہیں ان کا جی لگتا ہے اسی طرح شیاطین جیسی خبیث مخلوقات کو گندگیوں سے اور گندے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہی ان کے مراکز اور دلچسپی کے مقامات ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دی کہ قضائے حاجت کی مجبوری سے جب کسی کو ان گندے مقامات میں جانا ہو تو پہلے وہاں رہنے والے خبیثوں اور خبیثنیوں کے شر سے اللہ سے پناہ مانگے اس کے بعد وہاں قدم رکھے...... ہم عوام کا حال یہ ہے کہ نہ ذکر وعبادت کے مقامات میں ہم فرشتوں کی آمد اور ان کا نزول محسوس کرتے ہیں اور نہ گندے مقامات پر ہمیں شیاطین کے وجود کا احساس ہوتا ہے لیکن صادق ومصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور اللہ کے بعض بندے اس کے خاص فضل سے ان حقیقتوں کو کبھی کبھی خود بھی محسوس کرتے ہیں اور اس سے ان کے ایمان میں بڑی ترقی ہوتی ہے۔

قضا حاجت سے فارغت کے بعد کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر آتے تو اللہ سے عرض کرتے
"غُفْرَانَکَ"

(اے اللہ تیری پوری مغفرت کا طالب وسائل ہوں)

(ترمذی وسنن ابن ماجہ)

تشریح...... قضا حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی اس مغفرت طلبی کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان میں سب

سے زیادہ لطیف اور دل کو لگنے والی توجیہ یہ ہے کہ انسان کے پیٹ میں جو گندہ فضلہ ہوتا ہے وہ ہر انسان کے لئے ایک قسم کا انقباض اور گرانی کا باعث ہوتا ہے اور اگر وہ وقت پر خارج نہ ہو تو اس سے طرح طرح کی تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اگر طبعی تقاضے کے مطابق پوری طرح خارج ہو جائے تو آدمی ایک ہلکا پن اور ایک خاص قسم کا انشراح محسوس کرتا ہے اور اس کا تجربہ ہر انسان کو ہوتا ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صحیح احساس رکھنے والے عارفین کے لئے بالکل یہی حال گناہوں کا ہے وہ ہر طبعی انقباض اور دنیا کے ہر اندرونی اور بیرونی بوجھ اور ہر گرانی سے زیادہ گناہوں کے بوجھ اور ان کی گرانی اور اذیت کو محسوس کرتے ہیں اور گناہوں کے بارے اپنی پیٹھ کے ہلکا ہونے کی فکر ان کو بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ہم جیسے عام انسانوں کو پیٹ اور آنتوں سے گندے فضلے کے خارج ہو جانے کی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بشری تقاضے سے فارغ ہوتے اور انسانی فطرت کے مطابق طبیعت ہلکی ہوتی تو مذکورہ بالا احساس کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ جس طرح تو نے اس گندے فضلے کو میرے جسم سے خارج کر کے میری طبیعت کو ہلکا کر دیا اور مجھے راحت و عافیت عطا فرمائی اسی طرح میرے گناہوں کی پوری پوری مغفرت فرما کر میری روح کو پاک صاف اور گناہوں کے بوجھ سے میری پیٹھ کو ہلکا کر دے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

(اس اللہ کے لئے حمد و شکر جس نے مجھ سے گندگی دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی) (سنن نسائی)

تشریح...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ آپ بیت الخلاء سے باہر آ کر "غفرانک" کہتے تھے اور حضرت ابوذر غفاری کی اس حدیث سے یہ دوسری دعا معلوم ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ مضمون کے لحاظ سے یہ دونوں دعائیں موقع کے بہت مناسب اور برمحل ہیں۔ اس لئے خیال یہ ہے کہ کبھی آپ یہ کہتے ہوں گے اور کبھی وہ۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وضو اور اس کے فضائل وبرکات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلُّ خَطِیْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا یَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیًّا مِنَ الذُّنُوْبِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلم بندہ وضو کرتا ہے اور اس میں اپنے چہرہ کو دھوتا ہے اور اس پر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں (اور گویا دھل جاتے ہیں) جو اس کی آنکھ سے ہوئے تھے اس کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے ہاتھوں سے خارج ہو جاتے ہیں اور دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے خارج ہو جاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے اور جن کے لئے اس کے پاؤں استعمال ہوئے یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... یہاں چند باتیں وضاحت طلب ہیں:۔

(۱)...... مندرجہ بالا حدیث میں وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے جسم سے نکل جانے اور دھل جانے کا ذکر ہے حالانکہ گناہ میل کچیل اور ظاہری نجاست جیسی کوئی چیز نہیں ہے جو پانی کے ساتھ نکل جائے اور دھل جائے۔ بعض شارحین حدیث نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ گناہوں کے نکل جانے کا مطلب صرف معافی اور بخشش ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ بندہ جو گناہ جس عضو سے کرتا ہے اس کا ظلماتی اثر اور اس کی نحوست پہلے اس عضو میں اور پھر اس شخص کے دل میں قائم ہو جاتی ہے پھر جب اپنے کو پاک کرنے کے لئے وہ بندہ سنن و آداب کے مطابق وضو کرتا ہے تو جس جس عضو سے اس نے گناہ کئے ہوتے ہیں اور گناہوں کے جو گندے اثرات اور جو ظلمتیں اس کے اعضاء اور اس کے قلب میں قائم ہو چکی ہوتی ہیں وضو کے پانی کے ساتھ وہ سب دھل جاتی اور زائل ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی اور مغفرت بھی ہو جاتی ہے۔

(۲)...... اس حدیث میں چہرہ کے دھونے کے ساتھ صرف آنکھوں کے گناہوں کے دھل جانے اور نکل جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے حالانکہ چہرہ میں آنکھوں کے علاوہ ناک اور زبان اور منہ بھی ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق انہی سے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعضاء وضو کا استیعاب نہیں فرمایا ہے بطور تمثیل کے صرف آنکھوں اور ہاتھوں پاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس مضمون کی ایک دوسری حدیث میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ اس میں کلی اور ناک کے پانی کے ساتھ زبان و دہن اور ناک کے گناہوں کے نکل جانے اور دھل جانے کا اور اسی طرح کانوں کے مسح کے ساتھ کانوں کے گناہوں کے نکل جانے کا بھی ذکر ہے۔

(۳)...... نیک اعمال کی یہ تاثیر ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتے اور ان کے داغ دھبوں کو دھو ڈالتے ہیں قرآن مجید میں بھی مذکور ہے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ" (ھود۱۱:۱۱۴)

یعنی نیک اعمال گناہوں کو مٹا دیتے ہیں...... اور احادیث میں خاص خاص اعمال حسنہ کا نام لے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ فلاں نیک عمل گناہوں کو مٹا دیتا ہے' فلاں نیک عمل گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے فلاں نیک عمل گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے' ان میں سے بعض حدیثوں میں حضور نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ ان نیک اعمال کی برکت سے صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں' اسی بناء پر اہل حق اہل السنۃ اس کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف چھوٹے گناہوں ہی کی معافی ہوتی ہے' قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

(النساء ۴:۳۱)

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو تمہاری (معمولی) برائیاں اور غلطیاں ہم تم سے دفع کر دیں گے۔

الغرض حدیث میں وضو کی برکت سے جن گناہوں کے نکل جانے اور ڈھل جانے کا ذکر ہے ان سے مُراد چھوٹے گناہ ہی ہیں بڑے گناہوں کا معاملہ بہت سنگین ہے اس زہر کا تریاق صرف توبہ ہی ہے۔

وضو گناہوں کی صفائی اور معافی کا ذریعہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کیا اور (بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق) خوب اچھی طرح وضو کیا تو اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے آداب وسنن وغیرہ کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے گا تو اس سے صرف اعضائے وضو کی میل کچیل اور ناپاکی والی باطنی ناپاکی ہی دور نہ ہوگی بلکہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم کے گناہوں کی ناپاکی بھی نکل جائے گی اور وہ شخص ناپاکی سے پاک ہونے کے علاوہ گناہوں سے بھی پاک صاف ہو جائے گا۔

وضو کے فضائل وبرکات

جن سلیم الفطرت انسانوں کی روحانیت بہیمیت سے مغلوب نہیں ہوئی ہے وہ ناپاکی کی حالت میں...... تو اپنے باطن میں وہ ایک گونہ ظلمت وکدورت اور ایک طرح کی گندگی محسوس کرتے ہیں۔ (اور اصل ناپاکی یہی کیفیت ہے) اور شریعت اسلامی نے اسی کے ازالہ کے لئے وضو مقرر فرمایا ہے۔

وضو کے لفظی معنی "صفائی ستھرائی" کے ہیں اور شریعت کی زبان میں چہرہ دونوں ہاتھ' دونوں قدم دھونے اور چوتھائی سر کا مسح کرنے کو وضو کہتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؒ

ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں تو عجب نہیں کہ انشراح اور نور جو وضو کے بعد ہر مومن کو محسوس ہوتا ہے یہ اسی کا اثر ہے۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی غسل یا وضو کرتا ہے تو باطن میں ایک ایسا انشراح اور شگفتگی پاتا ہے جو پہلے نہیں تھی۔ ایک دن ایسا کرلو کہ پانچوں نمازوں میں تازہ وضو کر کے پڑھو اور ایک دن ایسا ہو کہ ایک وضو سے سب نمازیں پڑھی ہوں تو پہلے دن میں زیادہ نور' انشراح اور شگفتگی پاؤ گے اور دوسرے دن ایک قسم کی تنگی اور نور کی کمی محسوس کرو گے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ **یا اللہ!** ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وضو کا انعام

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاءُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَّافُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُهَا مِنْ اَيِّهَا شَاءَ

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلسلہ کلام میں) فرمایا جوکوئی تم میں سے وضو کرے (اور پورے آداب کے ساتھ خوب اچھی طرح) اور مکمل وضو کرے، پھر وضو کے بعد کہے" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ " تو لازمی طور پر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جا سکے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضاء وضو کی صفائی ہوتی ہے، اس لئے مومن بندہ وضو کرنے کے بعد محسوس کرتا ہے کہ میں نے حکم کی تعمیل میں اعضاء وضو تو دھو لئے اور ظاہری طہارت اور صفائی کر لی، لیکن اصل گندگی تو ایمان کی کمزوری اخلاص کی کمی اور اعمال کی خرابی کی گندگی ہے اس احساس کے تحت وہ کلمۂ شہادت پڑھ کے ایمان کی تجدید اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے اس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔

مراتب اور درجات کے اعتبار سے جنت کے آٹھ حصے ہیں چنانچہ اس حدیث میں "آٹھوں دروازوں" کا جو ذکر کیا گیا ہے ان سے حقیقۃً دروازے مراد نہیں بلکہ ان آٹھ حصوں کو ایک ہی اعتبار کیا ہے اور ہر ایک کو دروازے سے تعبیر کیا ہے کبھی ایک کو بھی بہشت کہتے ہیں، اس حساب سے "ہشت بہشت" بولتے ہیں۔

اسی حدیث کی ترمذی کی رایت میں اس کلمہ شہادت کے بعد

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ"

کا بھی اضافہ ہے۔

قیامت میں اعضاء وضو کی نورانیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں روشن اور منور ہوں گے۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنی وہ روشنی اور نورانیت بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... وضو کا اثر اس دنیا میں تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کی دھلائی صفائی ہو جاتی ہے اور اہل ادراک و معرفت کو ایک خاص قسم کی روحانی نشاط و انبساط کی کیفیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ قیامت میں وضو کا ایک مبارک اثر یہ بھی ظاہر ہوگا کہ وضو کرنے والے آپ کے امتیوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وہاں روشن اور تاباں ہوں گے اور یہ ان کا امتیازی نشان ہوگا۔ پھر جس کا وضو جتنا کامل و مکمل ہوگا اس کی یہ نورانیت اور تابانی اسی درجہ کی ہوگی، اسی لئے حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے ہو سکے وہ اپنی اس نورانیت کو مکمل کرنے کی امکانی کوشش کرتا رہے، جس

کی صورت یہی ہے کہ وضو ہمیشہ فکر اور اہتمام کے ساتھ مکمل کیا کرے اور آداب کی پوری نگہداشت کرے۔

وضو کا اہتمام کمال ایمان کی نشانی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک ٹھیک چلو، صراط مستقیم پر قائم رہو۔ لیکن چونکہ یہ استقامت بہت مشکل ہے اس لئے، تم اس پر پورا قابو ہرگز نہ پاسکو گے (لہٰذا ہمیشہ اپنے کو قصوروار اور خطا کار بھی سمجھتے رہو) اور اچھی طرح جان لو کہ تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے (اس لئے اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو) اور وضو کی پوری پوری نگہداشت بس بندۂ مومن ہی کرسکتا ہے (موطا امام مالک، مسند احمد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

تشریح...... وضو کی حفاظت ونگہداشت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سنت کے مطابق اور آداب کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بندہ برابر باوضو رہے، شارحین نے یہ دونوں ہی مطلب بیان کئے ہیں اور محافظت کا لفظ ان دونوں ہی باتوں پر حاوی ہے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وضو کو کمال ایمان کی نشانی اور اہل ایمان ویقین کا عمل بتایا ہے۔

ناقص وضو کے بُرے اثرات

شبیب بن ابی روح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۂ روم شروع کی تو آپ کو اس میں اشتباہ ہوگیا اور خلل پڑ گیا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا بعض لوگوں کی یہ کیا حالت ہے کہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے ہیں اور طہارت (وضو وغیرہ) اچھی طرح نہیں کرتے، بس یہی لوگ ہمارے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہیں۔ (سنن نسائی)

تشریح...... معلوم ہوا کہ وضو وغیرہ طہارت اچھی طرح نہ کرنے کے بُرے اثرات دوسروں کے صاف قلوب پر بھی پڑتے ہیں اور اتنے پڑتے ہیں کہ ان کی وجہ سے قرآن مجید کی قرات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک دوسرے لوگوں کی اس طرح کی کوتاہیوں سے اتنا متاثر ہوتا تھا تو پھر ہم عوام کس شمار وقطار میں ہیں لیکن چونکہ ہمارے قلوب پر زنگ کی تہہ کی تہہ جم گئی ہیں اس لئے ہم کو ان چیزوں کا احساس نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوگئی کہ انسانوں کے دلوں پر ساتھ والوں کی اچھی یا بُری کیفیت کا کس قدر اثر پڑتا ہے، اس حقیقت کو اہل دل صوفیاء کرام نے خوب سمجھا ہے۔

وضو کی حکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

وضو انسان کو ظاہری وباطنی گناہوں اور غفلت ترک کرنے پر آگاہ کرتا ہے۔ اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی جائز ہوتی تو انسان اسی طرح پردۂ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ نماز میں داخل ہو جاتا انسان دنیاوی ہموم ومشاغل میں پڑ کر نشیلے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے لہٰذا اس نشہ غفلت کو اتارنے کے لئے وضو مقرر ہوا تا کہ انسان باخبر اور باحضور ہو کر خدا کے آگے کھڑا ہو۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ **یا اللہ!** ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وضو سے متعلق ضروری احکام

گذشتہ اسباق میں طہارت کے سلسلہ میں وضو کے فضائل و برکات احادیث کی روشنی میں بیان ہو چکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مکمل وضو کا اہتمام تکمیل ایمان میں سے ہے اور ناقص وضو سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وضو کو مکمل سیکھ لیا جائے اور ہر قسم کے نقص سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں وضو کے متعلق ضروری شرعی احکام بتائے جاتے ہیں۔

وضو کے فرائض

۱- تمام چہرے کا دھونا۔

۲- ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۳- چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴- پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔

وضو میں پورے چہرے کا دھونا فرض ہے۔ اور اسی میں ڈاڑھی بھی شامل ہے۔

وضو کی سنتیں

۱- ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا۔

۲- ابتدائے وضو میں بسم اللہ کہنا۔

۳- مسواک کرنا۔

۴- کلی کرنا۔

۵- ناک میں پانی دینا۔

۶- ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

۷- ہر عضو کو تین بار دھونا۔

۸- نیت کرنا۔

۹- اسی ترتیب سے وضو کرنا جس ترتیب سے قرآن میں مذکور ہے۔

۱۰- تمام سر کا مسح کرنا۔

۱۱- اعضاء وضو کو لگاتار دھونا۔

۱۲- سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا (یعنی ہاتھ پر پانی ڈال کر جب سر پر مسح کیا جائے تو اسی ہاتھ سے کانوں کا مسح کیا جائے کانوں کے مسح کے لئے الگ سے پانی کی ضرورت نہیں)

وضو کے مستحبات

۱- اعضاء وضو کو دھونے کے لئے دائیں طرف سے شروع کرنا (مثلاً پہلے دایاں ہاتھ دھویا جائے پھر بایاں)

۲- گردن کا مسح کرنا

۳- وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھنا

۴- اعضاء کا (دھوتے وقت) پہلی بار ملنا

۵- غیر معذور کا وقت سے پہلے وضو کر لینا

۶- ڈھیلی انگوٹھی کو گھمانا پھرانا اسی طرح غسل میں (اور عورت کا بالی کو گھمانا پھرانا) لیکن اس کے بارہ میں اتنی بات یاد رکھ لینی چاہئے کہ اگر غسل اور وضو کے وقت ان چیزوں کے متعلق یہ خیال ہو کہ ان کے نیچے بدن پر پانی پہنچ رہا ہے تو پھر یہ عمل مستحب ہوگا اور اگر یہ معلوم ہو ان کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو

پھران کو ہلانا گھمانا فرض ہوگا۔

۷-خود وضو کرنا مستحب ہے کسی دوسرے سے وضو نہ کرایا جائے۔

۸-وضو کے وقت کوئی دنیاوی گفتگو نہیں کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی مجبوری ہو کہ بغیر کلام کے مقصد اور حاجت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو کر سکتا ہے

۹-ہر عضو کو دھونے کے وقت اور مسح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

۱۰-ان دعاؤں کا پڑھنا جو عضو کے دھونے کے وقت پڑھنے کے لئے منقول ہیں

۱۱-وضو مکمل کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہر عضو کو دھونے کے بعد درود و سلام بھیجنا مستحب ہے۔

۱۲-وضو کے بعد شہادتین اور وہ دعائیں جو حدیث میں وارد ہیں پڑھنا۔

۱۳-وضو کا بقیہ پانی قبلہ رخ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا

۱۴-بھوؤں اور مونچھوں کے نیچے، گوشہ چشم پر اور پاؤں کے کونچوں پر پانی پہنچانے کیلئے خوب خبر گیری کرنا کہ یہ حصے خشک نہ رہ جائیں۔

مکروہات وضو

۱-منہ پر زور سے پانی مارنا

۲-اسراف کرنا ضرورت اور حاجت سے زیادہ پانی بہانا

۳-اعضاء کو تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا

۴-نئے پانی سے تین مرتبہ مسح کرنا۔

منہیات وضو

۱-عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا چاہئے

۲-نجس جگہ وضو نہ کرنا چاہئے تاکہ وضو کے پانی کی بے حرمتی نہ ہو۔

۳-مسجد میں وضو نہ کرنا چاہئے البتہ کسی برتن میں یا اس جگہ جو وضو کے لئے خاص طور پر مقرر ہے وضو کرنا درست ہے۔

۴-تھوک اور رینٹھ وغیرہ وضو کے پانی میں نہ ڈالنا چاہئے۔

یا اللہ! ان احکامات کی روشنی میں ہم سب کو پورے آداب کے ساتھ وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ **یا اللہ!** ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ

وضو کا طریقہ

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ تَوَضَّأَ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلٰثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَايُحَدِّثُ نَفْسَهٗ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن اس طرح وضو فرمایا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لے کر اس کو نکالا اور ناک کی صفائی کی پھر تین دفعہ اپنا پورا چہرہ دھویا۔ اس کے بعد داہنا ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا۔ پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا' اس کے بعد سر کا مسح کیا' پھر داہنا پاؤں تین دفعہ دھویا' پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین دفعہ دھویا۔ (اس طرح پورا وضو کرنے کے بعد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بالکل میرے اس وضو کی طرح وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے وضو کے مطابق وضو کیا پھر دو رکعت نماز (دل کی پوری توجہ کے ساتھ) ایسی پڑھی جو حدیث نفس سے خالی رہی (یعنی دل میں اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں سوچیں) تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا جو طریقہ کر کے دکھایا ہے یہی وضو کا افضل اور مسنون طریقہ ہے البتہ اس میں کلی اور پانی سے ناک کی صفائی سے متعلق نہیں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے کتنے دفعہ کیا۔ لیکن بعض دوسری روایتوں میں تین تین دفعہ کی وضاحت ہے۔

آگے حدیث میں جو دو رکعتیں خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے' ضروری نہیں کہ وہ نفل ہی ہوں' بلکہ اگر کسی کو مسنون طریقہ پر وضو کر کے کوئی فرض یا سنت نماز بھی ایسی نصیب ہو گئی جو حدیث نفس سے یعنی ادھر ادھر کے خیالات سے خالی رہی تو ان شاء اللہ مغفرت اس کو بھی حاصل ہو گی۔

شارحین حدیث اور عارفین نے لکھا ہے کہ حدیث نفس یہ ہے کہ ادھر ادھر کا کوئی خیال ذہن میں آئے اور دل اس میں مشغول ہو جائے لیکن اگر کوئی خطرہ دل میں گزرے اور دل اس میں مشغول نہ ہو بلکہ اس کو ہٹانے اور دفع کرنے کی کوشش کرے تو وہ مضر نہیں ہے۔ اور یہ چیز کاملین کو بھی پیش آتی ہے۔

ابوحیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے وضو اس طرح فرمایا' پہلے اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ ان کو خوب اچھی طرح صاف کر دیا' پھر تین دفعہ کلی کی' پھر تین دفعہ پانی ناک میں لے کر اس کی

صفائی کی، پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو تین تین دفعہ دھویا، پھر سر کا مسح ایک دفعہ کیا، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے، اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر پیا۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اس طرح پورا وضو کر کے دکھانے کے بعد فرمایا۔ میں نے چاہا کہ تمہیں دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی وسنن نسائی)

تشریح...... جیسا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سے وضو اسی طرح فرماتے تھے کہ دھونے والے اعضاء کو تین تین دفعہ دھوتے تھے اور سر پر مسح ایک ہی دفعہ فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے ایسا بھی کیا ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء کو بھی صرف ایک ہی مرتبہ یا صرف دو ہی مرتبہ دھویا اور ایسا آپ نے یہ بتانے اور دکھانے کے لئے کیا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت پانی کی کمی کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وضو میں پانی بغیر ضرورت نہ بہایا جائے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) وضو کر رہے تھے (اور اس میں پانی کے استعمال میں فضول خرچی سے کام لے رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: سعد! یہ کیسا اسراف (فضول خرچی) ہے؟ (یعنی پانی بغیر ضرورت کیوں بہایا جا رہا ہے) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وضو کے پانی میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ (یعنی کیا وضو میں پانی زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف میں داخل ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں یہ بھی اسراف میں داخل ہے، اگر چہ تم کسی جاری نہر کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

تشریح...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پانی کے استعمال میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

مفتی عبدالروف سکھروی صاحب مدظلہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں۔

آج میں ایک گناہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کی طرف توجہ بہت کم ہے اور وہ گناہ "پانی کو ضائع کرنا" ہے یہ گناہ بھی بہت ہی زیادہ عام ہو گیا ہے۔ اور ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے خاص طور پر وضو کے دوران بہت زیادہ پانی ضائع کیا جاتا ہے اور پانی کا اسراف بلاشبہ ایک گناہ ہے اور اگر اس گناہ کی عادت پڑ گئی تو اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے اور اس وقت حالت یہ ہے کہ اس گناہ کی عام عادت بن گئی ہے۔

ہر وضو کے بعد ذکر اور نماز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز کے بعد بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تمہیں اپنے جس اسلامی عمل سے سب سے زیادہ امید خیر و ثواب ہو وہ مجھے بتلاؤ، کیونکہ میں نے تمہارے قدموں کی چاپ جنت میں اپنے آگے آگے سنی ہے (مطلب یہ ہے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں چل پھر رہا ہوں اور آگے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوں، تو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے کس عمل کی برکت ہے، لہذا تم مجھے اپنا وہ عمل بتاؤ جس سے تمہیں سب سے زیادہ ثواب اور رحمت کی امید ہو) بلال نے عرض کیا کہ مجھے اپنے اعمال میں

سب سے زیادہ امید اپنے اس عمل سے ہے' کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں جب بھی وضو کیا ہے تو اس وضو سے میں نے نماز ضرور ہی پڑھی ہے' جتنی نماز کی بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت توفیق ملی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سننے کی جو اطلاع دی ہے یہ خواب کا واقعہ ہے' اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ بلالؓ زندگی ہی میں جنت میں کس طرح پہنچ گئے البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حضرت بلالؓ کو جنت میں دیکھنا اور اس کا بیان فرمانا اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ حضرت بلالؓ جنتی ہیں بلکہ درجہ اول کے جنتیوں میں ہیں۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ بندہ اس کی عادت ڈالے کہ جب بھی وضو کرے اس سے حسب توفیق کچھ نماز ضرور پڑھے' خواہ فرض ہو' خواہ سنت' خواہ نفل۔

علمی نکتہ

وضو میں پہلے ہاتھ دھونے' کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد چہرہ دھونے کی باری آتی ہے جبکہ چہرہ دھونا فرض ہے تو فرض سے سنتوں کو مقدم کیا گیا۔ اس بارہ میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ وضو کرنے والا آدمی جب ہاتھ دھوئے گا تو اس کو پانی کی رنگت معلوم ہو جائے گی جب کلی کرے گا تو ذائقے کا پتہ چل جائیگا۔ جب ناک میں پانی ڈالے گا تو بو کا پتہ چل جائے گا۔ جب تینوں طرح سے پانی کی پاکیزگی کا پتہ چل گیا تو شریعت نے چہرہ دھونے کا حکم دیا تا کہ فرض کامل صورت میں ادا ہو جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مسواک کی اہمیت اور فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔'' (مسند امام شافعی، مسند احمد، سنن دارمی، سنن نسائی)

تشریح...... کسی چیز میں حسن کے دو پہلو ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ دنیاوی زندگی کے لحاظ سے فائدہ مند اور عام انسانوں کے نزدیک پسندیدہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور اجر اخروی کا وسیلہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا ہے کہ مسواک میں یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے۔ گندے اور مضر مادے خارج ہو جاتے ہیں۔ منہ کی بدبو زائل ہو جاتی ہے یہ اس کے نقد دنیوی فوائد ہیں اور دوسرا اخروی اور ابدی نفع اس کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کا بھی خاص ذریعہ ہے۔

طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اسکی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے۔ لیکن دینی نقطۂ نگاہ سے اسکی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنیوالا عمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حتمی حکم کرتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اور اس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کے لئے حکم جاری کردوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے۔ لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کے لئے اس کی پابندی مشکل ہوگی، غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی ترغیب و تاکید کا ایک موثر عنوان ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کے فرشتے جبرئیل جب بھی میرے پاس آئے ہر دفعہ انہوں نے مجھے مسواک کے لئے ضرور کہا۔ خطرہ ہے کہ (جبرئیل کی بار بار کی اس تاکید اور وصیت کی وجہ سے) میں اپنے منہ کے اگلے حصے کو مسواک کرتے کرتے گھسا نہ ڈالوں''۔ (مسند احمد)

تشریح...... مسواک کے بارہ میں حضرت جبرئیل کی بار بار یہ تاکید اور وصیت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھی اور اس کا خاص راز یہ تھا کہ جو ہستی اللہ تعالیٰ سے خطاب اور دُعا میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہو اور اللہ کا فرشتہ جس کے پاس بار بار آتا ہو اور اللہ کے کلام کی تلاوت اور اس کی طرف دعوت جس کا خاص وظیفہ ہو اس کے لئے خاص طور سے ضروری ہے کہ وہ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام کرے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

مسواک کے خاص اوقات اور مواقع

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب رات کو آپ تہجد کیلئے اٹھتے تو مسواک سے اپنے دہن مبارک کی خوب صفائی کرتے (اس کے بعد وضوفرماتے اور تہجد میں مشغول ہو جاتے)۔ (صحیح بخاری و مسلم)

شُریح بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے گھر تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ مسواک فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نیند سے جاگنے کے بعد' خاص کر رات کو تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت پابندی اور اہتمام سے مسواک فرماتے تھے' اس کے علاوہ باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اور مسواک کئے زیادہ دیر گزرنے کے بعد اگر وضو کرنا نہ بھی ہو جب بھی مسواک کر لینی چاہئے۔ ہمارے علمائے کرام نے ان ہی احادیث کی بناء پر لکھا ہے کہ مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر وثواب ہے لیکن درج ذیل پانچ موقعوں پر مسواک کی اہمیت زیادہ ہے۔ وضو میں' نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ وقت ہو گیا ہو) اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے' اور سونے سے اٹھنے کے وقت اور منہ میں بدبو پیدا ہو جانے' یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آ جانے کے وقت ان کی صفائی کے لئے۔

وضو کو اچھی طرح کرنیکا مطلب اور سنت کی برکات

وضو کو اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے مثلاً ایک سنت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں۔ (۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ (۶) بلغم کو ختم کرتی ہے۔ (۷) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۸) صفرا کو دور کرتی ہے۔ (۹) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ (۱۰) منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی کی سنت ہے۔ (منبہات ابن حجر)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

مسواک کی حکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب کسی عالیشان دربار میں جانا ہو تو پہلے ظاہری شکل و شباہت کا سنوارنا اور دانتوں کو صاف کرنا بھی بڑا ضروری ہے کیونکہ بات چیت کرنے کے وقت دانتوں کی زردی اور میل نظر پڑنے سے سلیم الفطرت کو نفرت ہوتی ہے۔ پس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کس کا دربار عالیشان ہو سکتا ہے اسی وجہ سے نماز پڑھنے سے پہلے جیسا کہ دیگر گندگیوں اور میل کچیل صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسے ہی دانتوں کے میل و منہ کی سخت بدبو کو دور کرنا بھی مستحسن ہے یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ان احکام پر عمل کرنے سے جسمانی فوائد کے علاوہ اخروی اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

مسواک کے اثرات وبرکات

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ یُسْتَاکُ لَهَا عَلَی الصَّلٰوةِ الَّتِی لَا یُسْتَاکُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح...... عربی زبان اور محاورہ میں ستر (اور اسی طرح بعض اور عدد بھی) کثرت اور بہتات کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ غالباً اس حدیث میں بھی ستر کا لفظ اس محاورہ کے مطابق کثرت اور بہتات ہی کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلے میں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا زیادہ افضل ہے اور اگر ستر سے مراد ستر کا خاص عدد ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بہر حال جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس اور ادب کے اس جذبہ سے نماز کے لئے مسواک کرے تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو ستر یا اس سے بھی زیادہ درجے افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

ے ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''فوائد مسواک'' میں ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر مجھے امت کی مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کو اس طرح لازم کر دیتا کہ جیسا نماز کے ساتھ وضو لازم ہے۔

(مسند احمد بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۱۶۵)

تشریح: نماز سے پہلے مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد کے باہر مسواک کرے اور کلی کرے اور مسواک کو دھولے پھر مسجد میں جائے اور جس کو مسوڑھوں سے خون نکلنے کا خطرہ ہو وہ نرمی سے مسواک کرے یا صرف دانتوں پر کرے کیونکہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسواک کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا مفتی عبدالروف سکھروی مدظلہ فرماتے ہیں:

مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لیں کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے کے نیچے اخیر کی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب باقی انگلیاں رکھیں اور مٹھی باندھ کر پکڑیں اور پہلے اوپر کے دانتوں میں پہلے داہنی طرف مسواک کریں پھر بائیں طرف اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑیں اور از سر نو پانی سے بھگو کر دوبارہ کریں۔ اس طرح تین بار کریں۔ نیز دانتوں کی چوڑائی میں مسواک نہ کریں۔

مسواک کے دنیاوی فوائد

حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

جس طرح کتب فقہ وحدیث میں مسواک کے بہت سے فضائل اور مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور مسواک کے بہت

سے فوائد بھی روایات میں مذکور ہیں۔ اور ان فوائد میں سے بعض کا تعلق دنیا سے ہے اور بعض کا تعلق آخرت سے ہے اس لئے مسواک کے فوائد لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مسواک منہ کو صاف رکھتی ہے (۲) مسواک سے حافظہ قوی ہوتا ہے (۳) مسواک سے بلغم دور ہوتا ہے (۴) مسواک شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۵) ہاضمہ کو درست کرتی ہے (۶) منہ کی زائد رطوبت کو ختم کرتی ہے۔ (۷) ذہانت اور فطانت کو نکھارتی ہے (۸) بڑھاپے کو دور کرتی ہے (۹) کمر کو سیدھا رکھتی ہے۔ (۱۰) دشمن پر رعب کا سبب ہے جیسا کہ حکایت نقل کی گئی ہے۔

حکایت: ایک مرتبہ مسلمانوں کا لشکر کفار سے قتال کر رہا تھا قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی ان کی آپس میں گفتگو ہوئی کہ شکست کی کیا وجہ ہے؟ تو صلحاء نے نصیحت کی کہ مسواک کیا کرو انہوں نے کھجوروں کی مسواک بنائی اور استعمال کی تو اس سے دشمن کے دل میں رعب بیٹھ گیا کہ یہ تو درختوں کو کھا رہے ہیں ہمارے ساتھ کیا کریں گے بس دشمن خوف سے بھاگ کھڑا ہوا (۱۱) مسواک منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۱۲) مسواک کرنے والے سے فرشتے خوش ہوتے ہیں (۱۳) خلقی قوتوں کو درست کرتی ہے (۱۴) روح جلدی سے نکلتی ہے (۱۵) مال میں وسعت پیدا کرتی ہے (۱۶) رزق کو آسان کرتی ہے (۱۷) سر کے درد کو دور کرتی ہے۔ (۱۸) دانتوں کو مضبوط کرتی ہے (۲۰) نظر کو تیز کرتی ہے (۱۹) بدن کو قوی کرتی ہے (۲۰) دل کو صاف کرتی ہے۔ (۲۱) فرشتے مسواک کرنے والے سے جب یہ نماز کو چلے مصافحہ کرتے ہیں (۲۲) اولاد کی کثرت کا سبب ہے (۲۳) جسم سے حرارت کو دور کرتی ہے۔ (۲۴) سینے کے درد کو ختم کرتی ہے۔ (۲۵) دانتوں کو سفید بناتی ہے۔ (۲۶) حاجات کو پورا کرنے کا سبب ہے۔ (۲۷) فصاحت کو بڑھاتی ہے۔ (۲۸) مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے (۲۹) موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔

مسئلہ: برش اور ٹوتھ پاؤڈر اور منجن وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں کسی ناپاک چیز کی آمیزش نہ ہو البتہ مسواک کے ہوتے ہوئے ان چیزوں کے استعمال سے سنت ادا نہ ہوگی ہاں اگر مسواک نہ ہو تو پھر ان چیزوں سے بشرط نیت سنت ادا ہو جائے گی۔

ف:۔ دانداسہ جو اخروٹ کے چھلکے کا ہوتا ہے یہ عورت کے لئے مسواک کے قائم مقام ہو جائے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ **یا اللہ!** ہم سب کو اپنے عقائد‘ عبادات‘ معاملات‘ معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ **یا اللہ!** ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جنابت اور غسل جنابت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّي لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد کی طرف سے پھیر دو (یعنی ان کے دروازے جو مسجد کی طرف ہیں ان کو مسجد کی جانب سے بند کر کے دوسری جانب کھولو) کیونکہ کسی حائضہ عورت اور کسی جنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونے کا بالکل جواز نہیں ہے (ان کے لئے مسجد میں آنا ناجائز وحرام ہے) (سنن ابی داؤد)

تشریح...... مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع میں بنی تھی تو اس کے آس پاس کے بہت سے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف تھے گویا کہ صحن مسجد ہی میں کھلتے تھے کچھ عرصہ کے بعد یہ حکم آ گیا کہ مسجد کے ادب واحترام کا یہ حق ہے کہ حائضہ اور جنبی اس میں داخل نہ ہوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا اور حکم دیا کہ یہ سب دروازے مسجد کی جانب سے بند کر کے دوسری طرف کھولے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حائضہ عورت اور جنبی آدمی قرآن پاک میں سے کچھ بھی نہ پڑھے۔ (یعنی قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے اس کی تلاوت ان دونوں کے لئے بالکل ممنوع ہے) (جامع ترمذی)

ہر سلیم الفطرت اور صاحب روحانیت انسان جب اس کے جسم کے کسی حصہ سے کوئی گندہ مادہ خارج ہوتا ہے یا اپنی طبیعت کا وہ کوئی ایسا شہوانی تقاضا پورا کرتا ہے جو قدسی صفات سے بہت ہی بعید ہوتا ہے تو وہ اپنے باطن میں ایک خاص قسم کی ظلمت وکدورت اور گندگی وآلودگی محسوس کرتا ہے اور اس حالت میں عبادت جیسے مقدس کاموں کے قابل اپنے کو نہیں سمجھتا۔ دراصل اسی حالت کا نام حدث ہے۔ پھر اس حدث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حدث اصغر، جس کے ازالہ کے لئے صرف وضو کافی ہو جاتا ہے اور دوسرے حدث اکبر۔ جس کے اثرات زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع ہوتے ہیں اور ان کا ازالہ پورے جسم کے غسل ہی سے ہو سکتا ہے۔

غسل کے لفظی وشرعی معنی

غسل کے لفظی معنی پورے جسم کو دھونے کے ہیں اور شریعت میں کم از کم ایک بار سر سے پیر تک جسم کی اس تمام سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو۔ پیشاب، پاخانہ اور ہوا کا خارج ہونا وغیرہ حدث اصغر کی مثالیں ہیں اور مجامعت وحیض ونفاس وغیرہ حدث اکبر کی مثالیں ہیں۔

ہر سلیم الفطرت انسان مجامعت یا حیض ونفاس سے قلب وروح میں جو روحانی ظلمت وکدورت پیدا ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لئے غسل ضروری سمجھتا ہے اور جب تک غسل نہ کر لے اپنے کو مقدس مشاغل ووظائف میں مشغولی کے لائق بلکہ مقدس مقامات سے گزرنے کے بھی قابل نہیں سمجھتا۔ گویا یہ انسان کی سلیم فطرت کا تقاضا ہے اس لئے شریعت مطہرہ نے بھی ان حالات میں غسل واجب کیا ہے اور غسل سے پہلے نماز اور تلاوت قرآن جیسے مقدس وظائف میں مشغول ہونے سے اور مساجد جیسے مقدس مقامات میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔

غسل جنابت کا طریقہ اوراس کے آداب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے قول وعمل سے وضو کا طریقہ اوراس کے آداب سکھلائے اور بتلائے ہیں اسی طرح غسل کا طریقہ اوراس کے آداب بھی تعلیم فرمائے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسم کے ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے' اس لئے غسل جنابت میں بالوں کو اچھی طرح دھونا چاہئے۔ تاکہ جسم انسانی کا وہ حصہ بھی جو بالوں سے چھپا رہتا ہے پاک صاف ہو جائے۔ اور جلد کا جو حصہ ظاہر ہے (جس پر بال نہیں ہیں) اس کی بھی اچھی طرح صفائی دھلائی کرنی چاہئے۔ (سنن ابی داؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھر بھی جگہ دھونے سے چھوڑ دی تو اس کو دوزخ کا ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا۔ حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے اس ارشاد ہی کی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن بن گیا (یعنی میں نے معمول بنالیا' کہ جب ذرا بال بڑھے میں نے ان کا صفایا کر دیا) (سنن ابی داؤد' مسند احمد' مسند دارمی)

تشریح...... ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں سارے جسم کا اس طرح دھویا جانا ضروری ہے کہ ایک بال بھر جگہ بھی دھونے سے باقی نہ رہ جائے۔

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ غسل کی سہولت کی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سر کے بال صاف کرانے کا اپنا جو معمول بنا لیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس مقصد سے سر منڈانے کا طریقہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔ اگرچہ اولیٰ سر پر بال رکھنے ہی کا طریقہ ہے' جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی خلفائے راشدینؓ کا معمول تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تھے تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے' پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجا کو دھوتے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے پھر وضو فرماتے تھے اسی طرح جس طرح نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے' پھر پانی لیتے تھے اور بالوں کی جڑوں میں انگلیاں ڈال کر وہاں پانی پہنچاتے تھے' یہاں تک جب آپ سمجھتے تھے کہ آپ نے سب میں پوری طرح پانی پہنچالیا تو دونوں ہاتھ بھر بھر کر تین دفعہ پانی اپنے سر کے اوپر ڈالتے تھے اس کے بعد باقی سارے جسم پر پانی بہاتے تھے اس کے بعد دونوں پاؤں دھوتے تھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اوراس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

ضروری مسائل غسل

غسل کے فرائض

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔

(۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے

(۲) ناک کے اندر پانی پہنچانا جہاں تک نرم ناک ہے۔

(۳) سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

درج بالا تینوں چیزیں فرض ہیں اس لئے اگر تمام بدن میں بال برابر کوئی جگہ خشک رہ جائے یا کلی کرنا بھول جائے یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو غسل نہیں ہوگا۔ اگر غسل کے بعد یاد آیا کہ فلانی جگہ خشک رہ گئی تھی تو پھر سے نہانا واجب نہیں بلکہ تھوڑا سا پانی لے کر اس جگہ بہانا ضروری ہے اسی طرح اگر کلی کرنا بھول گیا تو اب صرف کلی کرلے۔ غرضیکہ جو فرض رہ گیا ہو صرف اس کو پورا کر لیا جائے نئے سرے سے تمام غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: اگر ناخنوں پر ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو وضو اور غسل فرض میں اس کو اتار کر وضو اور غسل کرنا واجب ہے۔ ناخن پالش کو اتارے بغیر وضو یا غسل کیا گیا تو وہ وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ خوب سمجھ لیں۔

غسل کے واجبات

(۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی چڑھانا (۳) مرد کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کو کھول کر تر کرنا۔ (۴) ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جائے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔

غسل کی سنتیں

(۱) اس طرح نیت کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں صرف بدن صاف کرنے کی نیت نہ ہو۔ (۲) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے پہنچوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا' پھر چھوٹا بڑا استنجا کرنا۔ پھر نجاست کا دھونا اگر بدن پر لگی ہو۔ پھر پورا وضو کرنا اور پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔ (۳) بسم اللہ کہنا۔ (لباس اتارنے سے پہلے کہنا چاہئے برہنہ ہو کر کہنا گناہ ہے) (۴) مسواک کرنا۔ (۵) ہاتھ داڑھی اور پیروں کا تین مرتبہ خلال کرنا۔ (۶) بدن کو ملنا۔ (۷) بدن کو پے در پے اس طرح دھونا کہ ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصے کو دھوڈالے جبکہ جسم اور ہوا معتدل حالت پر ہوں۔ (۸) تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کا مسنون طریقہ

غسل کا جو طریقہ بتلایا جا رہا ہے اس کے متعلق یہ یاد رکھیں کہ جب بھی کوئی غسل کرنا ہو خواہ فرض ہو یا سنت یا مستحب' ہر صورت میں اسی طریقہ سے غسل کرنا مسنون ہے۔

غسل کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر بدن پر اگر کسی جگہ گندگی لگی ہوئی ہو تو اس کو تین مرتبہ پاک کرے پھر چھوٹا بڑا استنجاء کرے (خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو) اس کے بعد مسنون طریقہ پر وضو کرے۔ اب پانی پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر (اور اتنا پانی ڈالے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے) اور بدن کو ہاتھوں سے ملے۔ یہ ایک مرتبہ ہوا۔ دوبارہ اسی طرح پانی ڈالے کہ پہلے سر پر پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پھر اسی طرح تیسری مرتبہ پانی سر سے پیر تک بہائے۔

مسئلہ: غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا یا پڑھ کر پانی پر دم کرنا ضروری نہیں بلکہ نہاتے وقت کلمہ یا کوئی اور دعا نہ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ اس وقت کچھ نہ پڑھے۔

تیمّم کا حکم

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَاصَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْنَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَايَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّامَكَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُبْنُ الْحُضَيْرِ وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَااٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

ترجمہ...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' بیان فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے تو وہاں میرا ایک ہار ٹوٹ کر گر گیا تو اس کو تلاش کرانے کے لئے آپ نے وہاں قیام فرمالیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی ٹھہر گئے اور اس مقام پر پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔تو کچھ لوگوں نے (میرے والد ماجد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ آپ دیکھتے ہیں (آپ کی صاحبزادی) عائشہؓ نے کیا کیا ہے' انہوں نے (ہار گم کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب ساتھیوں کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ یہاں پانی ہے اور نہ لشکر کے ساتھ پانی ہے' پس (والد ماجد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اور آپ کو نیند آ گئی تھی' پس مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب ساتھیوں کے یہاں رکنے کا باعث بن گئی' اور صورت حال یہ ہے کہ یہاں (قریب میں) کہیں پانی نہیں ہے اور نہ لشکر کے ساتھ پانی کا انتظام ہے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ۔والد ماجد نے مجھے خوب ڈانٹا اور جو اللہ کو منظور تھا اس وقت انہوں نے مجھے وہ سب کہا اور (غصہ سے) میرے پہلو میں کونچے لگائے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اس لئے میں بالکل نہیں ہلی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے' یہاں تک کہ آپ نے صبح کی ایسے مقام پر اور ایسی حالت میں کہ وہاں پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی' تو سب لوگوں نے تیمّم کیا (اور تیمّم کر کے نماز ادا کی گئی) تو اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابوبکرؓ! یہ تیمّم کا حکم تمہاری پہلی برکت نہیں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اس اونٹ کو اٹھایا گیا' جو میری سواری میں تھا' تو میرا وہ ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں جس آیت تیمّم کا ذکر ہے اس سے غالباً سورۂ نساء کی یہ آیت مراد ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا

اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا تم سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو، یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمّم کر لیا کرو۔ (یعنی اس زمین پر دو ہاتھ مار کے) اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو، اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔

تیمم: بسا اوقات آدمی ایسی حالت اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کرنا اس کے لئے مضر ہوتا ہے، اسی طرح کبھی آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کے لئے وہاں پانی ہی میسر نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اگر بلا غسل اور بلا وضو یوں ہی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جاتی تو اس کا ایک نقصان تو یہ ہوتا کہ ان اتفاقات سے طبعیتیں طہارت چھوڑنے کی عادی بنتیں اور دوسرا اس سے بڑا نقصان یہ ہوتا کہ غسل اور وضو کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کا جو اہتمام محسوس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس حاضری کی عظمت اور اس کے تقدس کا جو تصور ذہن پر چھایا ہوا رہتا ہے وہ کمزور ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مجبوری کے ایسے حالات میں تیمّم کو غسل اور وضو کا قائم مقام بنا دیا ہے، اب غسل اور وضو سے مجبور ہونے کے حالات میں جب آدمی نماز وغیرہ کے لئے تیمّم کا اہتمام کرے گا تو اس کی عادت اور اس کے ذہن پر ان شاء اللہ اس طرح کا کوئی غلط اثر نہیں پڑے گا۔

تیمّم کرنے کا صحیح طریقہ

حضرت مفتی عبدالروف سکھروی مدظلہ لکھتے ہیں۔ تیمّم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تیمّم کی نیت کریں کہ یا اللہ میں آپ کی رضا کے لئے تیمّم کرتا ہوں اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ مٹی یا پتھر پر ماریں۔ اور دونوں ہاتھ جھاڑ کر پہلے اپنے چہرے پر پھیریں کہ بال برابر جگہ بھی ایسی نہ رہے جس پر ہاتھ نہ پھرا ہو۔ وضو کی طرح تیمّم میں بھی اگر بال برابر جگہ ایسی رہ گئی جہاں ہاتھ نہ پھرا ہو تو تیمّم نہیں ہوگا۔ پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی یا پتھر پر ماریں اور پہلے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیریں۔ اور اچھی طرح کہنیوں تک ہاتھ پھیریں اور انگلیوں کے اندر بھی ہاتھ پھیریں تاکہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے رہ نہ جائے۔

تیمّم کی حکمت

غسل اور وضو میں پانی استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجبوری کی حالت میں اس کے بجائے تیمّم کا حکم دیا، جس میں مٹی اور پتھر وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے، اس کی ایک حکمت تو بعض اہل تحقیق نے یہ بیان کی ہے کہ پوری زمین کے دو ہی حصے ہیں ایک بڑے حصہ کی سطح پانی ہے دوسرے حصہ کی سطح مٹی پتھر وغیرہ اس لئے پانی اور مٹی میں خاص مناسبت ہے نیز انسان کی ابتدائی تخلیق بھی مٹی اور پانی ہی سے ہوئی ہے علاوہ ازیں مٹی ہی ایسی چیز ہے جس کو انسان سمندر کے علاوہ ہر جگہ پا سکتا ہے اور مٹی کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرنے میں تذلل اور خاکساری کی بھی ایک خاص شان ہے اور چونکہ انسان کا آخری ٹھکانا مٹی اور خاک ہی ہے اور اس کو خاک ہی میں ملنا ہے اس لئے تیمّم میں موت اور قبر کی یاد بھی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

نماز کی فرضیت اور وعدۂ مغفرت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ ھُنَّ وَصَلَّاھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَھُنَّ وَخُشُوْعَھُنَّ کَانَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَلَہٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع سجود بھی جیسے کرنے چاہئیں ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارہ میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے۔ پھر اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے، تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا جو بندہ ایسی دو رکعت نماز پڑھے جس میں اس کو غفلت بالکل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس نماز ہی کے صلہ میں اسکے سارے سابقہ (چھوٹے) گناہ معاف فرما دیگا۔ (مسند احمد)

تشریح...... ان احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو صاحب ایمان بندہ اہتمام اور فکر کے ساتھ نماز اچھی طرح ادا کرے گا تو اولاً تو وہ خود ہی گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو گا اور اگر شیطان یا نفس کے فریب سے کبھی اس سے گناہ سرزد ہوں گے تو نماز کی برکت سے اس کو توبہ واستغفار کی توفیق ملتی رہے گی (جیسا کہ عام تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے) اور اس سب کے علاوہ نماز اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بھی بنتی رہے گی اور پھر نماز بجائے خود گناہوں کے میل کچیل کو صاف کرنے والی اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وعنایت کا مستحق بنانے والی وہ عبادت ہے جو فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک ہے اس لئے جو بندے نماز کے شرائط وآداب کا پورا اہتمام کرتے ہوئے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے عادی ہوں گے ان کی مغفرت بالکل یقینی ہے اور جو لوگ دعوائے اسلام کے باوجود نماز کے بارے میں کوتاہی کریں گے (ان کے حالات کے مطابق) اللہ تعالیٰ جو فیصلہ چاہے گا کرے گا' چاہے ان کو سزا دے یا اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور بخش دے۔ بہر حال وہ سخت خطرہ میں ہیں اور ان کی مغفرت اور بخشش کی کوئی گارنٹی نہیں۔

وقت پر نماز محبوب ترین عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دینی اعمال میں سے کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا' پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت اور جہاد سے افضل اور محبوب ترین عمل "نماز" کو بتلایا ہے اور بلاشبہ نماز کا مقام یہی ہے۔

نماز گناہوں سے معافی اور پاکی کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا' آپ نے ارشاد فرمایا بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے' اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... صاحب ایمان بندہ جس کو نماز کی حقیقت نصیب ہو۔ جب نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کی روح گویا اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے سمندر میں غوطہ زن ہوتی ہے اور جس طرح کوئی میلا کچیلا اور گندہ کپڑا دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک وصاف اور اجلا ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے انوار کی موجیں اس بندہ کے سارے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہیں اور جب دن میں پانچ دفعہ یہ عمل ہو تو ظاہر ہے کہ اس بندہ میں میل کچیل کا نام ونشان بھی نہ رہ سکے گا' پس یہی حقیقت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کے ذریعہ سمجھائی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا جب مومن بندہ خالص اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ (مسند احمد)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

بِعَدَدِ كُلِّ ذِكْرِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ

اذان کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ اِلْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَلَا شَیْءٌ اِلَّا شَھِدَلَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جو جن اور جو انسان اور چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ قیامت کے دن ضرور اس کے حق میں شہادت دے گی۔ (صحیح بخاری)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر چیز کو اپنی معرفت کا کوئی حصہ عطا فرمایا۔ اس لئے جب موذن اذان دیتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی توحید اور اس کے رسول کی رسالت اور اس کی دعوت کا اعلان کرتا ہے تو جن وانس کے علاوہ دوسری مخلوقات بھی اس کو سنتی اور سمجھتی ہیں اور قیامت میں اس کی شہادت ادا کریں گی۔ بلاشبہ اذان اور موذنوں کی یہ بڑی قابل رشک فضیلت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اذان کہنے والے قیامت کے دن دوسرے سب لوگوں کے مقابلے میں دراز گردن (یعنی سربلند) ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: شارحین نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کی سربلندی ہے اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ امتیاز اسی طرح حاصل ہوگا۔

البشیر والنذیر میں لکھا ہے کہ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد سرداری ہے موذنوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ انہیں آخرت میں اس قدر اجر وثواب ملے گا کہ وہ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھتے ہوں گے۔ اور انہیں قیامت کے دن عزت وسربلندی کا مقام عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ اردو زبان کا محاورہ ہے کہ فخر سے سر اونچا ہو گیا۔ ابن عربی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد سب سے زیادہ اعمال والے ہوں گے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ سب سے زیادہ جنت کی طرف دوڑتے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین (قسم) کے آدمی مشک کے ٹیلوں پر ٹھہرائے جائیں گے۔ ایک وہ نیک غلام جس نے دنیا میں اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی دوسرا وہ آدمی جو کسی جماعت کا امام بنا' اور لوگ (اس کی نیک عملی اور پاکیزہ سیرت کی وجہ سے) اس سے راضی اور خوش رہے اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کے لئے روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کے جس بندہ نے سات سال تک اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے لئے آتش دوزخ سے براءت لکھ دیجاتی ہے (یعنی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طے فرمادیا جاتا ہے کہ دوزخ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور اس کی آگ کے لئے اس بندہ کو چھونے کی بھی اجازت نہیں) (جامع ترمذی' سنن ابی داؤد' سنن ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ''اذان کہنے والے اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ اذان کہنے والے اذان پکارتے ہوں گے اور تلبیہ پڑھنے والے تلبیہ کی صدا بلند کرتے ہوں گے۔'' (معجم اوسط للطبرانی)

تشریح......اذان اور موذنوں کی جو غیر معمولی فضیلتیں ان حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان واسلام کا شعار اور اپنے معنی وترتیب کے لحاظ سے دین کی نہایت بلیغ اور جامع دعوت و پکار ہے اور موذن اس کا داعی اور گویا اللہ تعالیٰ کا نقیب اور منادی ہے۔ افسوس آج ہم مسلمانوں نے اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے اور اذان کہنا ایک حقیر پیشہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عظیم ترین اجتماعی گناہ کو معاف فرمائے اور توبہ واصلاح کی ہمیں توفیق دے۔

اذان دین کے بنیادی اصولوں کی دعوت

اذان اگرچہ بظاہر وقت نماز کے اعلان کا ایک وسیلہ اور نماز کا بلاوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے جامع کلمات الہام فرمائے ہیں جو دین کی روح بلکہ دین کے پورے بنیادی اصولوں کی تعلیم ودعوت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں دین کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے اس بارہ میں اسلام کا جو نظریہ ہے اس کے اعلان کے لئے **اللہ اکبر اللہ اکبر** سے بہتر اور اتنے جاندار الفاظ تلاش نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے عقیدہ توحید کا بلکہ صفات کا مسئلہ اسی سے صاف اور مکمل ہوتا ہے اس کے لئے **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ** جیسا جاندار اور موثر کوئی دوسرا مختصر کلمہ منتخب نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس حقیقت کے واضح اور معلوم ہوجانے کے بعد کہ بس اللہ ہی ہمارا الٰہ معبود ہے یہ سوال فوراً سامنے آجاتا ہے کہ اس اللہ تک پہنچنے کا راستہ یعنی اس سے بندگی کا صحیح رابطہ قائم کرنے کا طریقہ کہاں سے معلوم ہوسکے گا؟ اس کے جواب کے لئے **اشھد ان محمداً رسول اللہ** سے بہتر کوئی کلمہ نہیں سوچا جاسکتا' اس کے بعد'' **حی علی الصلوۃ**'' کے ذریعہ اس نماز کی دعوت دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور اس سے رابطہ قائم کرنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے اور اللہ کی طرف چلنے والے کا سب سے پہلا قدم بھی ہے اس کے بعد **حی علی الفلاح** کے ذریعہ اس حقیقت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہی راستہ فلاح یعنی نجات وکامیابی کی منزل تک پہنچانے والا ہے اور جو لوگ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلیں گے وہ فلاح سے محروم رہیں گے گویا اس میں عقیدہ آخرت کا اعلان ہے اور ایسے الفاظ کے ذریعہ اعلان ہے کہ ان سے صرف عقیدہ ہی کا علم نہیں ہوتا بلکہ وہ زندگی کا سب سے اہم اور قابل فکر مسئلہ بن کر ہمارے سامنے کھڑا ہوجاتا ہے اور آخر میں **اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الٰہ الا اللہ** کے ذریعہ پھر یہ اعلان اور پکار ہے کہ انتہائی عظمت وکبریائی والا بس اللہ ہی ہے اور وہی بلاشرکت غیرے الٰہ برحق ہے اس لئے بس اسی کی رضا کو اپنا مطلوب ومقصود بناؤ۔

بار بار غور کیجئے کہ اذان کے ان چند کلمات میں دین کے بنیادی اصولوں کا کس قدر جامع اعلان ہے اور کتنی جاندار اور موثر دعوت ہے گویا ہماری ہر مسجد سے روزانہ پانچ وقت دین کی یہ بلیغ دعوت نشر کی جاتی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

اذان کا جواب اور اسکے بعد کی دُعاء

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَحَدُکُمُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ .

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اور (اس کے جواب میں) تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر' پھر موذن کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور جو جواب دینے والا بھی (اس کے جواب میں) کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پھر موذن کہے اشھد ان محمدا رسول اللہ اور جواب دینے والا بھی کہے اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر مؤذن کہے حی علی الصلوۃ تو جواب دینے والا کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر موذن کہے حی علی الفلاح اور جواب دینے والا کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اور جواب دینے والا بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر ' پھر موذن کہے لا الٰہ الا اللہ اور جواب دینے والا بھی کہے لا الٰہ الا اللہ اور کہنا دل سے ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اذان کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ وہ نماز باجماعت کا اعلان ہے دوسرے یہ کہ وہ ایمان کی دعوت اور دین حق کا منشور ہے۔

پہلی حیثیت سے اذان سننے والے اور ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز میں شرکت کے لئے تیار ہو جائے اور ایسے وقت مسجد میں پہنچ جائے کہ بآسانی جماعت میں شریک ہو سکے۔

دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جزء اور ہر کلمے کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اور اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمان عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا جواب دینے کی اور اس کے بعد دعا پڑھنے کی اپنے ارشادات میں جو تعلیم و ترغیب دی ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اذان کا جواب جو بظاہر ایک معمولی سا عمل ہے اس پر داخلہ جنت کی بشارت کا کیا راز ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص موذن کی اذان سننے کے وقت (یعنی جب وہ اذان پڑھ کر فارغ ہو جائے) کہے

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا

ترجمہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں راضی و خوش ہوں اللہ کو رب مان کر اور حضرت محمد کو رسول اللہ مان کر اور اسلام کو دین حق مان کر تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی بخشش کے

بارے میں کچھ ضروری وضاحت سبق نمبر ۵ میں وضو کے فضائل و برکات کے بیان میں کی جا چکی ہے وہ یہاں بھی ملحوظ ذہنی چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بندہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ

''اے اللہ اس دعوت تامہ کاملہ اور اس صلوٰۃ قائمہ و دائمہ کے رب! (یعنی اے وہ اللہ جس کے لئے اور جس کے حکم سے یہ اذان اور یہ نماز ہے) محمد (اپنے رسول پاک) کو وسیلہ اور فضیلت کا خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان کے لئے وعدہ فرمایا ہے''

تو وہ بندہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہو گیا (بخاری)

تشریح...... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین چیزوں کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو بندہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ان تین چیزوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کرنے کی دعا کرے گا وہ قیامت کے دن شفاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور سے حق دار ہوگا ایک وسیلہ دوسرے فضیلۃ تیسرے مقام محمود۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس وسیلہ کی تشریح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقبولیت و محبوبیت کا ایک خاص الخاص مقام و مرتبہ اور جنت کا ایک مخصوص و ممتاز درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک ہی بندہ کو ملنے والا ہے اور سمجھنا چاہئے کہ فضیلۃ بھی گویا اسی مقام ایک عنوان ہے اور اسی طرح مقام محمود و مقام عزت ہے جس پر فائز ہونے والا ہر ایک کی نگاہ میں محمود اور محترم ہوگا اور سب اس کے ثنا خواں اور شکر گزار ہوں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلال کے ظہور کا خاص دن ہوگا اور سارے انسان اپنے اعمال اور احوال کے اختلاف کے باوجود اس وقت دہشت زدہ اور پریشان ہوں گے۔ حتیٰ کہ حضرت نوح وابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ کر سکیں گے تو اس وقت سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی احکم الحاکمین کی بارگاہ جلال میں سب سے پہلے سارے انسانوں کے لئے حساب اور فیصلہ کی استدعا اور شفاعت کریں گے اور اس کے بعد گنہگاروں کی سفارش اور ان کے دوزخ سے نکالے جانے کی استدعا کا دروازہ بھی آپ ہی کے اقدام سے کھلے گا خود آپ کا ارشاد ہے۔ سب سے پہلا شافع میں ہوں گا اور بارگاہ خداوندی میں سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی نیز آپ کا ارشاد ہے قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور آدم اور ان کے علاوہ سارے انبیاء و رسل اور ان کے پیروکار میرے اسی جھنڈے کے نیچے ہوں گے بس یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے۔

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً "(بنی اسرائیل)

(امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرما دے)

الغرض وہ خاص الخاص مرتبہ اور درجہ جس کو حدیث میں وسیلہ اور فضیلہ کہا گیا ہے اور عزت و امتیاز اور محمودیت عامہ کا وہ مقام بلند جس کو قرآن مجید میں اور اس حدیث میں مقام محمود کہا گیا ہے۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیوں پر یہ نوازش ہے کہ زیر تشریح حدیث میں آپ نے ہم کو اس کی ترغیب دی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یہ درجے اور مقامات آپ کو عطا کئے جائیں اور بتلایا کہ جو کوئی میرے لئے یہ دعا کرے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا خاص طور سے مستحق ہوگا۔

فائدہ: مندرجہ بالا حدیثوں پر عمل کرنے کا طریقہ اور ترتیب یہ ہے کہ موذن کی اذان کے ساتھ تو اس کے ہر کلمے کو دہرایا جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں درج بالا دعا کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ان احکام کی روح کو سمجھ کر ان پر عمل کی حقیقی برکات حاصل کریں۔

اقامت کی ترغیب

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَاعَتَانِ لَاتُرَدُّ عَلٰى دَاعٍ دَعْوَتُهٗ حِيْنَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ وَفِي الصَّفِّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوگھڑیاں ایسی ہیں جن میں کسی مانگنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی (ایک اس وقت) جب نماز کے لئے اقامت یعنی تکبیر کہی جارہی ہو۔ دوسرے میدان جہاد کے اندر صف میں۔ (صحیح ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری اس مسجد میں اذان سنے اور بغیر کسی ضرورت کے اس سے نکل جائے اور پھر لوٹ کر نہ آئے تو وہ منافق ہی ہوسکتا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط)

اذان اور اقامت کے درمیان دعاء کی ترغیب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد ترمذی نسائی ابن خزیمہ ابن حبان)

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ (اذان اور اقامت کے درمیان) دعاء کیا کرو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ "صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کیا کہیں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگا کرو۔

چند مسائل اذان واقامت

مؤذن، عاقل، بالغ، صالح، صحیح خواں اور اذان واقامت کے اوقات ومسائل سے واقف ہونا چاہئے۔

اذان واقامت سیکھ کر قواعد وتجوید کے مطابق اس طرح دینے چاہئیں کہ تمام حروف اپنے اپنے مخارج سے ادا ہوں، جمہ حرکات وسکنات، غنہ اور مد وغیرہ ٹھیک ادا ہوں، اذان واقامت کے کلمات کے اوّل آخر میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو۔

ایسی خوش الحانی کو اختیار کرنا جس سے حرکات وسکنات یا حروف کی ان کے مخارج سے صحیح ادائیگی نہ ہو یا بے جا مد کیا جائے تو ایسا کرنا ناجائز ہے۔

بعض حضرات اذان مسلسل دیئے جاتے ہیں کہ سننے والوں کو جواب دینے کا موقع ہی نہیں دیتے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بعض مساجد میں شرعی مجبوری کے بغیر ڈاڑھی منڈوانے یا کترنے والے اذان دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسا شخص فاسق ہے۔ اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ایسا شخص اذان دیدے تو اُسکی اذان کو لوٹانا مستحب ہے۔

بعض لوگ اکامت کے آخرت میں کھڑے ہوتے ہیں اور اکامت کے فوراً بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اس سے بچنا چاہئے احادیث میں صفوں کے اہتمام کی بے حد تاکید آئی ہے اس کے پیش نظر شروع تکبیر ہی میں کھڑے ہوجانا بہتر ہے۔ بالخصوص آج کل کے حالات میں جہاں شروع تکبیر میں کھڑے ہونے پر بھی صفیں درست نہیں ہوتیں۔

وقت آنے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں وقت آنے پر دوبارہ اذان دینا ضروری ہے ورنہ وہ نماز بغیر اذان کے ادا ہوگی۔

مساجد

عَنْ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہروں اور بستیوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اُن کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ ان کے بازار اور منڈیاں ہیں (صحیح مسلم)

تشریح: انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک ملکوتی و روحانی، یہ نورانی اور لطیف پہلو ہے اور دوسرا مادی و بہیمی جو ظلماتی اور کثیف پہلو ہے۔ ملکوتی و روحانی پہلو کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر جیسے مقدس اشغال و اعمال ہیں۔ انہیں سے اس پہلو کی تربیت و تکمیل ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و محبت کا مستحق ہوتا ہے اور ان مبارک اشغال و اعمال کے خاص مراکز مسجدیں ہیں جو ذکر و عبادت سے معمور رہتی ہیں اور اس کی وجہ سے ان کو "بیت اللہ" سے ایک خاص نسبت ہے اس لئے انسانی بستیوں اور آبادیوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب یہ مسجدیں ہی ہیں۔ اور بازار اور منڈیاں اپنے اصل موضوع کے لحاظ سے انسانوں کی مادی و بہیمی تقاضوں اور نفسانی خواہشوں کے مراکز ہیں اور وہاں جا کر انسان عموماً خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان کی فضا اس غفلت کی کثرت کی وجہ سے ظلماتی اور مکدر رہتی ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسانی آبادیوں کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ حصہ ہیں۔

حدیث کی اصل روح اور اس کا منشاء یہ ہے کہ اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ مسجدوں سے زیادہ سے زیادہ تعلق رکھیں اور ان کو اپنا مرکز بنائیں اور منڈیوں اور بازاروں میں صرف ضرورت سے جائیں اور ان سے دل نہ لگائیں اور وہاں کی آلودگیوں سے مثلاً جھوٹ، فریب اور بددیانتی سے اپنی حفاظت کریں۔ ان حدود کی پابندی کے ساتھ بازاروں سے تعلق رکھنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسے سوداگروں اور تاجروں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور اصول دیانت و امانت کی پابندی کے ساتھ تجارتی کاروبار کریں اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بیت الخلاء غلاظت اور گندگی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اصلاً سخت ناپسندیدہ مقام ہے لیکن ضرورت کے بقدر اس سے بھی تعلق رکھا جاتا ہے، بلکہ وہاں کے آنے جانے میں اور قضاء حاجت میں اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و سنن کا لحاظ رکھے تو بہت کچھ ثواب بھی کما سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جس وقت بھی صبح کو یا شام کو اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کراتا ہے وہ جتنی دفعہ بھی صبح و شام کو جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندہ صبح و شام جس وقت بھی اور دن میں جتنی دفعہ بھی خدا کے گھر میں (یعنی مسجد میں) حاضر ہوتا ہے، رب کریم اس کو اپنے عزیز مہمان کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر دفعہ کی حاضری پر جنت میں اس کے لئے مہمانی کا خاص سامان تیار کراتا ہے جو وہاں پہنچنے کے بعد بندہ

کے سامنے آنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رب کریم کے جنت والے سامان مہمانی کا یہاں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (اور مہمان) ہیں اور جن کی ملاقات کو کوئی آئے اس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام اور اس کی خاطر داری کرے۔ (کنز العمال)

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس امت کی دینی زندگی کی تشکیل و تنظیم اور تربیت وحفاظت میں مسجد اور جماعت کا کتنا بڑا دخل ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو جماعتی نظام کے ساتھ نماز ادا کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی اور ترک جماعت پر سخت سے سخت وعیدیں سنائیں اور دوسری طرف آپ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا اور کعبۃ اللہ کے بعد بلکہ اسی کی نسبت سے ان کو بھی ''خدا کا گھر'' اور امت کا دینی مرکز بنایا اور ان کی برکات اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی عظمت ومحبوبیت بیان فرما کر امت کو ترغیب دی کہ ان کے جسم خواہ کسی وقت کہیں ہوں لیکن ان کے دلوں اور ان کی روحوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آدمی کی نماز جو وہ جماعت سے مسجد میں ادا کرے اس کی اس نماز کے مقابلہ میں جو اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھے (ثواب میں) پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس جانے میں نماز کے سوا اس کا کوئی دنیوی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دی جاتی ہے پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک برابر اس کے حق میں عنایت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہے' ان فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے اے اللہ اپنے اس بندے پر خاص عنایت فرما۔ اس پر رحمت فرما اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں مسجد میں رہتا ہے اللہ کے نزدیک اور اس کے حساب میں وہ برابر نماز ہی میں رہتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بہ نسبت گھر اور دوکان وغیرہ کے ۲۵ گنا ثواب' اور راستہ کے ہر قدم پر ایک درجہ کی بلندی اور ایک گناہ کی معافی' یہ کتنی بڑی نعمت اور کتنی ارزاں دولت ہے؟ اور پھر اس سے بھی آگے فرشتوں کی دعا کیسی عظیم نعمت ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں فرشتوں کی اس دعا میں اسکا اضافہ بھی ہے

(اے اللہ اس بندے کی مغفرت فرمادے' اس کی توبہ کو قبول فرمالے)

نیز اسی روایت کے آخر میں ایک اضافہ یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنے والے اس بندے کے حق میں فرشتے یہ دعائیں اس وقت تک برابر کرتے رہتے ہیں جب تک وہ کسی کو (اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے) ایذا نہ پہنچائے یا اس کا وضو ٹوٹ نہ جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ آمین

مسجد کے آداب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمًا اِذْ رَأٰی نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَیَّظَ عَلَی النَّاسِ ثُمَّ حَكَّهَا قَالَ: وَاَحْسِبُهٗ قَالَ: فَدَعَا بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَخَهٗ بِهٖ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قِبَلَ وَجْهِ اَحَدِكُمْ اِذَا صَلّٰی فَلَا یَبْصُقْ بَیْنَ یَدَیْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک آپ کی نظر مسجد کے قبلہ کی طرف والی دیوار پر پڑ گئی جس پر کسی نے تھوک دیا تھا۔ (اس کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر ناراض ہوئے اور پھر اسے کھرچ کر صاف کر دیا راوی کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ انہوں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ پھر آپ نے زعفران منگایا اور اس جگہ پر لگا دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اس لئے اپنے سامنے تھوکا نہ کرو۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی خشک ٹہنی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی قبلہ والی دیوار پر تھوک دیکھ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور کھجور کی پرانی خشک ٹہنی سے اس کو کھرچ کر نکال دیا پھر ارشاد فرمایا تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ اس سے اعراض کرے؟ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اس لئے کوئی اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف تھوکے بلکہ بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوکے اگر (یہ نہ ہو سکے) تھوک زیادہ آ رہا ہو تو اپنے کپڑے پر اس طرح تھوک دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کو منہ پر رکھا۔ اور پھر اس کو ملا کر رگڑا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

تشریح: بائیں طرف پیر کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے کہ نماز مسجد میں نہ پڑھتا ہو اور اگر مسجد میں پڑھتا ہو تو اپنے کپڑے میں ہی تھوکے' اس زمانے میں رومال وغیرہ ہیں اور دائیں طرف تھوکنے سے ممانعت کی وجہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ فرشتہ دائیں طرف ہوتا ہے۔ سامنے تھوکنے سے ممانعت کی وجہ ادب کی رعایت ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے اور فرشتہ سے مراد یا تو کراماً کاتبین کے علاوہ وہ فرشتہ ہے جو نماز کے وقت نمازی کی تائید کرنے اور اس کی دعا پر آمین کہنے کے لئے حاضر ہوتا ہے لہذا نمازی پر اپنے مہمان کا اکرام واجب ہے یا اس سے مراد کراماً کاتبین ہیں اور دائیں طرف والے فرشتہ کو خاص کیا اس کی بائیں طرف والے پر فضیلت ظاہر کرنے کے لئے جیسا کہ دائیں طرف افضل ہے بائیں طرف سے اور رحمت کا فرشتہ افضل ہے عذاب کے فرشتے سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مسجد سے کوئی تکلیف دہ چیز نکال دی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قبلہ کی طرف تھوکے قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی آنکھوں کے سامنے لگا ہوا ہوگا۔ (یعنی چہرہ پر) ظاہر ہوگا۔ (ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

تشریح:۔ ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا تھوک اس کے چہرہ پر ہوگا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے محلوں میں مسجد بنائیں اور انہیں صاف ستھرا رکھیں۔ (احمد، ترمذی)

تشریح: حدیث کے لفظ کا علماء نے ترجمہ یہ بھی کیا ہے ''گھروں میں'' اس اعتبار سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں مسجدیں بنائیں۔ گھر کے ایک حصہ کو مسجد کے لئے مخصوص کر دیں جس کو مسجد کی طرح صاف ستھرا رکھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے، اور نوافل گھر میں آکر ادا فرماتے۔

وہ کام جن کا مسجد میں کرنا جائز نہیں

حدیث شریف میں ہے:

مسجدیں صرف اللہ ہی کے ذکر کیلئے بنائی گئی ہیں پس جو کام بھی ذکر اللہ کے متعلق نہ ہو اس کا کرنا مسجد میں جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے مسجد کی ویرانی ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اجرت پر (یعنی تنخواہ لے کر) علم دین پڑھاتا ہو اس کو بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا منع ہے۔

اسی طرح کسی ایسی چیز کا اعلان کرنا جو مسجد سے باہر کہیں کھوگئی ہو منع ہے۔

اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا ممنوع ہے۔

مسجد میں قبلہ کی جانب اشتہارات یا مختلف کیلنڈر آویزاں کرنا مکروہ ہے کہ اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

جنبی اور حیض والی عورت کو مسجد میں جانا گناہ ہے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں انگلیوں کو چٹخاتے رہتے ہیں اس سے بھی سختی سے بچنا چاہئے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ **یا اللہ!** ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ **یا اللہ!** ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مسجد میں داخل ہونے اور باہر آنے کی دعا

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ: ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہونے لگے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ (اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے باہر جانے لگے تو دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... قرآن و حدیث میں رحمت کا لفظ زیادہ تر اخروی اور دینی و روحانی انعامات کے لئے اور فضل کا لفظ رزق وغیرہ دنیوی نعمتوں میں زیادتی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے داخلہ کے لئے رحمت کا دروازہ کھولنے کی دعا تعلیم فرمائی، کیونکہ مسجد دینی و روحانی اور اخروی نعمتوں ہی کے حاصل کرنے کی جگہ ہے اور مسجد سے نکلتے وقت کے لئے اللہ سے اس کا فضل یعنی دنیوی نعمتوں کی فراوانی مانگنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ مسجد سے باہر کی دنیا کے لئے یہی مناسب ہے۔ ان دونوں باتوں کا خاص منشاء یہ ہے کہ مسجد میں آنے اور جانے کے وقت بندہ غافل نہ ہو اور ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ سائل کی حیثیت سے ہو۔

ان دُعاؤں کی حکمت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ اپنے وعظ ''درود شریف کے فضائل'' میں ان دُعاؤں کی حکمت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دو عجیب دعائیں تلقین فرمائیں ہیں، فرمایا کہ داخل ہوتے وقت یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں۔ گویا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی دعا مانگی، اور مسجد سے نکلتے وقت فضل کی دعا مانگی۔

علماء نے ان دونوں دعاؤں کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں عام طور پر ''رحمت'' کا اطلاق آخرت کی نعمتوں پر ہوتا ہے، چنانچہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کیلئے ''رحمہ اللہ'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے الفاظ سے دعا کی جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ اور ''فضل'' کا اطلاق عام طور پر دنیاوی نعمتوں پر ہوتا ہے، مثلاً مال و دولت، بیوی بچے، گھربار، روزی کمانے کے اسباب وغیرہ کو ''فضل'' کہا جاتا ہے۔ لہٰذا مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا کرو کہ اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے، یعنی آخرت کی نعمتوں کے دروازے کھول دیجئے۔ اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد مجھے ایسی عبادت اور آپ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے جس کے

ذریعہ آپ کی رحمت یعنی آخرت کی نعمتوں کے دروازے مجھ پر کھل جائیں اور آخرت کی نعمتیں مجھے حاصل ہو جائیں۔

اور چونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد یا تو آدمی اپنے گھر جائیگا یا ملازمت کیلئے دفتر جائیگا یا اپنی دکان پر جائیگا اور کسب معاش کریگا۔اس لئے اس موقع پر یہ دعا تلقین فرمائی کہ اے اللہ، مجھ پر اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے، یعنی دنیاوی نعمتوں کے دروازے کھول دیجئے۔

آپ غور کریں کہ اگر انسان کی صرف یہ دو دعائیں قبول ہو جائیں تو پھر انسان کو اور کیا چاہئے؟ اس لئے کہ دنیا میں اللہ کا فضل مل گیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت حاصل ہو گئی'' اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں ان دونوں دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین'' اور جب یہ عظیم الشان دعائیں کرو تو اس سے پہلے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو گے تو چونکہ وہ درود تو اللہ نے قبول ہی کرنا ہے' یہ ممکن نہیں کہ اسکو قبول نہ کریں۔اس لئے کہ اللہ تو قبولیت کا پہلے سے اعلان کر چکے ہیں' اور جب درود شریف قبول کریں گے تو اسکے ساتھ ہماری یہ دعائیں بھی قبول کر لیں گے' اور اگر یہ دعائیں قبول ہو گئیں تو دنیا آخرت کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔اس لئے مسجد میں جاتے وقت اور نکلتے وقت درود شریف ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

مسجد کی آبادکاری کے لئے چند کام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد کو آباد کرنے کے لئے اور اُس کے عالمگیر پیغام کو زندہ کرنے کے لئے چند کام کئے جائیں۔

۱- مساجد کے امام ایسے علماء منتخب کئے جائیں جنہوں نے اسلامی علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کیا ہو اور ایسی دینی درسگاہوں سے تعلیم پائی ہو جن کے معیار تعلیم و تربیت پر اعتماد کیا جاتا ہو۔

۲- مسجد میں امام اور محلے کی عوام پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جس کے نظام کے مطابق یہ سب لوگ ہر روز یا ہر ہفتے محلے کی عوام سے شخصی ملاقاتیں کریں۔اور اُنہیں مسجد کی حاضری کے لئے ترغیب دیں۔

۳- ہر مسجد میں روزانہ مختصر عام فہم انداز میں درس قرآن ہونا چاہئے۔جس میں عام مسلمان شریک ہوں۔

۴- ہر مسجد میں ایک مختصر دارالمطالعہ ہونا چاہئے جس میں مقامی زبان میں لکھی ہوئی دینی کتابوں کا مستند ذخیرہ موجود ہو اور عام مسلمان اُس سے فائدہ اُٹھائی۔

۵- امام مسجد کو چاہئے کہ وہ ایک دن عورتوں کی تعلیم کے لئے مقرر کرلے خواتین محلے کے کسی گھر میں جمع ہوں اور امام اُن کو (پردے میں) نصیحت کرے اور اُنہیں دین کے ضروری احکام بتائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

مسجد سے تعلق....ایمان کی نشانی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت اور نگہداشت کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دو' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد وہی لوگ کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر۔ (جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' مسند دارمی)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مرکز اور دین کا شعار و نشان ہے اس لئے اس کے ساتھ مخلصانہ تعلق اور اس کی خدمت و نگہداشت اور اس بات کی فکر و کوشش کہ وہ اللہ کے ذکر و عبادت سے معمور اور آباد رہے یہ سب سچے ایمان کی نشانی اور دلیل ہے۔

مسجدوں میں صفائی اور خوشبو کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجدیں بنانے کا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کی صفائی کا اور خوشبو کے استعمال کا اہتمام کیا جائے۔ (سنن ابی داؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ جو محلے اور آبادیاں دور دور ہوں (جیسا کہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا حال تھا) تو ضرورت کے مطابق وہاں مسجدیں بنائی جائیں اور ہر قسم کے کوڑے کرکٹ سے ان کی صفائی کا اور ان میں خوشبو کا انتظام کیا جائے' مسجدوں کو دینی عظمت اور اللہ تعالیٰ سے ان کی نسبت کا یہ بھی خاص حق ہے۔

مساجد کی ظاہری شان و شوکت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے خدا کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا ہے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا (یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بطور پیشین گوئی) فرمایا کہ یقیناً تم لوگ اپنی مسجدوں کی آرائش و زیبائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں میں کی ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشاء اور اس کی روح یہ ہے کہ مسجدوں میں ظاہری شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ مطلوب اور محمود نہیں ہے بلکہ ان کے لئے سادگی ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔ آگے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسجدوں کے متعلق امت کی بے راہ روی کے بارہ میں جو پیشین گوئی فرمائی ظاہر یہی ہے کہ وہ بات بھی انہوں نے کسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہوگی۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی ایک وقت (جب میں تم میں نہ ہوں گا) اپنی مسجدوں کو اسی طرح شاندار بناؤ گے جس طرح یہود نے اپنے کنیسے بنائے ہیں اور نصاریٰ نے اپنے گرجے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریباً ساٹھ سال تک اس دنیا میں رہے) مسلمانوں کے مزاج اور طرز زندگی میں تبدیلی کا رخ اور اس کی رفتار دیکھ کر یہ پیشین گوئی فرمائی ہو۔ بہرحال پیشین گوئی کی بنیاد جو بھی ہو حرف بحرف پوری ہوئی' ہندوپاک ہی کے بعض علاقوں میں ایسی مسجدیں دیکھی جاسکتی ہیں جن کی آرائش وزیبائش کے مقابلے میں کوئی کنیسہ اور کوئی گرجا پیش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسجدوں کے بارے میں لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر ومباہات کرنے لگیں گے۔ (یعنی اپنی فوقیت اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے ایک کے مقابلہ میں ایک شاندار مسجد بنائے گا)

(سنن ابی داؤد' سنن نسائی' مسند دارمی' سنن ابن ماجہ)

تشریح...... قیامت کی نشانیوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اس کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی جیسے دجال کا نکلنا اور آفتاب کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا وغیرہ وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو قیامت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں پیدا ہونے والی جن خرابیوں اور جن فتنوں کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا ہے وہ اکثر اسی قسم کی ہیں اور مسجدوں کے بارہ میں فخر ومباہات بھی انہی میں سے ہے اور مسلمان اب سے بہت پہلے اس میں مبتلا ہوچکے ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

مَلأَ السَّمٰوٰاتِ وَمِلأَ الْاَرْضِ وَمِلأَ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

مسجد بنانے کی ترغیب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِیْہِ حِیْنَ بَنٰی مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ اَکْثَرْتُمْ عَلَیَّ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

ترجمہ: لوگوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مسجد نبوی کے بنانے اور توسیع کرنے پر اعتراض کیا تو ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر بہت اعتراضات کئے۔ حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتا سنا ہے کہ جس نے کوئی مسجد بنائی اور اس سے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرتا ہے۔ (بخاری، ومسلم وغیرھما)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لئے بٹیر کے گھونسلے کے برابر بھی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں شاندار محل بنائے گا۔ (بزار، طبرانی، ابن حبان)

تشریح: مسجد کی تعمیر کا ثواب سن کر لوگوں کو شوق پیدا ہو کہ ہم بھی مسجد بنائیں تو اس کیلئے ضروری ہے مسجد بنانے پر ثواب تک ہی ہوگا جب اسی جگہ مسجد بنائی جائے جہاں واقعی مسجد بنانے کی ضرورت ہو ورنہ پہلے سے موجود مسجد کے برابر میں مسجد تعمیر کرنا یہ بے محل مصرف ہوگا اس لئے مسجد ایسی جگہ بنائی جائے جہاں ضرورت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب ممالک فتح ہوئے اور مسجدیں بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ ایک شہر میں دو مسجدیں اس طرح نہ بنائیں کہ ایک سے دوسرے کو نقصان پہنچے یعنی دوسری مسجد اگر بنائی جائے تو اتنے فاصلے پر بنائی جائے کہ پہلی مسجد کی جماعت پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بساط کے مطابق اتنی چھوٹی سی مسجد ہی بنوا دی جیسا کہ بٹیر کا گھونسلہ تو اس کے لئے بھی جنت میں محل ہے، بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ مسجد کے بنانے میں کچھ پیسے ہی دے کر کوئی شرکت کرے کہ اس حصہ میں ایک دو اینٹ ہی آتی ہو جو یقیناً بٹیر کے گھونسلے کے برابر ہوگی اس پر بھی یہ فضیلت ہے)

مسجد کی صفائی اور اس کو پاک رکھنے اور اس میں خوشبو لگانے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد میں نہ پایا تو چند روز کے بعد اس کے متعلق پوچھا، کسی نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے کیوں خبر نہ کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کی نماز (جنازہ) پڑھی۔ (بخاری ومسلم ابن ماجہ)

تشریح: مسجد کی صفائی کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ مسجد کی صفائی کرنے والی عورت کی نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر جا کر ادا فرمائی۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح...... مسجدوں کی دینی عظمت اور حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی خاص نسبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی بدبو سے ان کی حفاظت کی جائے چونکہ لہسن اور پیاز میں بھی ایک طرح کی بدبو ہوتی ہے اور بعض مخصوص علاقوں میں پیدا ہونے والی ان دونوں چیزوں کی بو بہت ہی تیز اور سخت ناگوار ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ ان کو کچا بھی کھاتے تھے اس لئے آپ نے حکم دیا کہ ان کو کھا کر کوئی آدمی مسجد میں نہ آئے اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جس چیز سے سلیم الطبع آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے اللہ کے فرشتوں کو بھی اذیت ہوتی ہے اور مسجدوں میں چونکہ فرشتوں کی آمد و رفت بڑی کثرت سے ہوتی ہے اور خاص کر نماز میں وہ بنی آدم کے ساتھ بڑی تعداد میں شریک رہتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ بدبو جیسی کسی بھی چیز سے ان مقدس اور محترم مہمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

ایک دوسری حدیث میں وضاحت کے ساتھ پیاز اور لہسن دونوں کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو کھا کر کوئی ہماری مسجد میں نہ آیا کرے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو یہ چیزیں کھانی ہی ہوں تو وہ پکا کر ان کی بدبو زائل کر لیا کرے۔

ان حدیثوں میں اگرچہ صرف پیاز اور لہسن کا ذکر آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ہر بدبودار ایسی چیز کا جس سے سلیم الفطرت انسانوں کو اذیت پہنچے یہی حکم ہے۔

مسجدوں میں شعر بازی اور خرید و فروخت کی ممانعت

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں میں شعر بازی کرنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے لوگ اپنے حلقے بنا بنا کر بیٹھیں (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

تشریح...... مسجدوں کی دینی عظمت کا یہ بھی حق ہے کہ جو مشغلے اللہ کی عبادت سے اور دین سے قریبی تعلق نہ رکھتے ہوں وہ اگرچہ اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے جائز ہوں (خواہ کاروباری ہوں جیسے تجارت سوداگری یا تفریحی ہوں جیسے مشاعرے اور ادبی مجلسیں) مسجدیں ان کے لئے استعمال نہ کی جائیں۔ مسجد میں شعر بازی اور خرید و فروخت کی ممانعت کی بنیاد یہی ہے حدیث کا آخری جز جو جمعہ کے دن سے متعلق ہے اس کا منشاء اور مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو لوگ جمعہ کے دن نماز کے لئے پہلے سے مسجد پہنچ جائیں (جس کی خود حدیثوں میں ترغیب دی گئی ہے) ان کو چاہیے کہ وہ نماز تک یکسوئی کے ساتھ ذکر و عبادت اور دعا جیسے اشغال میں مشغول رہیں اپنے الگ الگ حلقے اور مجلسیں قائم نہ کریں۔

چھوٹے بچوں اور شور سے مسجدوں کی حفاظت

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مسجدوں سے دور اور الگ رکھو اپنے چھوٹے بچوں کو اور دیوانوں کو (ان کو مسجدوں میں نہ آنے دو) اور اسی طرح مسجدوں سے الگ اور دور رکھو اپنی خرید فروخت کو اور اپنے باہمی جھگڑوں کو اور اپنے شور وشغب کو اور حدوں کے قائم کرنے کو اور تلواروں کو نیاموں سے نکالنے کو (یعنی ان میں سے کوئی بات بھی مسجدوں کی حدود میں نہ ہو، یہ سب باتیں مسجد کے تقدس اور احترام کے خلاف ہیں) (سنن ابن ماجہ)

مسجدوں میں دنیا کی بات نہ کی جائے

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت اپنے دنیوی معاملات میں ہوا کرے گی، تمہیں چاہئے کہ ان لوگوں کے پاس بھی نہ بیٹھو، اللہ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح...... مسجد چونکہ خانہ خدا ہے اس لئے اس کے ادب کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جن کا اللہ کی رضا طلبی سے اور دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ہاں مسلمانوں کے اجتماعی اور ملی مسائل کے بارے میں خواہ ان کا تعلق مسلمانوں کی زندگی کے کسی شعبہ سے ہو، ان کے بارے میں مسجدوں میں مشورے کئے جا سکتے ہیں اور اس سلسلہ کے کاموں کے لئے مسجدوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی مسجدوں کے عام آداب کا لحاظ ضروری ہوگا نیز یہ بھی شرط ہوگی کہ یہ جو کچھ ہوا للہ کی ہدایت کے تحت ہو اس سے آزاد ہو کر نہ ہو۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ مَا فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ
حَرْفًا حَرْفًا وَبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

مسجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا اسْتَأْذَنَکُمْ نِسَائُکُمْ بِاللَّیْلِ فَأْذَنُوْ لَھُنَّ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری بیویاں رات کو مسجد جانے کے لئے تم سے اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دیا کرو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو اور ان کے لئے بہتر ان کے گھر ہی ہیں۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جبکہ مسجد نبوی میں پانچوں وقت کی نماز بہ نفس نفیس آپ خود پڑھاتے تھے تو آپ کی طرف سے بار بار اس کی وضاحت کے باوجود کہ عورتوں کے لئے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے بہت سی نیک بخت عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کم از کم رات کی نمازوں میں (یعنی عشاء اور فجر میں) مسجد میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کریں۔ لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے اور ان کا یہ اجازت نہ دینا کسی فتنہ کے اندیشہ سے یا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہ تھا (کیونکہ اس وقت کا پورا اسلامی معاشرہ اس لحاظ سے ہر طرح قابل اطمینان تھا) بلکہ ایک قسم کی غیرت اس کی بنیاد تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں اگر رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دینا چاہئے لیکن خود عورتوں کو آپ برابر یہی سمجھاتے رہے کہ بیویو! تمہارے لئے زیادہ بہتر اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا ہے جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے اور زیادہ واضح ہو جائے گا۔

مشہور صحابی ابوحمید ساعدی کی بیوی ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کیا کروں، آپ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ (یعنی میرے پیچھے جماعت کے ساتھ) نماز پڑھنے کی بڑی چاہت ہے اور مسئلہ شریعت کا یہ ہے کہ تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصے میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل اور بہتر ہے جو تم اپنے بیرونی صحن میں پڑھو اور بیرونی صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے محلّہ کی مسجد میں (جو تمہارے مکان سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے محلّہ والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آ کر نماز پڑھو۔ (کنز العمال بحوالہ مسند احمد)

تشریح...... اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی وضاحت بار بار اور مختلف موقعوں پر فرمائی ہے لیکن اس کے باوجود بہت سی صحابیات کا دلی جذبہ یہی ہوتا تھا کہ چاہے ہمارے لئے اپنے گھروں میں نماز

پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کی بات ہو لیکن ہم کم از کم رات کی نمازیں مسجد میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہی پڑھ لیا کریں اور چونکہ اس جذبہ کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کی سچی ایمانی محبت تھی اور اس زمانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ عورتیں اگر رات کو مسجدوں میں جانے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت دے دیا کرو۔ بہر حال یہ اجازت دینے کا حکم اس وقت کا ہے جب کہ عورتوں کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں تھا اور بعض صحابہ کرام صرف عرفی غیرت یا اپنے خاص مزاج کی وجہ سے اپنی بیویوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے تھے۔ لیکن جب عورتوں اور مردوں دونوں کے حالات میں تبدیلی آ گئی اور فتنوں کے اندیشے پیدا ہو گئے تو خود حضرت عائشہ صدیقہؓ (جن سے زیادہ کوئی بھی عورتوں کے ظاہری و باطنی حال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج ومنشاء سے واقف نہیں ہو سکتا) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کر لی ہیں تو آپ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے، جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عبادت گاہوں میں جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... یہ بات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے زمانہ میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ اسی بناء پر جمہور صحابہ کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہئے، بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى

مِنْ صَلٰوتِكَ شَيْءٌ وَّبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ وَّارْحَمِ النَّبِيَّ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ رَّحْمَتِكَ شَيْءٌ وَّسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ

جماعت کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ اَوْ مَرِیْضٌ اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَأْتِیَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰی وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰی الصَّلٰوةَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْهِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہیں ہوتی تھی بلکہ عام طور سے لوگوں کو اس کی منافقت کا علم ہوتا تھا۔ یا کوئی بیچارہ مریض ہوتا تھا (جو بیماری کی مجبوری سے مسجد تک نہیں آ سکتا تھا) اور بعضے مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو "سنن ہدیٰ" کی تعلیم دی ہے (یعنی دین وشریعت کی ایسی باتیں بتلائی ہیں جن سے ہماری ہدایت وسعادت وابستہ ہے) اور انہی (سنن ہدیٰ) میں سے ہے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو جماعت سے نماز ادا کرنا۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کا یہ ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:۔

"اے مسلمانو! اللہ نے تمہارے نبیؐ کے لئے "سنن ہدیٰ" مقرر فرمائی ہیں (یعنی ایسے اعمال کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقام قرب ورضا تک پہنچانے والے ہیں) اور یہ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں ادا کرنا انہی "سنن ہدیٰ" میں سے ہے اور اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ یہ ایک آدمی جماعت سے الگ اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے (یہ اس زمانے کے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ تھا) تو تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے اور جب تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے تو یقین جانو کہ تم راہ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اور گمراہی کے غار میں جاگرو گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ "سنن ہدیٰ" میں سے ہے یعنی آپ کی ان اہم دینی تعلیمات میں سے ہے جن سے امت کی ہدایت وابستہ ہے۔ آگے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جماعت کی پابندی ترک کر کے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کر لینا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس امت کے اس اولین دور میں جو مثالی اور معیاری دور تھا' منافقوں اور مجبور مریضوں کے علاوہ ہر مسلمان جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اللہ کے بعض صاحب عزیمت بندے تو بیماری کی حالت میں بھی دوسروں کے سہارے آ کر جماعت میں شرکت کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ منافقوں پر کوئی نماز بھی فجر وعشا

سے زیادہ بھاری نہیں ہے اور اگر وہ جانتے کہ ان دونوں میں کیا اجر وثواب ہے اور کیا برکتیں ہیں تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگر چہ ان کو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا۔ (یعنی اگر بالفرض کسی بیماری کی وجہ سے وہ چل کر نہ آ سکتے تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کے آتے' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) کہ میرے جی میں آتا ہے کہ (کسی دن) میں موذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لئے اقامت کہے' پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ (میری جگہ) وہ لوگوں کی امامت کرے اور خود آگ کے فتیلے ہاتھ میں لوں اور ان لوگوں پر (یعنی ان کے موجود ہوتے ہوئے ان کے گھروں میں) آگ لگا دوں جو اس کے بعد بھی (یعنی اذان سننے کے بعد بھی) نماز میں شرکت کرنے کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... اللہ اکبر! کتنی سخت وعید ہے اور کیسے جلال اور غصہ کا اظہار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان لوگوں کے حق میں جو آپ کے زمانے میں جماعت میں غیر حاضر ہوتے تھے۔

اور اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح کا ایک لرزہ خیز ارشاد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے سنن ابن ماجہ میں مروی ہے' بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ صاف و صریح ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لوگوں کو چاہئے کہ وہ جماعت ترک کرنے سے باز آئیں۔ نہیں تو میں ان کے گھروں میں آگ لگوا دوں گا۔

یہ جماعت چھوڑنے والے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے سخت غصہ کا اظہار فرمایا' خواہ عقیدے کے منافق ہوں یا عمل کے منافق (یعنی دینی اعمال میں سستی اور کوتاہی کرنے والے) بہر حال اس وعید اور دھمکی کا تعلق ان کے عمل "ترک جماعت" سے ہے۔ اسی بناء پر بعض ائمہ سلف (جن میں سے ایک امام احمد بن حنبل بھی ہیں) اس طرف گئے ہیں کہ ہر غیر معذور شخص کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے۔ یعنی ان کے نزدیک جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح اس کو جماعت سے پڑھنا ایک مستقل فرض ہے اور جماعت کا چھوڑنے والا ایک فرض عین کا تارک ہے لیکن محققین احناف نے "جماعت" سے متعلق تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ اس کا درجہ واجب کا ہے اور اس کا تارک گنہگار ہے اور مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک طرح کی دھمکی ہے۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز باجماعت کی فضیلت اور برکت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں چیزوں کے خواص اور اثرات میں درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کی بناء پر ان چیزوں کی افادیت اور قدر و قیمت میں بھی فرق ہوجاتا ہے اسی طرح ہمارے اعمال میں بھی درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کا صحیح اور تفصیلی علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عمل کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ فلاں عمل کے مقابلے میں اتنے درجہ افضل ہے تو وہ اس انکشاف کی بناء پر فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر کیا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نماز باجماعت کی فضیلت اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ درجہ زیادہ ہے اور اس کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ ملنے والا ہے وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور آپ نے اہل ایمان کو بتلائی۔ اب صاحب ایمان کا مقام یہ ہے کہ وہ اس پر دل سے یقین کرتے ہوئے ہر وقت کی نماز جماعت ہی سے پڑھنے کا اہتمام کرے۔

نماز صرف ایک عبادتی فریضہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایمان کی نشانی اور اسلام کا شعار بھی ہے اور اس کا ادا کرنا اسلام کا ثبوت اور اس کا چھوڑنا دین سے بے پرواہی اور اللہ و رسولؐ سے بے تعلقی کی علامت ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ نماز کی ادائیگی کا کوئی ایسا بندوبست ہو کہ ہر شخص اس فریضہ کو اعلانیہ سب کے سامنے ادا کرے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لئے جو بیمار یا کسی دوسری وجہ سے معذور نہ ہو جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ اس نظام جماعت کا خاص راز اور اس کی خاص الخاص حکمت یہی ہے کہ اس کے ذریعہ افراد امت کا روزانہ' بلکہ ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہوجاتا ہے۔ نیز تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اس جماعتی نظام کے طفیل بہت سے وہ لوگ بھی پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں جو ہمت کی کمی اور جذبے کی کمزوری کی وجہ سے انفرادی طور پر کبھی بھی ایسی پابندی نہ کرسکتے۔

علاوہ ازیں باجماعت نماز کا یہ نظام بجائے خود افراد امت کے دینی تعلیم و تربیت کا اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایسا غیر رسمی اور بے تکلف انتظام بھی ہے جس کا بدل سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

نیز نماز باجماعت کی وجہ سے مسجد میں عبادت و انابت اور توجہ الی اللہ و دعوات صالحہ کی جو فضا قائم ہوتی ہے اور زندہ قلوب پر اس کے جو اثرات پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مختلف الحال بندوں کے قلوب ایک ساتھ متوجہ ہونے کی وجہ سے آسمانی رحمتوں کا

جونزول ہوتا ہے اور جماعت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کی شرکت کی وجہ سے (جس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں دی ہے) نماز جیسی عبادت میں فرشتوں کی رفاقت نصیب ہوتی ہے یہ سب اسی نظام جماعت کی برکات ہیں۔

بہر حال نظام جماعت کے انہی برکات اور اس کے اسی قسم کے مصالح اور منافع کی وجہ سے امت کے ہر شخص کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی واقعی مجبوری اور معذوری نہ ہو وہ نماز جماعت ہی سے ادا کرے اور جب تک امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات پر اسی طرح عمل ہوتا تھا جیسا کہ ان کا حق ہے اس وقت سوائے منافقوں اور معذوروں کے ہر شخص جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اس میں بغیر عذر کے کوتاہی کو منافقت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

کن حالات میں مسجد اور جماعت کی پابندی ضروری نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک رات میں جو بہت سردی اور تیز ہوا والی رات تھی اذان دی پھر خود ہی اذان کے بعد پکار کے فرمایا۔ لوگو! اپنے گھروں ہی پر نماز پڑھ لو۔ پھر آپ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب سردی اور بارش والی رات ہوتی تو آپ موذن کو حکم فرما دیتے کہ وہ یہ بھی اعلان کردے کہ آپ لوگ اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا رات کا کھانا (کھانے کیلئے) سامنے رکھ دیا جائے اور (دوسری طرف مسجد میں) جماعت کھڑی ہوجائے تو پہلے وہ کھانا کھالے اور جب تک اس سے فراغت نہ ہو جائے جلد بازی سے کام نہ لے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے نماز کا حکم نہیں ہے کھانے کے سامنے ہوتے ہوئے اور نہ ایسی حالت میں جب کہ آدمی کو پائخانے یا پیشاب کا تقاضا ہو (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جب جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو استنجے کا تقاضا ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے استنجے سے فارغ ہو۔ (جامع ترمذی)

تشریح......ان حدیثوں میں طوفانی ہوا یا بارش یا سخت سردی کے اوقات میں یا کھانے پینے اور پیشاب پائخانے کے تقاضے کی حالت میں جماعت سے غیر حاضری اور اکیلے ہی نماز پڑھنے کی جو اجازت دی گئی ہے یہ اس کی واضح مثال ہے کہ شریعت میں انسانوں کی حقیقی مشکلوں اور مجبوریوں کا کتنا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور اس سے نماز کے خشوع خضوع کی اہمیت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ آمین

فجراور عشاء کو با جماعت پڑھنے کی ترغیب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس شخص نے صبح کی نماز بھی جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے تمام رات نماز پڑھی۔ (مسلم، مالک) ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اس کو آدھی رات کے قیام کا (ثواب ملے گا) اور جس شخص نے عشاء اور فجر کی نماز کو با جماعت پڑھا تو اس کے لئے تمام رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ بوجھل منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز ہے اگر ان کو ان دونوں کی فضیلت کا علم ہو جائے تو ضرور ان دونوں کی جماعت میں حاضر ہوں اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے میرا دل چاہتا ہے کہ میں نماز کا حکم کروں نماز کھڑی کی جائے پھر کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں اور میں خود بنفس نفیس ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ کرلوں جن کے ساتھ ایندھن ہو اور ان کے پاس جاؤں جو بلا عذر جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری مسلم)

تشریح:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم جب فجر اور عشاء کی نماز میں کسی شخص کو حاضر نہ پاتے تو اس کے ساتھ بدگمانی کرتے تھے۔ (طبرانی وابن خزیمہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی ہمیں نماز پڑھائی پھر (نماز سے فارغ ہو کر) دریافت فرمایا کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کیا فلاں شخص حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں ارشاد فرمایا یہ دو نمازیں (عشاء اور فجر) منافقین پر بہت بھاری ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ (جماعت کے ساتھ) ان نمازوں کے پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔ اور پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے اگر تمہیں اس کی فضیلت معلوم ہو جاتی تو اس میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے اور ایک آدمی کی نماز دوسرے آدمی کے ساتھ (ایک امام ہو ایک مقتدی) اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

جماعت کی نماز بغیر عذر کے چھوڑنے پر وعید

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔ (ابوداؤد، ابن حبان، ابن ماجہ)

تشریح:۔ نماز کے قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو اجر و ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ کوئی عمل ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام و اکرام نہ ہو۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ ورنہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور نماز جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔ (فضائل نماز)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ (البشیر والنذیر)

تشریح: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتلایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی، روایت میں ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابن ام مکتوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا گھر (مسجد) سے دور ہے اور آنکھوں میں بینائی بھی نہیں ہے اور (یہ بات ضرور ہے) کہ میں اذان سنتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اذان کی آواز سنتے ہو تو ضرور جواب دو (جماعت کے لئے مسجد آؤ) اگرچہ گھسٹ کر یا یہ فرمایا کہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔ (احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن حبان)

فائدہ:۔ حافظ ابوبکر بن المنذرؒ کہتے ہیں کہ کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی روایت ہے کہ جس نے اذان سنی اور بغیر کسی عذر کے گھر میں ہی نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ان میں حضرت ابن مسعودؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی یہی رائے ہے امام احمد بن حنبلؒ، ابوثورؒ اور عطاءؒ کی رائے یہ ہے کہ جماعت کی نماز فرض ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے جو جماعت کی نماز میں شریک ہو سکتا ہو اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت نہیں دی جا سکتی۔ ہاں عذر ہو تو گنجائش ہے۔ علامہ خطابیؒ ابن ام مکتومؓ کی اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز میں حاضر ہونا واجب ہے اور اگر صرف مستحب ہی ہوتا تو ابن ام مکتومؓ کی طرح کمزوروں اور ضرورت مندوں کو ضرور رخصت دی جاتی۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور جماعت کی نماز چھوڑنے میں والد کی اطاعت بھی جائز نہیں۔

صفوں کو سیدھا اور مکمل کرنے کی تاکید

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو، کیونکہ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزو ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ ''اقامت صلوٰۃ'' جس کا قرآن مجید میں جابجا حکم دیا گیا ہے اور جو مسلمانوں کا سب سے اہم فریضہ ہے اس کی کامل ادائیگی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جماعت کی صفیں بالکل سیدھی اور برابر ہوں۔

سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے دائیں جانب رخ کر کے لوگوں سے فرماتے کہ:۔ برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو۔ پھر اسی طرح بائیں جانب رخ کر کے ارشاد فرماتے کہ برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو۔ اس حدیث سے اور اس کے علاوہ بھی بعض دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت اکثر وبیشتر یہ تاکید فرماتے تھے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یعنی نماز کے لئے جماعت کھڑے ہونے کے وقت) ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے برابر برابر ہو جاؤ اور مختلف (یعنی آگے پیچھے) نہ ہو کہ خدانخواستہ اس کی سزا میں تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں۔ (اور فرماتے تھے کہ) تم میں سے جو دانش مند اور سمجھدار ہیں وہ میرے قریب ہوں، ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا نمبر اس صفت میں ان کے قریب ہو اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ہم کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے آپ ہماری صفوں کو برابر فرماتے اور جب ہماری صفیں درست اور برابر ہو جاتیں تو آپ تکبیر کہتے یعنی نماز شروع فرماتے۔ (سنن ابی داؤد)

پہلی اگلی صفیں مکمل کی جائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو پہلے اگلی صف پوری کیا کرو پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کمی کسر رہے وہ آخری ہی صف میں رہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھی جائے تو لوگوں کو چاہئے کہ آگے والی صف پوری کر لینے کے بعد پیچھے والی صف میں کھڑے ہوں اور جب تک کسی اگلی صف میں جگہ باقی رہے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلی صفیں سب مکمل ہوں گی اور جو کمی رہے گی وہ سب سے آخری صف میں رہے گی۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

صف میں دائیں طرف کھڑے ہونیکی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآ ئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں صفوں کے داہنے حصوں پر۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس طرح صفوں کے درمیان آپس میں مختلف درجات ہیں اسی طرح ایک صف کے مختلف حصوں کے درجات میں بھی باہمی فرق ہے۔ اول درجہ تو امام کے بالکل پیچھے حصے کا ہے۔

دوسرا درجہ صف کے داہنے حصہ کا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ صف میں شریک ہوتے وقت دیکھ لینا چاہئے کہ اگر صف کا داہنا حصہ بائیں حصہ کے مقابلہ میں کم ہے یا برابر ہے تو دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے اور اگر بائیں طرف کم آدمی ہیں تو پھر بائیں طرف ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

تیسرا درجہ صف کے بائیں حصہ کا ہے۔ لیکن اگر صف کا یہ حصہ خالی رہ جائے تو اس کی فضیلت داہنے سے زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ مسجد کا بایاں حصہ (لوگوں کے کھڑے نہ ہونے کی وجہ سے) بے کار ہو کر رہ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسجد کا بایاں حصہ آباد کرے گا اسے دوگنا اجر ملے گا۔

دوگنا اجر ملنے کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ ایک تو صف کی کمی کو پورا کرنے کا دوسرے صف کی تکمیل کی خاطر دائیں طرف کے اجر کو قربان کرنے کا۔

گویا ثواب اصل کے اعتبار سے دائیں جانب کا ہی زیادہ ہے لیکن جب بائیں طرف کم لوگ رہ جائیں تو اس وقت بائیں طرف کا ثواب زیادہ ہو جائے گا۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام روایات میں دائیں بائیں سے امام کا دائیں بائیں ہی مراد ہے نہ کہ مسجد کا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف (کھڑے ہوں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف (داہنی طرف) چہرہ مبارک کر کے یہ دعا پڑھتے سنا

"رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادَکَ"

(اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن اپنے عذاب سے مجھ کو بچا) (مسلم)

صفوں کو ملانے اور ان میں خالی جگہ پر کرنیکی ترغیب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے استغفار کرتے ہیں ان کے لئے جو صفوں کو ملاتے ہیں
(احمد، ابن خزیمہ، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو (صف میں) کسی خالی

جگہ کو پر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ مسلسل (ایک عرصہ تک) صف اول سے پیچھے ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کا مستحق کر کے پیچھے ہی کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

صف اول کی فضیلت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں۔ پہلی صف کے لئے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور دوسری کے لئے بھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لئے۔ پھر عرض کیا گیا اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ نے پھر پہلی ہی بات دہرادی۔ یعنی فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعا خیر کرتے ہیں پہلی صف کے لئے۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ نے تیسری مرتبہ بھی وہی پہلی بات دہرادی کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لئے۔ اُن لوگوں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور دوسری صف کیلئے بھی؟ تو اس چوتھی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دوسری صف والوں کے لئے بھی (مسند احمد)

تشریح..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کے خصوصی مستحق اگلی صف والے ہی ہوتے ہیں دوسری صف والے بھی اس سعادت میں اگرچہ شریک ہیں لیکن بہت پیچھے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صف میں بظاہر فاصلہ تو بہت ہی تھوڑا سا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں بہت فاصلہ ہے اس لئے اللہ کی رحمت کے طالب کو چاہیے کہ وہ حتی الوسع پہلی ہی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جس کا ذریعہ یہی ہوسکتا ہے کہ مسجد میں اول وقت میں پہنچ جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کیا اجر و ثواب ہے اور اس پر کیا صلہ ملنے والا ہے تو لوگوں میں اس کے لئے ایسی دوڑ اور کشمکش ہو کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے۔'' (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے آمین۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

باجماعت نماز کے چند احکام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تُوَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّ الْخَلَلَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔لوگو! امام کو اپنے وسط میں لو (یعنی اس طرح صف بناؤ کہ امام تمہارے درمیان میں ہو) اور صفوں میں جو خلاء ہو اس کو پر کرو۔ (سنن ابی داؤد)

جب ایک یا دو مقتدی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (یعنی آپ نے نماز شروع فرمائی) اتنے میں میں آ گیا اور (نیت کر کے) آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے کی جانب سے مجھے گھما کے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ پھر اتنے میں جبار بن صخر آ گئے وہ نیت کر کے آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کے پیچھے کی جانب کر دیا اور پیچھے کھڑا کر لیا۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی داہنی جانب کھڑا ہونا چاہئے اور اگر وہ غلطی سے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو امام کو چاہیے کہ اس کی دائیں جانب کر لے اور جب کوئی دوسرا مقتدی آ کر شریک ہو جائے تو امام کو آگے اور ان دونوں کو صف بنا کر پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔

صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے کی ممانعت

حضرت وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح: صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں چونکہ جماعت اور اجتماعیت کی شان بالکل نہیں پائی جاتی، اس لئے شریعت میں یہ اس قدر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہو کہ آگے کی صف بالکل بھر چکی ہو اور اس کے ساتھ کھڑا ہونے والا کوئی دوسرا نمازی موجود نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ آگے کی صف میں سے کسی جاننے والے کو پیچھے ہٹا کے اپنے ساتھ کھڑا کر لے، بشرطیکہ یہ امید ہو کہ وہ آسانی سے پیچھے ہٹ آئے گا اور اگر ایسا کوئی آدمی اگلی صف میں نہ ہو تو پھر مجبوراً پیچھے اکیلا ہی کھڑا ہو جائے اور اس صورت میں عند اللہ یہ شخص معذور ہوگا۔

امامت کی ترتیب

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہو، اور اگر اس میں سب یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانہ ہجرت ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے

جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقہ سیادت وحکومت میں اس کا امام نہ بنے اور اس کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... حدیث کے لفظ **اقرأهم لكتاب الله** کا لفظی ترجمہ وہی ہے جو یہاں کیا گیا ہے۔ یعنی "کتاب اللہ کا زیادہ پڑھنے والا" لیکن اس کا مطلب نہ تو صرف حفظ قرآن ہے اور نہ محض کثرت تلاوت' بلکہ اس سے مراد ہے حفظ قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ قاری کہلاتے تھے ان کا یہی امتیاز تھا۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کی امامت کے لئے زیادہ اہل اور موزوں وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کے علم اور اس کے ساتھ شغف وتعلق میں دوسروں پر فائق ہو اور ظاہر ہے کہ عہد نبویؐ میں یہی سب سے بڑا دینی امتیاز اور فضیلت کا معیار تھا اور جس کا اس سعادت میں جس قدر زیادہ حصہ تھا وہ اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص وراثت وامانت کا حامل اور امین تھا۔ اس کے بعد سنت وشریعت کا علم فضیلت کا دوسرا معیار تھا۔ (اور یہ دونوں علم یعنی علم قرآن اور علم سنت جس کے پاس بھی تھے' عمل کے ساتھ تھے۔ علم بلا عمل کا وہاں وجود ہی نہیں تھا)

فضیلت کا تیسرا معیار عہد نبوت کے اس خاص ماحول میں ہجرت میں سبقت تھی' اس لئے اس حدیث میں تیسرے نمبر پر اسی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بعد میں یہ چیز باقی نہیں رہی اس لئے فقہائے کرام نے اس کی جگہ صلاح وتقویٰ میں فضیلت وفوقیت کو ترجیح کا تیسرا معیار قرار دیا ہے جو بالکل بجا ہے۔

ترجیح کا چوتھا معیار اس حدیث میں عمر میں بزرگی کو قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا تین معیاروں کے لحاظ سے کوئی فائق اور قابل ترجیح نہ ہو تو پھر جو کوئی عمر میں بڑا اور بزرگ ہو وہ امامت کرے۔

حدیث کے آخر میں دو ہدایتیں اور بھی دی گئی ہیں ایک یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کی امامت وسیادت کے حلقہ میں جائے تو وہاں امامت نہ کرے بلکہ اس کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھے (ہاں اگر وہ شخص خود ہی اصرار کرے تو دوسری بات ہے)

اور دوسری یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر جائے تو اسکی خاص جگہ پر نہ بیٹھے' ہاں اگر وہ خود بٹھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان دونوں ہدایتوں کی حکمت ومصلحت بالکل ظاہر ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

بسم اللہ اللھم صل علی محمد

امام کیلئے ہدایات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ، کیونکہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (دار قطنی، بیہقی)

تشریح...... یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے، اس لئے خود جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور مقدس مقصد کے لئے اپنے میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے خود امامت فرماتے رہے اور مرض وفات میں جب معذور ہو گئے تو علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے نامزد اور مامور فرمایا۔

پچھلے سبق میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں حق امامت کی جو تفصیل ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اس کا منشاء بھی دراصل یہی ہے کہ جماعت میں جو شخص سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو امام بنایا جائے۔

دین کے تمام اعمال میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے اور دین کے نظام میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسم انسانی میں دل کا ہے اس لئے اس کی امامت بہت بڑا دینی منصب اور بڑی بھاری ذمہ داری، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے۔ اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں کی بہ نسبت اس عظیم منصب کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو۔ جس کی ترتیب گزشتہ سبق میں گزر چکی ہے۔

مقتدیوں کی رعایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ لمبی نہ ہو) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی اور بوڑھے بھی (جن کے لئے طویل نماز باعث تکلیف ہو سکتی ہے) اور جب تم میں سے کسی کو بس اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح...... بعض صحابہ کرامؓ جو اپنے قبیلہ یا محلہ کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے تھے اپنے عبادتی ذوق و شوق میں بہت لمبی نماز پڑھتے تھے جس کی وجہ سے بعض بیمار یا کمزور یا بوڑھے یا تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی کبھی بڑی تکلیف پہنچ جاتی تھی اس غلطی کی اصلاح کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی ہدایت فرمائی۔ آپ کا منشاء اس سے یہ تھا کہ امام کو چاہئے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور یا بوڑھا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے نماز زیادہ طویل نہ پڑھائے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت کی نماز

میں بس چھوٹی سے چھوٹی سورتیں ہی پڑھی جائیں اور رکوع سجدہ میں تین دفعہ سے زیادہ تسبیح بھی نہ پڑھی جائے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی امت کے لئے اس بارے میں اصل معیار اور نمونہ ہے اور اسی کی روشنی میں ان ہدایات کا مطلب سمجھنا چاہئے۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! بخدا میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوتا (مجبوراً اپنی نماز الگ پڑھتا ہوں) کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں (جو میرے بس کی نہیں) حدیث کے راوی ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بارے میں خطبہ دیا) اور میں نے کبھی آپ کو وعظ اور خطبہ کی حالت میں اس دن سے زیادہ غضبناک نہیں دیکھا۔ پھر اس خطبے میں آپ نے فرمایا کہ:۔ تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے غلط طرز عمل سے اللہ کے بندوں کو دور بھگانے والے ہیں جو کوئی تم میں سے لوگوں کا امام بنے اور ان کو نماز پڑھائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ مختصر نماز پڑھائے کیونکہ ان میں ضعیف بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی اور حاجت والے بھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... یہ صحابی جن کی طویل نماز پڑھانے کا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہوئی ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عام طور سے نماز عشاء دیر کر کے پڑھتے تھے ایک دن حسب معمول نماز دیر سے شروع کی اور اس میں سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نے (جو بیچارے دن بھر کے تھکے ہارے تھے) نیت توڑ کے اپنی الگ نماز پڑھی اور چلے گئے۔ آخر معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا اور فرمایا (اے معاذ! کیا تم لوگوں کے لئے باعث فتنہ بننا چاہتے ہو اور ان کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو) آگے اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا کہ:۔

والشمس وضحٰها اور واللیل اذا یغشٰی اور والضحٰی واللیل اذا سجٰی اور سبح اسم ربک الاعلٰی یہ سورتیں پڑھا کرو۔ (بخاری ومسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ **یا اللہ!** ہم سب کو اپنے عقائد‘ عبادات‘ معاملات‘ معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ **یا اللہ!** ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

صَلَاةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً

مقتدیوں کو ہدایت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْن وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! امام پر سبقت نہ کرو (بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کرو) جب وہ الله اکبر کہے تو تم الله اکبر کہو اور جب وہ والاالضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لک الحمد کہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور اجزاء میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے رہنا چاہئے کسی چیز میں بھی اس پر سبقت نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے ایسا کراتا ہے۔ (مسند بزار) حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کا سر گدھے کی طرح نہ کر دیا جائے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ (بخاری ومسلم)

حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور امام کسی حال میں ہو (یعنی قیام یا رکوع یا سجدہ وغیرہ میں ہو) تو آنے والے کو چاہئے کہ جو امام کر رہا ہو وہی کرے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم سجدے میں شریک ہو جاؤ اور اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس نے نماز (یعنی نماز کی وہ رکعت) پالی۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ مقتدی اگر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے تو رکعت کی شرکت کے قائم مقام ہے اور اگر صرف سجدے میں شرکت ہو سکے تو اگرچہ اللہ تعالیٰ اس سجدے کا بھی پورا ثواب یقیناً عطا فرمائیں گے لیکن یہ سجدہ رکعت کے قائم مقام نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے اور قرأت کا آغاز الحمد لله رب العالمين سے کرتے تھے اور جب آپ رکوع میں جاتے تو سر مبارک کو نہ تو اوپر کی جانب اٹھاتے اور نہ نیچے کی جانب جھکاتے' بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے تھے۔ (یعنی بالکل کمر کے متوازی) اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سجدہ میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ

سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے' اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہیں فرماتے اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور اس وقت اپنے بائیں پاؤں کو نیچے بچھا لیتے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے اور "عقبة الشیطان" (یعنی شیطان کی طرح) بیٹھنے سے منع فرماتے تھے' اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدہ میں) اپنی بازو (یعنی کلائیاں کہنیوں تک) زمین پر رکھے جس طرح کہ درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں اور آپ السلام علیکم ورحمة الله کہہ کے نماز ختم فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... نماز عبادت بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے' اس لئے اس کے قیام' قعود' رکوع و سجود کی وہ شکلیں مقرر کی گئی ہیں جو عبادت اور بندگی کی بہترین اور مکمل ترین تصویر ہیں اور ان نامناسب شکلوں سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے جن میں تکبر یا بے پروائی یا بدمنظری کی شان ہو یا کسی بدفطرت مخلوق کی ہیئت سے مشابہت ہو۔ اس اصول کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ سجدے میں آدمی کلائیاں زمین پر اس طرح بچھا دے جس طرح کتے اور بھیڑیئے وغیرہ درندے بچھا کر بیٹھتے ہیں اور اسی اصول کے تحت آپ نے اس طرح بیٹھنے سے بھی منع فرمایا جس کو اس حدیث میں "عقبة الشیطان" اور ایک دوسری حدیث میں "اقعاء الکلب" فرمایا گیا ہے۔ فقہاء نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا ہے۔ اور چونکہ اس طریقے میں کچھ تکبر اور جلد بازی کی شان ہے اور اس شکل میں صرف گھٹنے اور پنجے ہی زمین سے لگتے ہیں نیز کتے' بھیڑیئے وغیرہ درندے بھی اس طرح ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں اس لئے نماز میں اس طرح بیٹھنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جبکہ بغیر کسی مجبوری کے آدمی ایسا کرے۔ اگر بالفرض کسی کو کوئی خاص مجبوری ہو تو وہ معذور ہے اور اس طرح بیٹھنا اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف رہتی تھی جس کی وجہ سے وہ بطریق مسنون نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لئے کبھی کبھی اس طرح بھی بیٹھ جاتے تھے۔

بہرحال اگر کوئی معذور ہو تو وہ اس طرح بھی بیٹھ سکتا ہے ورنہ عام حالات میں اور بلا عذر نماز میں اس طرح بیٹھنے کی ممانعت ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

فجر اور عصر کے اہتمام کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ .

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دو ٹھنڈی (یعنی فجر اور عصر) نمازوں کا اہتمام کرلیا وہ جنت میں (گویا) داخل ہوگیا (بخاری ومسلم)

حضرت ابوزہیرۃ عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہو۔ یعنی فجر اور عصر (مسلم)

تشریح: احادیث میں تاکید تو پانچوں نمازوں کے اہتمام کی آئی ہے لیکن فجر اور عصر کے خاص طور پر اہتمام کی ترغیب آئی ہے اس لئے کہ عام طور پر فجر کی نماز میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے کاہلی اور سستی ہو جاتی ہے اور عصر کا وقت دنیوی وکاروباری کاموں کی مشغولیت کا وقت ہوتا ہے اس لئے جماعت کی نماز نکل جاتی ہے یا ایک دو رکعت نکل جاتی ہیں۔ جو فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام کرتا ہوگا یقیناً بقیہ تین نمازوں کا ادا کرنا اس کے لئے اور بھی آسان ہوسکتا ہے۔

حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخمص (ایک راستہ کا نام ہے) میں عصر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا' یہ نماز تم سے پہلی امت کو بھی دی گئی تھی (لیکن) انہوں نے اس کو ضائع کردیا اور جو شخص اس کی پابندی کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔ (مسلم ونسائی)

تشریح:۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں فجر اور عصر کی نماز کے خصوصی اہتمام کی ترغیب ہے ایک روایت میں ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے' اس پر مصنف نے ایک قصہ لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے سالم بن عبداللہ کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کو سالم نے کہا کیا صبح کی نماز پڑھی تھی؟ اس شخص نے کہا جی ہاں! اس کو سالم نے کہا کہ چلے جاؤ اس پر حجاج نے سالم سے پوچھا اس کو قتل کرنے سے تم کو کس چیز نے روکا؟ سالم نے کہا میرے والد نے یہ حدیث مجھ کو بتلائی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ لے گا وہ اس دن اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ مجھ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ میں ایسے شخص کو قتل کردوں جس کو اللہ نے پناہ دی ہے۔ حجاج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا جی ہاں!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اس کا ثواب ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پورا پورا (یعنی

کامل ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔) (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' میں فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے ہوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں اور (اسی طرح) عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں۔ اور ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ان غلاموں میں سے ہر ایک کی قیمت بارہ ہزار ہو۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

تشریح:۔ احادیث مبارکہ میں کثرت سے عصر اور فجر کے بعد اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے ہیں اس لئے مشائخ وعلماء کا ان دو وقتوں میں خصوصیت سے اللہ کا ذکر کرنے کا معمول رہا ہے بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں مدونہ کتاب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہے اور حنفیہ میں سے صاحب درمختار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ

ایک کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی ترغیب

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَایَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا یَمْنَعُهُ اَنْ یَنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلَاةُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب تک کوئی نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے اس وقت تک وہ مسلسل نماز ہی میں ہے اسے گھر جانے سے نماز کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک رہی ہے۔ (بخاری ومسلم)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے تم میں سے جو کوئی نماز کی وجہ ہی سے رکا ہوا ہے تو وہ نماز ہی میں ہے اور فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما جب تک وہ نماز کی جگہ سے نہ اٹھ جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔

تشریح:۔ ایک شخص نماز کے لئے مسجد میں آیا اور نماز میں ابھی دیر ہے اور یہ انتظار میں بیٹھ گیا تو چونکہ اس کے یہاں ٹھہرے رہنے کی وجہ صرف نماز ہے اس لئے اس کے انتظار کا اجر بھی وہی ہے جو نماز پڑھنے کا ہے۔

اسی طرح ایک شخص نماز پڑھ چکا اور دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے تو ان دو نمازوں کا پورا وقفہ اجر وثواب میں نماز ہی کے برابر ہے۔ اگر ایک نماز کے بعد اپنے کام میں بھی مشغول ہو گیا اور دل میں نماز کا خیال لگا رہا تب بھی یہ نماز کے انتظار ہی میں شمار ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز رات کے ایک حصہ تک موخر فرمائی پھر نماز کے بعد نمازیوں کی طرف چہرہ مبارک کر کے ارشاد فرمایا۔ لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز میں رہے۔ (یعنی نماز کا ثواب ملتا رہا) (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت۔ تتجافٰی جنوبهم عن المضاجع (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں) اس نماز کے انتظار کے بارے میں اتری جس کو عتمہ یعنی عشاء کی نماز کہا جاتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ یہ آیت ان ہی لوگوں کے بارے میں اتری جو عشاء کی نماز کا انتظار باوجود نیند کے غلبہ کے کرتے رہتے ہیں اور سونے کے لئے اپنے بستر پر اس وقت تک نہیں جاتے جب تک کہ عشاء کی نماز نہ پڑھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کی (نماز کے بعد) کچھ لوگ تو چلے گئے اور کچھ لوگ (مسجد ہی میں) بیٹھے رہ گئے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی تیزی سے تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس پھولا ہوا تھا اور (تہبند) گھٹنوں سے ہٹ رہا تھا (جس کو سمیٹ کر آپ نے پکڑ رکھا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ' تمہارے رب نے ابھی ابھی آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہوا ہے وہ فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ تمہارا

تذکرہ کر رہا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو! ایک فریضہ ادا کر کے دوسرے کے انتظار میں ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شہسوار کی طرح ہے جس کا گھوڑا اللہ کی راہ میں انتہائی دبلا ہو چکا ہو اور وہ بڑے جہاد میں ہو۔ (احمد، طبرانی)

داؤد بن صالح کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو سلمہ نے فرمایا اے بھتیجے جانتے ہو کہ آیت اصبروا وصابروا و رابطوا (جس کا ترجمہ یہ ہے خود صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو) کس بارے میں اتری؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا! تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں رباط (یعنی سرحد کی حفاظت ہوئی ہو) لیکن (اس سے مراد) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (حاکم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ
فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَ
صَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ

فجر عصر اور مغرب کے بعد مختلف اذکار کی ترغیب

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ فِیْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَیْهِ قَبْلَ اَنْ یَتَکَلَّمَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِیْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَاعَنْهُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَکَانَ یَوْمُهُ ذٰلِکَ کُلَّهُ فِیْ حِرْزٍ مِنْ کُلِّ مَکْرُوْهٍ وَ حُرِسَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَلَمْ یَنْبَغِ لِذَنْبٍ اَنْ یُدْرِکَهُ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ اِلَّا الشِّرْکَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ **لاالٰہ الا اللہ وحدہ' لاشریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت و ھو علیٰ کل شیئ قدیر** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک (دنیا و آخرت) کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی ثواب زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی دس برائیاں معاف فرمائی جائیں گی اور جنت میں دس درجے بلند کئے جائیں گے اور پورے دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے گا۔ اور اس دن شرک کے علاوہ کوئی اور گناہ اس کو نہ پہنچے گا (ترمذی' نسائی)

تشریح: نسائی کی روایت میں **یحیی و یمیت** کے بعد **بیدہ الخیر** کا بھی اضافہ ہے اور اس میں اس کی ایک اور فضیلت بھی ہے کہ ہر بار پڑھنے پر ایک مومن غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔ اور نسائی میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو اس دعاء کو عصر کے بعد پڑھے تو اس کو رات بھی وہی ملے گا جو دن میں ملتا ہے۔

حضرت حارث بن مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا' جب صبح کی نماز پڑھ چکو تو بات کرنے سے پہلے سات بار یہ دعا پڑھو۔ **اللھم اجرنی من النار** (اے اللہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بچا) اگر اسی دن تمہارا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جہنم سے پناہ لکھ دے گا۔ اور (اسی طرح) مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے سات بار یہ دعا پڑھ لو اگر اس رات موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ تم کو جہنم سے پناہ دے دے گا۔ (نسائی' ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد سو مرتبہ اپنی اسی ہیئت پر بیٹھے بیٹھے یہ کلمات پڑھے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِیْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ** وہ اس دن روئے زمین پر رہنے والوں سے افضل اور بہتر عمل والا ہے سوائے اس شخص کے جس نے اتنے ہی مرتبہ یہ کلمات پڑھے ہوں یا اس سے زیادہ۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر مرتبہ پڑھنے پر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جس کی قیمت بارہ ہزار ہو اور شرک کے علاوہ کوئی گناہ اس کو نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح جس نے مغرب کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے تو اس کے لئے بھی یہی ہے۔ (طبرانی باسناد جید)

نماز میں قرأت قرآن

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَمَا اَعْلَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَنَّاهُ وَمَا اَخْفَاهُ اَخْفَیْنَاهُ لَكُمْ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قرآن کی قرأت کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ آگے حضرت ابو ہریرہؓ اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن نمازوں میں قرأت بالجہر (باآواز) فرماتے تھے ان میں ہم بھی جہر کرتے ہیں اور دوسروں کو سنا کے پڑھتے ہیں اور جہاں آپ آہستہ آہستہ خاموشی سے پڑھتے تھے وہاں، ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور تم کو سنا کے نہیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... اس حدیث میں نماز کے لئے قرآن کی کسی خاص سورۃ کا نہیں بلکہ عام قرأت قرآن کا رکن ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ آگے حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن نمازوں اور جن رکعتوں میں اونچی قرأت فرماتے تھے ان ہی میں ہم بھی اونچی قرأت کرتے ہیں اور جہاں آپ خاموشی سے پڑھتے تھے وہاں ہم بھی خاموشی سے پڑھتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اور اسی حدیث کی صحیح مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ:۔ جس نے سورۂ فاتحہ اور اس کے آگے کچھ اور نہیں پڑھا تو اس کی نماز ہی نہیں۔

تشریح...... اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ سورۂ فاتحہ تو متعین طور سے نماز کا لازمی جزو ہے اور اس کے بعد قرآن مجید ہی میں سے کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن اس میں پوری وسعت ہے اور اجازت ہے کہ جہاں سے چاہے پڑھے۔

مسئلہ قرأت فاتحہ میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے حضرات نے اس حدیث سے اور اسی طرح کی بعض اور احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ نمازی خواہ اکیلے نماز پڑھ رہا ہو خواہ امامت کر رہا ہو خواہ مقتدی ہو اور نماز خواہ جہری (جن میں امام اونچی قرأت کرتا ہے) ہو یا سری (جن میں امام آہستہ قراءت کرتا ہو) ہر حال میں اس کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

اور حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے ائمہ نے اس حدیث کے ساتھ اسی مسئلہ سے متعلق دوسری بعض حدیثوں کو بھی سامنے رکھ کر یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ اگر نمازی مقتدی ہو اور نماز جہری (جن میں اونچی آواز سے قراءت ہو) ہو تو امام کی قرأت مقتدیوں کی طرف سے بھی کافی ہے لہٰذا اس صورت میں مقتدی کو خود قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں نمازی کو سورۂ فاتحہ لازماً پڑھنا چاہئے۔

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں بلکہ وہ سری نمازوں میں بھی امام کی قرأت کو مقتدی کی طرف سے کافی

سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے اس نقطۂ نظر کی بنیاد جن حدیثوں پر ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ مقتدی لوگ اس کی اقتداء اور اتباع کریں لہذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ (سنن ابی داؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ)

تشریح...... امام کی قرأت کے وقت خاموشی سے سننے کی یہ ہدایت بالکل انہی الفاظ میں بعض اور صحابہ کرامؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ ہدایت انہی الفاظ میں مروی ہے اور وہیں ایک شاگرد کے سوال کے جواب میں امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ والی اس حدیث کی بھی تصحیح اور توثیق کی ہے اور بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کا ماخذ ومنشاء قرآن مجید کا یہ واضح فرمان ہے۔

"واذا قرء القرآن فاستمعوا له' وانصتوا لعلكم ترحمون" (الاعراف ع ۲۴)

(اور جب قرآن پاک کی قرأت ہو تو تم اس کو متوجہ ہو کر سنو اور خاموش رہو' شاید کہ اس کی وجہ سے تم رحمت کے قابل ہو جاؤ)

امام ابوحنیفہؒ جوسری نمازوں (جن میں آہستہ تلاوت کی جاتی ہے) میں بھی امام کی قرأت کو مقتدی کے لئے کافی سمجھتے ہیں ان کا خاص استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہے۔ جس کو امام محمد اور امام طحاوی اور امام دار قطنی وغیرہ نے خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ موطا امام محمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

تشریح...... یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ ان معرکتہ الآ راء اختلافی مسائل میں سے ہے جن پر ہماری اس صدی میں بلا مبالغہ سینکڑوں کتابیں دونوں طرف سے لکھی گئی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض تو علم وتحقیق اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے شاہکار ہیں۔ لیکن اس قسم کے تمام اختلافی مسائل میں صحیح راہ یہ ہے کہ تمام ائمہ سلف کے ساتھ نیک گمان رکھا جائے' دل سے ان کا احترام کیا جائے اور سمجھا جائے کہ ان میں سے ہر ایک نے کتاب وسنت اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کا مطالعہ اور اس میں غور وفکر کے بعد جو کچھ اپنے نزدیک زیادہ لائق ترجیح سمجھا ہے نیک نیتی سے اس کو اختیار کر لیا ہے' ان میں سے کوئی بھی باطل پر نہیں ہے۔ اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ امت کی مصلحت عامہ کی خاطر' جہالت ونفسانیت اور فتنوں کے اس دور میں چاروں اماموں امام اعظم ابوحنیفہ- امام مالک- امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے مذہب سے اپنے کو وابستہ رکھا جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

مختلف نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ صَلَّيْتُ خَلْفَهٗ فَكَانَ يُطِيْلُ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَ يُخَفِّفُ الْاُخْرَيَيْنِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِ الْمُفَصَّلِ وَيَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ.

ترجمہ: سلیمان بن یسار تابعی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (اپنے زمانہ کے ایک امام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ:۔ میں نے کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو فلاں امام کی بہ نسبت"۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ان صاحب کے پیچھے میں نے بھی نماز پڑھی ہے ان کا معمول یہ تھا کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتیں لمبی پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے اور عصر ہلکی ہی پڑھتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھتے تھے اور فجر کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرتے تھے۔ (سنن نسائی)

تشریح...... "مفصل" قرآن مجید کی آخری منزل کی سورتوں کو کہا جاتا ہے یعنی سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک، پھر اس کے بھی تین حصے کئے گئے ہیں۔ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو "طوال مفصل" کہا جاتا ہے اور بروج سے لے کر سورۂ بینہ تک کی سورتوں کو "اوساط مفصل"، اور سورۃ بینہ سے لے کر آخر تک کی صورتوں کو "قصار مفصل" کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ان صاحب کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ بیان ہے کہ:۔

"ان کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت زیادہ مشابہ تھی اور کسی شخص کے پیچھے میں نے ایسی نماز نہیں پڑھی جو بہ نسبت ان کی نماز کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت زیادہ مشابہ ہو"۔

بہرحال ان صاحب کا نام نہ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا اور نہ سلیمان بن یسار تابعی نے، مگر شارحین حدیث نے محض قیاس اور اندازہ سے ان کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، مگر کوئی بات بھی اس بارے میں قابل اطمینان نہیں ہے لیکن حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے اور نام معلوم نہ ہونے سے اصل مقصد اور مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

سلیمان بن یسار تابعی نے ان صاحب کی نماز کے بارے میں جو تفصیل بیان کی ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں اسی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مختلف اوقات کی نماز کی قرأت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی وہی تھا جو ان صاحب کا معمول سلیمان بن یسار نے بیان کیا ہے یعنی ظہر کی نماز میں تطویل، عصر میں تخفیف، مغرب میں قصار مفصل، عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا اس میں بھی مختلف اوقات کی نمازوں کی قرأت کے بارے میں یہی ہدایت کی گئی

ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری کو لکھا تھا کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل، عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھا کرو (نصب الرایہ)

اور امام ترمذی نے اسی خط کا حوالہ دیتے ہوئے ظہر میں اوساط مفصل پڑھنے کی ہدایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جامع ترمذی)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت تب ہی فرمائی ہوگی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی تعلیم سے انہوں نے ایسا ہی سمجھا ہوگا۔ اسی بناء پر اکثر ائمہ مجتہدین نے مختلف اوقات کی نمازوں میں قرأت کی مقدار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو خاص رہنما مان کر اسی کے مطابق عمل کو اولیٰ اور مستحسن قرار دیا ہے۔

وتر میں قرأت

عبدالعزیز بن جریج تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سبح اسم ربک الاعلی" پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس)

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح...... وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یاایھا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن ان دونوں حضرات نے تیسری رکعت میں "معوذتین" پڑھنے کا ذکر نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت میں صرف سورہ اخلاص پڑھتے تھے اور کبھی اس کے ساتھ معوذتین بھی۔ واللہ اعلم

جمعہ وعیدین کی نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام اور خادم ابورافع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبیداللہ بن ابی رافع (جو اکابر تابعین میں ہیں) بیان کرتے ہیں کہ مروان (جس زمانہ میں کہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) حج وغیرہ کسی ضرورت سے مکہ معظمہ گیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو (ان دنوں کے لئے) اپنا قائم مقام بنا گیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تو اس کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون پڑھی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے اور عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جاتے تو آپ دونوں نمازوں میں یہی دو سورتیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے) عبیداللہ بن مسعود (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوواقد لیثیؓ سے پوچھا کہ "عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے تھے؟"

انہوں نے فرمایا کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں ''ق و القرآن المجید'' اور ''اقتربت الساعة'' پڑھا کرتے تھے''۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر و بیشتر سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سورہ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے اور عیدین کی نماز میں بھی یا تو یہی دونوں آخری سورتیں پڑھا کرتے تھے یا ''ق والقران المجید'' اور ''اقتربت الساعة''

نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی نمازوں میں قرأت سے متعلق اب تک جو حدیثیں درج کی گئی ہیں اور جو کچھ ان کی تشریح کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے اس سے آپ نے یہ دو باتیں ضرور سمجھ لی ہوں گی۔

(۱) آپ کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قرأت طویل فرماتے تھے۔ اور زیادہ تر طوال مفصل پڑھتے تھے ظہر میں بھی کسی قدر طویل قراءت فرماتے تھے۔

عصر مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے اور اسی طرح مغرب بھی، عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

(۲) کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپؐ نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا ہاں بعض نمازوں میں اکثر و بیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین آہستہ یا اونچی؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَامِيْنُهُ تَامِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام (سورۂ فاتحہ کے ختم پر) ''آمین'' کہے تو تم مقتدی بھی آمین کہو' جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... کسی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہونے کے شارحین نے کئی مطلب بیان کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ راجح یہ ہے کہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہی جائے نہ اس سے پہلے ہو نہ اس کے بعد میں اور فرشتوں کی آمین کا وقت وہی ہے جب کہ امام آمین کہے۔ اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ جب امام سورۂ فاتحہ ختم کر کے آمین کہے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ بھی اسی وقت آمین کہیں کیونکہ اللہ کے فرشتے بھی اسی وقت آمین کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو بندے فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہیں گے ان کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفیں اچھی طرح درست اور سیدھی کرو پھر تم میں سے کوئی امام بنے' پھر جب وہ امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' پڑھے تو تم کہو آمین۔ (یعنی اے اللہ! قبول فرما۔ جب تم ایسا کرو گے) تو اللہ تعالیٰ سورۂ فاتحہ میں مانگی ہوئی ہدایت کی دعا قبول فرمالے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... آمین دراصل قبولیت دعا کی درخواست ہے اور بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو قبول ہی کر لے اس لئے سائلانہ دعا کرنے کے بعد وہ آمین کہہ کے پھر درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! محض اپنے کرم سے میری حاجت پوری فرما دے اور میری دعا قبول فرمالے۔ اس طرح یہ مختصر سا لفظ رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے والی ایک مستقل دعا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ایک رات ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جارہے تھے ایک شخص کے پاس سے گزرنا ہوا جو بڑے الحاح اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی دعا پر مہر لگادے تو یہ ضرور قبول کرالے گا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کس چیز کی مہر؟ آپ نے فرمایا کہ آمین کی مہر''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ختم پر آمین کہنا ان چیزوں میں سے ہے' جن سے دعا کی قبولیت کی خاص امید کی جاسکتی ہے۔

نماز میں آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ یہ مسئلہ بھی خواہ مخواہ معرکہ کا مسئلہ بن گیا ہے' حالانکہ کوئی باانصاف صاحب علم اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ حدیث کے مستند ذخیرے

میں اونچی آواز سے کہنے کی روایت بھی موجود ہے اور آہستہ کہنے کی بھی، اسی طرح اس سے بھی کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ صحابہ اور تابعین کا دونوں طرح کا معمول تھا اور یہ بجائے خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طریقے ثابت ہیں اور آپ کے زمانہ میں دونوں طرح عمل ہوا ہے، یہ ناممکن ہے کہ آپ کے زمانہ میں کبھی آمین اونچی آواز کے ساتھ نہ کہی گئی ہو اور آپ کے بعد بعض صحابہ اونچی کہنے لگے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی قطعاً ناممکن ہے کہ آپ کے دور میں اور آپ کے سامنے آمین آہستہ کہنے پر کبھی عمل نہ ہوا ہو اور آپ کے بعد بعض صحابہ ایسا کرنے لگے ہوں۔ الغرض صحابہ اور تابعین میں دونوں طرح کا عمل پایا جانا اس کی قطعی دلیل ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں طرح عمل ہوا ہے۔ بعد میں بعض ائمہ مجتہدین نے اپنے علم و تحقیق کی بناء پر یہ سمجھا کہ آمین میں اصل اونچی آواز سے کہنا ہے اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ تر عمل اسی پر تھا اگرچہ کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا اس لئے ان حضرات نے آمین اونچی آواز سے کہنے کو افضل کہا اور آہستہ سے کہنے کو بھی جائز کہا اور اس کے برعکس دوسرے بعض ائمہ نے اپنی معلومات کی بناء پر یہ سمجھا کہ آمین جو قرآن کا لفظ بھی نہیں ہے دراصل وہ بالسر (آہستہ سے) کہنے کی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عام طور سے آہستہ ہی کہا جاتا تھا اگرچہ کبھی کبھی بالجہر (بلند آواز سے) بھی کہا جاتا تھا۔ الغرض جن ائمہ کی تحقیق اور غور و فکر نے ان کو اس نتیجہ پر پہنچایا ان کی رائے یہ ہوئی کہ اصل اور افضل خاموشی سے کہنا ہی ہے لیکن جائز اونچی آواز سے بھی ہے۔ بہرحال ائمہ کے درمیان اختلاف صرف افضلیت میں ہے، جائز ہونے کے بارہ میں کسی کو بھی انکار نہیں ہے اور یقیناً ہمارے ائمہ سلف میں سے ہر ایک نے وہی رائے قائم کی ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے جس کو انہوں نے دیانتدارانہ غور و فکر اور تحقیق کے بعد زیادہ صحیح سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو اتباع حق اور عدل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ

رفع یدین

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَذْوَمَنْکِبَیْهِ اِذَا فْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَلِلرُّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَهُمَا کَذَالِکَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰه لِمَنْ حَمِدَه رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَکَانَ لَایَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو (تکبیر تحریمہ کہنے کے ساتھ) دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہتے تھے اور اسی طرح جب رکوع سے اٹھتے تھے تب بھی دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے تھے اور کہتے تھے۔ "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ صرف رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور اسی کے ساتھ سجدے میں رفع یدین نہ کرنے کی وضاحت ہے اور ان ہی کی بعض دوسری روایات میں تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے اور یہ روایت بھی صحیح بخاری ہی میں موجود ہے۔

اور مالک بن الحویرثؓ اور وائل بن حجرؓ کی حدیثوں میں (جن کو امام نسائی اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے) سجدے کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے، جس کی حضرت ابن عمر کی مندرجہ بالا حدیث میں واضح طور پر نفی کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر روایت اور ہر بیان بجائے خود صحیح ہے اور مالک بن الحویرث اور وائل بن حجر کے اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے اور حضرت ابن عمر کے اس بیان میں کہ آپ سجدے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مطابقت اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ایسا آپ نے کبھی کبھی کیا جس کو مالک بن الحویرث اور وائل بن حجر نے تو دیکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اتفاق سے نہیں دیکھا اس لئے اپنے علم کے مطابق انہوں نے اس کی نفی کی، اگر یہ آپ کا دائمی یا اکثری عمل ہوتا تو ناممکن تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صحابی کو اس کی خبر نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک دفعہ ہم سے کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھاؤں! یہ کہہ کر انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی، اس نماز میں انہوں نے بس پہلی ہی دفعہ (تکبیر تحریمہ کے ساتھ) رفع یدین کیا، اس کے سوا رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ممتاز اور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ وہ نماز میں پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہوں، انہوں نے اپنے شاگردوں کو دکھانے اور سکھانے کے لئے اہتمام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھائی، اور اس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی موقع پر بھی رفع یدین نہیں کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بناء پر یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ نے رکوع میں جانے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا جو ذکر کیا ہے وہ بھی رسول اللہ کا دائمی یا اکثری معمول نہ تھا اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ جو آپ کے قریب صف اول میں کھڑے ہونے والوں میں سے تھے اس سے یقیناً واقف ہوتے اور تعلیم کے اس موقع پر رفع یدین ہرگز ترک نہ فرماتے۔

ان سب حدیثوں کو سامنے رکھ کر ہر منصف صاحب علم اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نماز میں رفع یدین کا بھی رہا ہے اور رفع یدین چھوڑنے کا بھی۔ یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ پوری نماز میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کسی موقع پر بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے ایسا بھی ہوتا تھا کہ تحریمہ کے علاوہ صرف رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ جیسے صحابہ نے آپ کی نماز کے مسلسل مطالعہ اور مشاہدے سے یہ سمجھا کہ نماز میں اصل رفع یدین نہ کرنا ہے اور حضرت ابن عمرؓ جیسے بہت سے صحابہ نے یہ سمجھا کہ اصل رفع یدین ہے۔ پھر رائے اور فکر کا یہی اختلاف تابعین اور بعد کے اہل علم میں بھی رہا۔

امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی مندرجہ بالا حدیث سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اور حسب عادت یہ بتانے کے بعد کہ فلاں فلاں دیگر صحابہ کرام سے بھی رفع یدین کی احادیث روایت کی گئی ہیں لکھا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت جابرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ اسی کے قائل ہیں یعنی انہوں نے رفع یدین کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے فلاں اور فلاں حضرات اسی کے قائل ہیں۔''

اس کے بعد ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد اور اسی مضمون کی براء بن عازب کی ایک دوسری حدیث کا حوالہ دینے کے بعد امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ:۔

''متعدد صحابہ اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے ترک رفع یدین کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے فلاں فلاں حضرات نے اس کو اختیار کیا ہے''۔

الغرض آمین آہستہ یا اونچی کہنے کی طرح رفع یدین اور ترک رفع یدین بلاشبہ دونوں عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور صحابہ کرام کے درمیان ترجیح و اختیار میں اختلاف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ ان میں سے بعض نے اپنے غور وفکر اپنے دینی وجدان اور ادراک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کے مطالعہ و تجزیہ کی بناء پر یہ سمجھا کہ نماز میں اصل رفع یدین نہ کرنا ہے اور رفع یدین جب ہوا ہے وقتی اور عارضی طور پر ہوا ہے حضرت ابن مسعودؓ جیسے صحابہ کرام نے یہی سمجھا اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ ائمہ نے اسی کو اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام نے اس کے برعکس سمجھا اور حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا اور رائے کا یہ اختلاف بھی صرف فضیلت میں ہوا اور رفع اور ترک رفع کا جائز ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ غلو اور ناانصافی سے حفاظت فرمائے اور اتباع حق کی توفیق دے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

رکوع وسجود اچھی طرح ادا کرنے کی تاکید

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتُجْزِئُ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَھْرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی (یعنی پوری طرح ادا نہیں ہوتی) جب تک کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو سیدھا برابر نہ کرے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھی برابر نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کی نماز کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ (مسند احمد)

تشریح...... نماز کی طرف اللہ تعالیٰ کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نماز اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ورنہ ظاہر ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور اس کی نظر سے غائب نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص رکوع وسجود کو قاعدے کے مطابق صحیح طور سے ادا نہیں کرے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ یہی ان دونوں حدیثوں کی ہدایت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی اپنی باہیں سجدے میں اس طرح نہ بچھادے جس طرح کتا زمین پر باہیں بچھا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوراً اٹھالیا۔ اور بعض شارحین نے اعتدال کے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح کہ اس کو رہنا چاہئے دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شناعت اور قباحت اچھی طرح سامعین کے ذہن نشین ہو جائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں اوپر اٹھاؤ۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح کھول دیتے تھے (یعنی پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے) یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آ سکتی تھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ جب آپ سجدے میں جاتے تھے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے اور جب آپ سجدے سے اٹھتے تھے تو اس کے برعکس اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے (سنن ابی داؤد' جامع ترمذی' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم ملا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے) کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں (یعنی سجدہ اس طرح کروں کہ یہ سات عضو زمین پر رکھے ہوں): پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے کنارے اور یہ (بھی حکم ہے) کہ ہم اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... یہ سات اعضا جن کا حدیث میں ذکر ہے

''اعضاء سجود'' کہلاتے ہیں۔ سجدے میں ان کو زمین پر رکھنا چاہئے۔ بعض آدمی سجدے میں جاتے ہوئے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے کپڑوں اور بالوں کو خاک آلودگی سے بچائیں یہ بات چونکہ سجدے کی غایت اور روح کے منافی ہے اس لئے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

رکوع سجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع اور سجدے میں امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے تو کیا اسے یہ ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر نہ بنا دے اللہ تعالیٰ اس کی صورت (مسخ کر کے) گدھے کی صورت بنادے۔ (یعنی اس بات سے ڈرنا چاہئے) (بخاری ومسلم)

تشریح:۔ حدیث بالا میں صورت مسخ ہونے کا اگرچہ صرف اندیشہ بتایا گیا ہے لیکن یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ گو اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے اس امت کو عام مسخ سے محفوظ فرمایا ہے لیکن انفرادی مسخ کچھ بعید نہیں۔ (نیل الاوطار)

رکوع اور سجدے میں کیا پڑھا جائے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت **"فسبح باسم ربک العظیم"** نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔ اس کو اپنے رکوع میں رکھو (یعنی اس حکم کی تعمیل میں **سبحان ربی العظیم** رکوع میں کہا کرو) پھر جب آیت **"سبح السم ربک الاعلیٰ"** کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ:۔ اس کو اپنے سجدے میں رکھو (یعنی اس کی تعمیل میں **سبحان ربی الاعلیٰ** سجدے میں کہا کرو)
(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

عون بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی شخص اپنے رکوع میں ۳ بار **سبحان ربی العظیم** کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہوا اسی طرح جب اپنے سجدے میں **سبحان ربی الاعلیٰ** تین بار کہے تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہوا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح..... مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدے میں اگر تسبیح ۳ دفعہ سے کم کہی گئی تو رکوع اور سجدہ تو ادا ہو جائے گا لیکن اس میں ایک گونہ نقصان رہے گا۔ کامل ادائیگی کے لئے کم سے کم ۳ دفعہ تسبیح کہنا ضروری اور اس سے زیادہ کہنا بہتر ہے۔ ہاں امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ اتنا زیادہ طویل نہ کرے جو مقتدیوں کے لئے زحمت اور گرانی کا باعث ہو۔ حضرت سعید بن جبیر تابعی سے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق فرمایا کہ اس جوان کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے۔ ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے رکوع وسجود کی تسبیحات کے بارے میں اندازہ کیا کہ وہ تقریباً دس دفعہ پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکوع وسجود میں تقریباً دس دس دفعہ تسبیح کہتے تھے اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے وہ کم سے کم تین دفعہ اور زیادہ سے زیادہ دس دفعہ تسبیح پڑھا کرے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدے میں **سبحان ربی العظیم** اور **سبحان ربی الاعلیٰ** کہنے کی امت کو ہدایت وتلقین فرمائی اور یہی آپ کا معمول بھی تھا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

قومہ اور جلسہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام (رکوع سے اٹھتے ہوئے) کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (اللہ نے سنی اس بندہ کی جس نے اس کی حمد کی) تو تم (مقتدی لوگ) کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے اللہ! ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے ساری حمد وستائش ہے) تو جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... نماز باجماعت میں جب امام رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہے تو اللہ کے فرشتے بھی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو حکم دیا ہے کہ اس موقع پر وہ بھی یہی کلمہ کہا کریں اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں کا یہ کلمہ فرشتوں کے کلمہ کے مطابق ہوگا اس کلمہ کی برکت سے ان کے پچھلے قصور معاف ہو جائیں گے۔ مطابق ہونے کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ بالکل ان کے ساتھ ہو آگے پیچھے نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

جن حدیثوں میں کسی خاص عمل کی برکت سے گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے اس سے مراد عموماً صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ کبائر کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی معافی اصولی طور پر توبہ سے وابستہ ہے' یوں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہ جس کے چاہے محض اپنے کرم سے بخش دے۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو آپ کے پیچھے مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا:

رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ

(اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے ہی ساری حمد' بہت زیادہ حمد' بہت پاکیزہ اور مبارک حمد)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس وقت یہ کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا کہ میں نے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیس سے کچھ اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ کون اس کو پہلے لکھے گا۔ (صحیح بخاری)

تشریح...... حدیث میں اس کلمہ " رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا " کے لکھنے کے لئے تیس سے زیادہ فرشتوں کے جس مقابلہ کا ذکر ہے اس کا خاص سبب غالباً اس بندہ کے دل کی وہ خاص کیفیت تھی جس کیفیت سے اس نے اللہ کی حمد کا یہ مبارک کلمہ کہا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (کبھی ایسا

ہوتا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھ کر **سمع اللہ لمن حمدہ** کہتے تو (اتنی دیر تک) کھڑے رہتے کہ ہم کو خیال ہوتا کہ شاید آپ کو سہو ہو گیا (یعنی آپ بھول گئے ہیں) پھر سجدہ میں جاتے اور اس سے اٹھنے کے بعد دونوں سجدوں کے درمیان (اتنی دیر) بیٹھتے کہ ہم خیال کرنے لگتے کہ شاید آپ کو سہو ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کبھی کبھی آپ کا قومہ اور جلسہ اتنا طویل ہو جاتا تھا کہ صحابہ کرامؓ کو سہو ہونے لگتا تھا وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا کبھی شاذ و نادر ہی ہوتا تھا، عام عادت شریفہ یہ نہیں تھی، ورنہ اگر روزمرہ کا معمول یہی ہوتا یا بکثرت ایسا ہوا کرتا تو کسی کو سہو بھولنے کا شبہ کبھی نہ ہوتا۔

رکوع اور سجدہ کی طرح قومہ اور جلسہ میں بھی جو کلمات اور جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سب نہایت ہی مبارک اور مقبول دعائیں ہیں۔ البتہ اگر نماز پڑھنے والا امام ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہدایت کے مطابق اس کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس کا طرز عمل مقتدیوں کے لئے زحمت و مشقت کا باعث نہ بن جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ

قعدہ کا مسنون طریقہ اور تشہد

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُمْنٰى الَّتِي تَلِيَ الْاِبْهَامَ فَدَعَا بِهَا وَيَدُهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ بَاسِطُهَا عَلَيْهَا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے برابر والی انگلی (انگشت شہادت) کو اٹھا کر اس سے اشارہ فرماتے تھے اور اس وقت بایاں ہاتھ آپ کا بائیں گھٹنے پر ہی دراز ہوتا تھا۔ (یعنی اس سے آپ کوئی اشارہ نہیں فرماتے تھے)۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... قعدہ میں کلمہ شہادت کے وقت انگشت شہادت کا اٹھانا اور اشارہ کرنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی روایت کیا ہے اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ جس وقت نمازی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی شہادت دے رہا ہو اس وقت اس کا دل بھی توحید کے تصور اور یقین سے لبریز ہو اور ہاتھ کی ایک انگلی اٹھا کر جسم سے بھی اس کی شہادت دی جا رہی ہو بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ انگشت شہادت کے اس اشارے کے ساتھ آپ آنکھ سے بھی اشارہ فرماتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی نے اس اشارہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا ہے:

انگشت شہادت کا یہ اشارہ شیطان کے لئے لوہے کی دھار دار چھری اور تلوار سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد ماجد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھتے تھے کہ وہ نماز میں چہار زانو بیٹھتے تھے (کہتے ہیں کہ والد ماجد کی پیروی میں) میں بھی اسی طرح چہار زانو بیٹھنے لگا۔ حالانکہ میں اس وقت بالکل نوعمر تھا تو والد ماجد نے مجھے اسی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا اور مجھے بتایا کہ نماز میں بیٹھنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرو اور بایاں پاؤں موڑ کر بچھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ:۔ خود آپ جو چہار زانو بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ (میں مجبوری اور معذوری کی وجہ سے اس طرح بیٹھتا ہوں) میرے پاؤں اب میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ (صحیح بخاری)

تشریح...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی عبداللہ ہی تھا یہ انہیں کا واقعہ ہے جو مذکور ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی ۸۴ سال اور ایک روایت کے مطابق ۸۶ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اخیر عمر میں ضعف پیری کی وجہ سے وہ نماز میں سنت کے مطابق اپنے پاؤں پر نہیں بیٹھ سکتے تھے اس وجہ سے مجبوراً چہار زانو بیٹھنا پڑتا تھا (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی خاص تکلیف تھی اس کی وجہ سے وہ قعدہ میں سنت

کے مطابق بیٹھنے سے معذور تھے) بہر حال ان کے صاحبزادے عبداللہ نے بھی صرف ان کی تقلید اور پیروی میں ان ہی کی طرح چہار زانو بیٹھنا شروع کر دیا (اگرچہ وہ اس وقت بقول خود بوڑھے نہیں بلکہ نوعمر جوان تھے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور بتایا کہ نماز میں بیٹھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ داہنا پاؤں کھڑا کیا جائے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھا جائے اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں معذوری کی وجہ سے چہار زانو بیٹھتا ہوں' میرے پاؤں میرے جسم کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آخری الفاظ (میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے) سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے نزدیک قعدہ کا مسنون طریقہ وہ تھا جس میں آدمی کے جسم کا بوجھ اس کے دونوں پاؤں پر رہتا ہے اور وہ وہی ہے جو ہم لوگوں کا معمول ہے۔

پہلے قعدہ میں اختصار اور عجلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی دو رکعتوں پر بیٹھتے تھے (یعنی پہلا قعدہ فرماتے تھے تو آپ اتنی جلدی کرتے تھے) جیسے کہ آپ تپتے پتھروں پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (جامع ترمذی' سنن نسائی)

تشریح...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دوامی طرز عمل سے یہ سمجھا گیا کہ پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھ کے جلدی سے کھڑا ہو جانا چاہئے۔

تشہد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا مجھے تشہد تعلیم فرمایا جس طرح کہ آپ قرآن مجید کی سورتیں تعلیم فرماتے تھے (آپ نے مجھے تلقین فرمایا): التحیات لله والصلوات والطیبات.. الخ

ترجمہ: ادب و تعظیم اور اظہار نیاز کے سارے کلمے اللہ ہی کے لئے ہیں اور تمام عبادات اور تمام صدقات اللہ ہی کے واسطے ہیں اور میں ان سب کا نذرانہ اللہ کے حضور میں پیش کرتا ہوں تم پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں۔ صرف وہی معبود برحق ہے اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو کچھ سکھاتے اور بتاتے تھے اس میں سب سے زیادہ اہتمام آپ قرآن مجید کی تعلیم کا فرماتے تھے' لیکن تشہد (التحیات) کی تعلیم و تلقین آپ نے اسی خاص الخاص اہتمام سے فرمائی جس اہتمام سے آپ قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان پکڑنا بھی اسی سلسلہ کی ایک چیز تھی اور طحاوی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد ایک ایک کلمہ کر کے تلقین فرمایا جس طرح کہ بچوں یا ان پڑھوں کو کوئی اہم چیز یاد کرائی جاتی ہے اور مسند احمد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد تعلیم فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ دوسروں کو اس کی تعلیم دیں۔ تشہد' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور

بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے' اور ان روایات میں ایک دو لفظوں کا بہت معمولی سا فرق بھی ہے لیکن محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ سند اور روایت کے لحاظ سے حضرت ابن مسعودؓ کے اس تشہد ہی کو ترجیح ہے اگرچہ دوسری روایات بھی صحیح ہیں اور ان میں وارد شدہ تشہد بھی پڑھا جا سکتا ہے بعض شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ یہ تشہد شب معراج کا مکالمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بارگاہ قدوسیت میں شرف حضوری نصیب ہوا تو آپ نے نذرانۂ عبودیت اس طرح پیش کیا اور گویا اس طرح سلامی دی۔

التحیات لله و الصلوات و الطیبات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا

السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و بر کاته

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً عرض کیا

السلام علینا و علیٰ عبادالله الصالحین.

اس کے بعد (عہد ایمان کی تجدید کے طور پر) مزید عرض کیا۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

ان شارحین نے لکھا ہے کہ نماز میں اس مکالمہ کو شب معراج کی یادگار کے طور پر جوں کا توں لے لیا گیا ہے' اور اسی وجہ سے **السلام علیک ایها النبی** میں خطاب کی ضمیر کو برقرار رکھا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تشہد میں **السلام علیک ایها النبی** ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اس وقت کہا کرتے تھے جب آپ ہمارے ساتھ اور ہمارے درمیان ہوتے تھے' پھر جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم بجائے اس کے **السلام علی النبی** کہنے لگے۔

لیکن جمہور امت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ تلقین فرمایا تھا (یا معراج کے مکالمہ والی مشہور عام روایت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لفظ ارشاد ہوا تھا) یعنی **السلام علیک ایها النبی** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی بطور یادگار اسی کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا اور بلاشبہ ارباب ذوق کے لئے اس میں ایک خاص لطف ہے۔ اب جو لوگ اس صیغہ خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شرک پسندی کے مریض' نہایت ہی کور ذوق اور عربی زبان وادب کی لطافتوں سے بالکل ہی ناآشنا ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

درود شریف

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ (جو اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) راوی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ:۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم آپ کی خدمت میں سلام کس طرح عرض کیا کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ ہم تشہد میں السلام علیک ایھا النبی و رحمة الله و بر کاته کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں) اب آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. (اے اللہ! اپنی خاص عنایت اور رحمت فرما حضرت محمد پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے عنایت و رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور ان کے گھر والوں پر، تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کے گھر والوں پر، تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے)۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

درود شریف کی حکمت

انسانوں پر خاص کر ان بندوں پر جن کو کسی نبی کی ہدایت و تعلیم سے ایمان نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا احسان اس نبی و رسول کا ہوتا ہے جس کے ذریعہ ان کو ایمان ملا ہو اور ظاہر ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی دولت اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ملی ہے، اس لئے یہ امت اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ممنون احسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر جس طرح اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک اور پروردگار ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کی جائے اسی طرح اس کے پیغمبروں کا حق ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مزید رحمت و رافت اور رفع درجات کی دعا کی جائے۔ درود و سلام کا مطلب یہی ہوتا ہے اور یہ دراصل ان محسنوں کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا ہدیہ، وفاداری و نیاز کیشی کا نذرانہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا اظہار ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ان کو ہماری دعاؤں کی کیا احتیاج، بادشاہوں کو فقیروں اور مسکینوں کے ہدیوں اور

تحفوں کی کیا ضرورت۔

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ تحفہ بھی ان کی خدمت میں پہنچاتا ہے اور ہماری اس دعا والتجا کے حساب میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے الطاف وعنایات میں اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ اس دعا گوئی اور اظہار وفاداری کا خود ہم کو پہنچتا ہے' ہمارا ایمانی رابطہ مستحکم ہوتا ہے اور ایک دفعہ کے مخلصانہ درود کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی کم از کم دس رحمتوں کے ہم مستحق ہو جاتے ہیں یہ ہے درود وسلام کا راز اور اس کے فوائد ومنافع۔

درود وسلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

اس کے علاوہ ایک خاص حکمت درود وسلام کی یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہیں۔ جب ان کے لئے بھی حکم یہ ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے (یعنی ان کے واسطے اللہ سے رحمت وسلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سلامتی اور رحمت کے لئے خدا کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقام عالی بس یہی ہے کہ ان کے واسطے رحمت وسلامتی کی دعائیں کی جائیں۔ رحمت وسلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور جب ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ کسی اور مخلوق کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے کیونکہ ساری مخلوق میں انہیں کا مقام سب سے بالا وبرتر ہے۔ اور شرک کی بنیاد یہی ہے کہ خیر ورحمت اللہ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں بھی سمجھی جائے۔

سلام سے پہلے دعا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں عرض کیا کرو۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی جعفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (اے اللہ! میں نے خود اپنے اوپر بہت ہی ظلم کیا ہے) (یعنی گناہوں سے اپنے آپ کو بہت ہی تباہ و برباد کیا ہے) اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو گناہوں کو بخش سکتا اور معافی دے سکتا ہو۔ پس اے میرے اللہ! تو محض اپنی طرف سے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور بس تو ہی بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے (اور بخشش و رحمت تیری ہی ذاتی صفت ہے)...... (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح..... اس حدیث میں تو صراحۃً مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر یہ دعا نماز میں پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی لیکن یہ بات لفظوں میں مذکور نہیں ہے کہ نماز کے آخر میں سلام سے پہلے پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی' مگر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ چونکہ نماز میں دعا کا وہی خاص موقع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع کے لئے فرمایا تھا: ''تشہد کے بعد سلام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے بندہ کوئی اچھی دعا منتخب کرے اور وہی اللہ تعالیٰ سے مانگے''۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی موقع کی دعا کے لئے تعلیم کی درخواست کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ان کو اسی موقع کے لئے تعلیم فرمائی۔

اس دعا میں غور کرنے اور سمجھنے کی خاص بات یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو بار بار جنت کی بشارت سے سرفراز ہو چکے ہیں اور جو یقیناً امت میں سب سے افضل ہیں اور ان کی نماز پوری امت میں سب سے بہتر اور کامل نماز ہے یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرض میں ان کو

امام بنایا اوران کے پیچھے خود نمازیں پڑھیں وہ درخواست کرتے ہیں کہ مجھے کوئی خاص دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں نماز میں اللہ سے مانگا کروں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ان کو یہ دعا تعلیم فرماتے ہیں ۔ گویا آپ نے ان کو بتایا کہ اے ابوبکرؓ! نماز پڑھ کر بھی دل میں یہ وسوسہ نہ آئے کہ اللہ کی عبادت کا حق ادا ہو گیا اور کچھ کر لیا' بلکہ نماز جیسی عبادت کے خاتمہ پر بھی اپنے کو سر سے پاؤں تک قصور وار اور خطا کار قرار دیتے ہوئے اس کے سامنے اپنی گناہگاری کا اقرار کرو اور اس سے معافی اور بخشش اور رحم کی بھیک مانگو اور یہ کہہ کے مانگو کہ میرے اللہ! میرے پاس کوئی عمل اور کوئی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے بخشش اور معافی بھی میرا حق ہو' تو اپنی صفت مغفرت و رحمت کے صدقہ مجھ گناہگار کے لئے مغفرت و رحمت کا فیصلہ فرما دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آخری تشہد پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے:۔

(۱) جہنم کے عذاب سے' (۲) قبر کے عذاب سے (۳) زندگی اور موت کی آزمائش سے' اور (۴) دجال کے شر سے (صحیح مسلم)

ان چاروں چیزوں سے پناہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو تشہد اور درود شریف کے بعد اور سلام سے پہلے یہ دعائیں ضرور مانگنی چاہئیں ۔ ان کا یاد کرنا اور ان کا مطلب بھی ذہن میں بٹھا لینا کوئی بڑی اور مشکل بات نہیں ہے۔ معمولی توجہ سے تھوڑے سے وقت میں یہ کام ہو سکتا ہے۔ بڑی بے نصیبی اور ناقدری کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمائے ہوئے ان جواہرات سے ہم محروم رہیں۔

خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی ایک ایک دعا دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خاتمہ نماز کا سلام

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

ترجمہ: حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت (یعنی وضو) نماز کی کنجی ہے اور اس کی تحریمہ اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی بندشیں کھولنے کا ذریعہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنا ہے۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، مسند دارمی، سنن ابن ماجہ)

تشریح...... اس حدیث میں نماز سے متعلق تین باتیں فرمائی گئی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ نماز جو بارگاہ خداوندی کی خاص حاضری ہے طہارت اور باوضو ہونا اس کی کنجی یعنی اس کی مقدم شرط ہے، اس کے بغیر کسی کے لئے اس بارگاہ کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔

(۲) دوسرے یہ کہ نماز کا افتتاحی کلمہ لفظ اللہ اکبر ہے، اس کے کہتے ہی نماز والی ساری پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں، مثلاً کھانا پینا، کسی سے بات چیت کرنا جیسے کام، جن کی اجازت تھی وہ بھی ختم اور نماز تک کے لئے حرام ہو جاتے ہیں اسی لئے اس کو "تکبیر تحریمہ" کہتے ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ نماز کا اختتامی کلمہ جس کے کہنے کے بعد نماز والی ساری پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور جو جائز و مباح چیزیں "تکبیر تحریمہ" کہنے کے بعد اس کے لئے ناجائز اور حرام ہو گئی تھیں وہ سب حلال ہو جاتی ہیں وہ کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز کے افتتاح اور آغاز کے لئے کلمہ اللہ اکبر تعلیم فرمایا ہے جس سے بہتر کوئی دوسرا کلمہ افتتاح نماز کے لے سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اسی طرح اس کے اختتام کے لئے "السلام علیکم و رحمۃ اللہ" تلقین فرمایا ہے اور بلاشبہ نماز کے خاتمہ کے لئے بھی اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں سوچا جا سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ سلام اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک دوسرے سے غائب اور الگ ہونے کے بعد پہلی ملاقات ہو۔ لہٰذا اختتام کے لئے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کی تعلیم میں واضح اشارہ ہے بلکہ گویا ہدایت ہے کہ بندہ اللہ اکبر کہہ کے جب نماز میں داخل ہوا اور بارگاہ خداوندی میں عرض معروض شروع کرے تو چاہئے کہ وہ اس وقت اس عالم شہود سے حتیٰ کہ اپنے ماحول اور اپنے دائیں بائیں والوں سے بھی غائب اور الگ ہو جائے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس وقت اس کے دل کی نگاہ کے سامنے نہ رہے پوری نماز میں اس کا حال یہی رہے۔ پھر جب قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف اور آخری دعا اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کر کے اپنی نماز پوری کر لے تو اس کے باطن کا حال یہ ہو کہ گویا اب وہ کسی دوسرے عالم سے اس دنیا میں اور اپنے ماحول میں واپس آیا ہے اور دائیں بائیں والے انسانوں یا فرشتوں سے اب اس کی نئی ملاقات ہو رہی ہے اس لئے اب وہ ان کی طرف رخ کر کے اور ان ہی سے مخاطب ہو کر کہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اس حکم کا یہی راز اور یہی اس کی حکمت ہے۔ واللہ اعلم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا تھا کہ آپ سلام پھیرتے وقت دائیں جانب اور بائیں جانب رخ فرماتے تھے اور چہرہ مبارک کو دائیں جانب اور بائیں جانب اتنا پھیرتے

تھے کہ ہم رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے (صحیح مسلم)

سلام کے بعد ذکر و دعا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے فرمایا: اے معاذ! مجھے تجھ سے محبت ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو اس محبت کی بناء پر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ) ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ضرور کیا کرو۔ اور کبھی اسے نہ چھوڑو "رب اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک" (اے پروردگار! میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی' اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی) (مسند احمد' سنن ابی داؤد' سنن نسائی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اس کے بعد کہتے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام (اے اللہ! تو ہی سالم ہے (اور محفوظ ومنزہ ہے ہر عیب و نقص سے' حوادث و آفات سے' ہر قسم کے تغیر و زوال سے) اور تیری ہی طرف سے اور تیرے ہی ہاتھ میں ہے سلامتی (جس کے لئے چاہے اور جب چاہے سلامتی کا فیصلہ کرے اور جس کے لئے نہ چاہے نہ کرے) تو برکت والا ہے۔ اے بزرگی و برتری والے تعظیم و اکرام والے) (صحیح مسلم)

تشریح...... حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہونے یعنی سلام پھیرنے کے بعد فوراً پہلے تین دفعہ استغفار کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔ استغفر الله ' استغفر الله ' استغفر الله! یہ دراصل کمال عبدیت ہے کہ نماز جیسی عبادت کے بعد بھی اپنے کو قصوروار اور حق عبادت ادا کرنے سے قاصر و عاجز سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگی جائے۔

مسئلہ: سلام کے بعد ذکر و دعا کے بارے میں جو حدیثیں اوپر مذکور ہوئیں ان سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ نماز کے خاتمہ پر یعنی سلام کے بعد ذکر و دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل اور تعلیم کے اعتبار سے ثابت ہے اور اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن یہ جو رواج ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا میں بھی مقتدی نماز ہی کی طرح امام کے پابند رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی کو جلدی جانے کی ضرورت ہو تب بھی امام سے پہلے اس کا اٹھ جانا برا سمجھا جاتا ہے یہ بالکل بے اصل ہے بلکہ قابل اصلاح ہے امامت اور اقتداء کا رابطہ سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے سلام کے بعد دعا میں امام کی اقتداء اور پابندی ضروری نہیں۔ چاہے تو مختصر دعا کر کے امام سے پہلے اٹھ جائے اور چاہے تو اپنے ذوق اور کیف کے مطابق دیر تک دعا کرتا رہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

سنتیں اور نوافل

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض نمازوں کے) پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا (ان بارہ کی تفصیل یہ ہے) ۴ ظہر سے پہلے اور ۲ ظہر کے بعد اور ۲ مغرب کے بعد اور ۲ عشاء کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... اس حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کا ذکر ہے۔ بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث سنن نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی مروی ہے کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے گھر میں چار رکعت سنت پڑھتے تھے، اس کے بعد جا کر مسجد میں ظہر کی نماز پڑھاتے تھے پھر گھر تشریف لا کر ۲ رکعتیں پڑھتے تھے، اسی طرح مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد گھر میں تشریف لاتے تھے اور ۲ رکعتیں پڑھتے تھے، پھر عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد بھی گھر میں تشریف لا کر ۲ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آخر میں فرماتی ہیں پھر جب صبح صادق ہو جاتی تو فجر سے پہلے ۲ رکعتیں پڑھتے تھے"۔ (صحیح مسلم)

شب و روز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب و تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ پھر ان میں سے جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپؐ نے اپنے عمل سے بہت زیادہ اہتمام فرمایا ان کو عرف عام میں "سنت" کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو "نوافل" (نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو "نوافل" کہا گیا ہے)

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے (اور اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر مسجد میں ادا کی جاتی ہے) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کے دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کر لیا جائے اور مقرب فرشتوں سے ایک قرب و مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کی کچھ تلافی بعد والی ان سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔ (بطور جملہ معترضہ کے یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جن نمازوں سے پہلے یا بعد میں سنتیں یا نفلیں پڑھنے کی ترغیب نہیں دی گئی ہے یا صراحۃً منع کیا گیا ہے ان میں بھی کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے۔

فجر کی سنتوں کی اہمیت اور فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنت کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ "دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے" اس سب سے زیادہ قیمتی اور کارآمد ہے۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب فانی ہے اور ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ ان شاءاللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعت سنت نہ چھوڑو اگرچہ حالت یہ ہو کہ گھوڑے تم کو دوڑا رہے ہوں۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور گھوڑوں کی پشت پر تیزی سے منزلیں طے کر رہے ہو تب بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو) (سنن ابی داؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتوں اور نفلوں میں سے کسی نماز کا بھی اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کا فرماتے تھے (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہئے کہ وہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔ (جامع ترمذی)

نوافل کا ایک خاص فائدہ

حریث بن قبیصہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے کسی صالح بندے کی صحبت میسر فرما؟ پھر میں حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح بندے کی صحبت نصیب فرما (اور میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں) آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے نفع مند بنائے گا' تو حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنائی۔ فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اور اس کی نماز جانچی جائے گی پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام اور نامراد رہ جائے گا پھر اگر اس کے فرائض میں کمی کسر ہوئی تو رب کریم فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرہ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں یا نوافل) ہیں؟ تاکہ ان سے اس کے فرائض کی کمی کسر پوری ہو سکے۔ پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (جامع ترمذی' سنن نسائی)

تشریح...... سنن ونوافل کی افادیت اور اہمیت کے لئے تنہا یہ حدیث کافی ہے۔

دیگر نوافل کی فضیلت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے (یعنی چار مسلسل پڑھی جائیں) ان کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت اس بندے پر جو پڑھے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے (مسند احمد' جامع ترمذی' سنن ابی داؤد)

تشریح: عصر سے پہلے چار رکعت نفل کے بارے میں یہ آپ کا ترغیبی ارشاد ہے اور اسی کے مطابق آپ کا عمل بھی روایت کیا گیا ہے اور کبھی کبھی عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھی آپ سے ثابت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن عمارؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اسکے گناہ بخش دیئے جائینگے اگرچہ وہ کثرت میں سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (معجم طبرانی)

نفل نماز گھر میں ادا کرنے کی ترغیب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ نماز گھر کے لئے مقرر کرلو انہیں قبر نہ بناؤ۔ (جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ تو قبر کی طرح ویران ہی ہے۔ اس لئے نوافل کے ذریعہ گھروں کو آباد کرو) (بخاری، ومسلم، ابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی (فرض) نماز مسجد میں پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی (بقیہ نوافل) نماز میں سے کچھ حصہ گھر کے لئے رکھ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں نماز کی وجہ سے خیر (وبرکت) فرماتا ہے۔ (مسلم وغیرہ، ابن خزیمہ)

تشریح: البتہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر گھر میں سنتیں ونوافل چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو مسجد ہی میں ادا کرلینی چاہئیں۔ اور اس زمانہ میں ویسے بھی غفلت عام ہے اور اگر گھر میں نوافل کا اہتمام ہو سکے تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے۔ اور نوافل کو گھروں میں ادا کرنے سے گھر کی عورتیں اور بچے بھی اس کا اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے اور گھر میں جو خیر وبرکت ہوگی وہ الگ۔ (معارف السنن)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ گھر جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا ان کی مثال زندہ ومردہ کی سی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اپنے گھر میں (نفل) نماز ادا کرنا افضل ہے یا مسجد میں ادا کرنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا نزدیک ہے نماز گھر میں پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے سوائے فرض نماز کے (کہ وہ تو مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے) (احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھر میں (نفل) نماز ادا کرنے کے متعلق پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (اس کے متعلق) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا نور ہے لہٰذا تم اپنے گھروں کو نورانی بناؤ۔ (ابن خزیمہ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے گھروں میں (نفل) نماز ادا کیا کرو کیونکہ آدمی کی سب سے افضل نماز فرض نماز کے علاوہ اس کے اپنے گھر میں ہے۔ (نسائی، صحیح ابن خزیمہ)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کی وہ نماز جو گھر (کی تنہائی) میں پڑھی جائے، لوگوں کے سامنے پڑھی ہوئی نماز کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نفلوں کے مقابلہ میں فرض (بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز کا حصہ مقرر کرکے اکرام واعزاز بخشو۔ (صحیح ابن خزیمہ)

تشریح:۔ گھر کا اکرام واعزاز یہ ہے کہ اس میں نوافل زیادہ سے زیادہ پڑھے جائیں تاکہ اس میں خیر وبرکت ہو اور تاکہ یہ گھر بھی اس زمین کے ساتھ ہو جو قیامت کے دن ایمان والوں کے لئے گواہی دے گی۔

تہجد کی فضیلت واہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے، میں اس کو بخش دوں۔ (صحیح بخاری ومسلم)

تشریح...... آسمان دنیا کی طرف اللہ کا نزول فرمانا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اور اس کا ایک فعل ہے جس کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ جس طرح اس کی عام صفات و افعال کی حقیقت اور کیفیت بھی ہم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات و افعال کی حقیقت اور کیفیت کے علم سے اپنی عاجزی اور جہالت کا اقرار واعتراف ہی علم ہے۔ ائمہ سلف کا طریقہ اور مسلک یہی رہا ہے کہ ان کے بارے میں اپنی نارسائی اور بے علمی کا اقرار کیا جائے اور ان کی حقیقت اور کیفیت کا علم دوسرے متشابہات کی طرح خدا کے سپرد کیا جائے اور مانا جائے کہ جو بھی حقیقت ہے وہ حق ہے۔ لیکن اس حدیث کا یہ پیغام بالکل واضح ہے کہ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص شان رحمت کے ساتھ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خود ان کو دعا اور سوال اور استغفار کے لئے پکارتا ہے۔ جو بندے اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اس وقت بستر پر سوتے رہنا، اس سے زیادہ مشکل ہوتا ہے جتنا دوسروں کے لئے اس وقت بستر چھوڑ کر کھڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس حقیقت کا ایسا یقین نصیب فرمائے جو اس وقت بے چین کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور دعا و سوال واستغفار کے لئے کھڑا کر دیا کرے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام فرمایا (یعنی رات کو نماز تہجد اتنی طویل پڑھی) کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو گئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کی اگلی پچھلی ساری تقصیریں معاف ہو گئی ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا اعلان فرما کے آپ کو اس بارے میں مطمئن بھی کر دیا ہے)؟ آپ نے ارشاد فرمایا تو کیا میں (اس کے احسان عظیم کا) زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں (اور اس شکر گزاری میں اس کی اور زیادہ عبادت نہ کروں)۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ کو ہم گنہگاروں کی طرح عبادت وریاضت کی زیادہ ضرورت نہ تھی اور باوجود اس کے آپ کا چلنا پھرنا حتیٰ کہ سونا بھی کار ثواب تھا۔ لیکن پھر بھی آپ راتوں میں اتنی طویل نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک

متورم ہو جاتے تھے۔ اس میں ہم جیسے راحت طلب نام لیواؤں اور نیابت رسولؐ کے مدعیوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

تہجد کی رکعات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر اور سنت فجر کی دو رکعتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تہجد کی رکعات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معمول بتلایا ہے وہ آپ کا اکثری معمول تھا ورنہ خود حضرت عائشہؓ ہی کی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپؐ اس سے بھی کم پڑھتے تھے۔

مسروق تابعی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا (کہ آپ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے) تو انہوں نے فرمایا۔ سات اور نو اور گیارہ، سنت فجر کی دو رکعتوں کے سوا (صحیح بخاری)

تشریح...... حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں کبھی صرف سات رکعتیں پڑھتے تھے (یعنی چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) اور کبھی صرف نو (یعنی چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) اور کبھی گیارہ (یعنی آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

نماز تہجد کی قضا اور اس کا بدل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص رات کو سوتا رہ گیا اپنے مقررہ ورد سے یا اس کے کسی جز سے پھر اس نے اس کو پڑھ لیا نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان تو لکھا جائے گا اس کے حق میں جیسے اس نے پڑھا ہے رات ہی میں۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے رات کے لئے اپنا کوئی ورد مقرر کر لیا ہو مثلاً یہ کہ میں اتنی رکعتیں پڑھا کروں گا اور اس میں قرآن مجید اتنا پڑھوں گا' اور وہ کسی رات سوتا رہ جائے اور اس کا پورا ورد یا کوئی جز فوت ہو جائے تو اگر وہ اسی دن نماز ظہر سے پہلے پہلے اس کو پڑھ لے تو حق تعالیٰ اس کے لئے رات کے پڑھنے کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد فوت ہو جاتی تو آپ دن کو اس کے بجائے بارہ رکعتیں پڑھتے تھے (صحیح مسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

تہجد نبوی..... بعض تفصیلات

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَیْقَظَ فَتَسَوَّکَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ یَقُوْلُ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَطَالَ فِیْهِمَا الْقِیَامَ وَالرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَکْعَاتٍ کُلَّ ذٰلِکَ یَسْتَاکُ وَیَتَوَضَّأُ وَیَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَهُوَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے، پس (وقت آ جانے پر تہجد کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ نے مسواک کی اور وضو فرمایا اور آپ اس وقت (سورہ آل عمران کے آخر کی) یہ دعائیہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے۔ ان فی خلق السموات والارض (ختم سورت تک) پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام اور رکوع سجدہ بہت طویل کیا، پھر آپ بستر کی طرف واپس آئے اور (ذرا دیر کے لئے) سوگئے، یہاں تک کہ آپ کا سانس آواز کے ساتھ چلنے لگا، اس کے بعد آپ نے تین دفعہ ایسا ہی کیا (یعنی تین دفعہ ایسا کیا کہ ذرا دیر سونے کے بعد اٹھے مسواک کی، وضو فرمایا اور طویل قیام اور طویل رکوع و سجود کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں) اس طرح آپ نے (پہلی دو رکعتوں کے علاوہ) چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر دفعہ اٹھ کر آپ مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور آل عمران کے آخر کی وہ آیتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔ پھر مؤذن نے فجر کی اذان دی تو آپ نماز فجر کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ یہ دعا فرما رہے تھے **اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا......** (اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما۔ اور میری زبان میں نور پیدا فرما، اور میری سمع و بصر میں نور پیدا فرما اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ! مجھے نور عطا فرما دے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیحین میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے اور بعض میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ نیز بیان اور ترتیب میں بھی کچھ فرق ہے۔ مثلاً یہ کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ آل عمران کی آخری آیتیں آپ نے سو کے اٹھ کر وضو فرمانے سے پہلے پڑھیں۔ اسی طرح بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا نوری۔ **اللھم اجعل فی قلبی نورا** آپ نے اس دن صبح کی نماز میں کی تھی۔ اسی

طرح کا ایک فرق یہ ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھ کے درمیان میں ذرا دیر کے لئے سوجانے کا ذکر جو اس روایت میں کیا گیا ہے دوسری روایات اس سے خالی ہیں اور یہ تو معلوم ہے کہ اس طرح ہر دو رکعت کے بعد سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت مبارکہ نہیں تھی۔ اس رات آپ نے اتفاقاً ایسا کیا ہوگا۔

اس روایت میں دو خفیف رکعتیں پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' بظاہر ان کا ذکر راوی کے بیان سے رہ گیا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اسی حدیث کی دوسری روایتوں میں صراحۃً تیرہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور اس روایت کے مطابق کل رکعتیں صرف گیارہ ہوتی ہیں ان دونوں بیانوں میں مطابقت اسی طرح دی جاسکتی ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ اس کے راوی نے پہلی دو خفیف رکعتوں کا ذکر نہیں کیا ہے اور غالباً ان کو نماز تہجد سے خارج تحیۃ الوضو سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔

دعا نوری جو اس روایت میں ذکر کی گئی ہے اس میں نو دعائیہ کلمے ہیں' بعض دوسری روایات میں ان سے زیادہ کلمات نقل کئے گئے ہیں۔ بڑی مبارک اور نورانی دعا ہے۔ حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ اے اللہ میرے قلب اور میرے قالب اور میری روح اور میرے جسم میں اور جسم کے ہر حصے میں اور میری رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں نور پیدا فرمادے اور مجھے از سرتا پا نور بنا دے اور میرے گرد و پیش اور اوپر نیچے ہر طرف نور ہی نور کر دے۔ قرآن مجید کی آیت۔ "اللہ نور السموات والارض" کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس دعا کا مقصد یہ ہوگا کہ میرا وجود اور گرد و پیش بس آپ کے نور سے منور ہو جائے اور میرا ظاہر و باطن اور پورا ماحول بھی بس آپ کے رنگ میں رنگ جائے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو ابو بکرؓ کو دیکھا کہ وہ بالکل آہستہ آہستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عمرؓ پر آپ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ خوب بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں جب یہ دونوں حضرات (دوسرے کسی وقت) آپ کی خدمت میں ایک ساتھ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ میں رات تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بالکل آہستہ نماز پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں جس کے حضور میں عرض معروض کر رہا تھا بس اس کو میں نے سنا دیا اور اس نے میری سن لی (یعنی اللہ تعالیٰ نے) پھر اسی طرح آپ نے عمرؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس سے میں گزرا تو تم خوب بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بلند آواز سے قرأت کر کے اونگھتے ہوؤں کو اٹھانا اور شیطان کو بھگانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اے ابو بکرؓ تم کسی قدر اونچی آواز سے پڑھا کرو اور عمرؓ سے فرمایا تم کسی قدر ہلکی آواز سے پڑھا کرو۔ (سنن ابو داؤد)

تشریح...... عام حالات میں یہی مناسب ہے کہ تہجد کی نماز میں قراءت معتدل آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ ہو نہ بہت زیادہ آواز سے' مندرجہ بالا حدیث کا منشاء یہی ہے۔ لیکن اگر کسی وقت خاص وجہ سے آہستہ پڑھنا زیادہ مناسب ہو تو وہی بہتر ہو گا اور اس کے برعکس کسی دوسرے وقت اگر بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی مصلحت ہو تو اس وقت وہی افضل ہوگا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

چاشت یا اشراق کے نوافل

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی.

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر شخص کے جوڑ جوڑ پر صبح کو صدقہ ہے (یعنی صبح کو جب آدمی اس حالت سے اٹھتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء اور ان کا ہر جوڑ صحیح سلامت ہے تو اللہ کی اس نعمت کے شکریہ میں ہر جوڑ کی طرف سے اس کو صدقہ یعنی کوئی نیکی اور ثواب کا کام کرنا چاہئے اور ایسے کاموں کی فہرست بہت وسیع ہے) پس ایک دفعہ یعنی سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اس شکر کی ادائیگی کے لئے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے ہر جوڑ کی طرف سے شکرانہ کا جو صدقہ ہر روز صبح کو ادا کرنا چاہئے چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے سے وہ پوری طرح ادا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس مختصر شکرانہ کو اس کے ہر جوڑ کی طرف سے قبول فرما لیتا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس میں انسان کے سارے اعضاء اور اس کے تمام جوڑ اور اس کا ظاہر و باطن سب ہی شریک رہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! تو دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں میرے لئے پڑھا کر میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... اللہ کا جو بندہ رب کریم کے اس وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے صبح کو اشراق یا چاشت کے وقت پورے اخلاص کے ساتھ چار رکعتیں اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھے گا ان شاء اللہ اس حدیث قدسی کے مطابق وہ ضرور دیکھے گا کہ مالک الملک دن بھر کے اس کے مسائل کو کس طرح حل فرماتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی کبھی) چاشت کی نماز (اتنے اہتمام اور پابندی سے) پڑھتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب غالباً اسے آپ کبھی نہیں چھوڑیں گے (اور برابر پڑھا ہی کریں گے) اور (کبھی کبھی) اس کو (اس طرح) چھوڑ دیتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب (غالباً) آپ اس کو نہیں پڑھیں گے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ کے نماز چاشت نہ پڑھنے کی وجہ ہی بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسے اعمال بھی ترک فرما دیتے تھے جن کا کرنا آپ کو بہت محبوب ہوتا تھا' اس خطرے کی وجہ سے کہ آپ کو پابندی سے کرتا دیکھ کر آپ کی تقلید

اور پیروی میں عام مسلمان بھی اس کو پابندی سے کرنے لگیں تو اس کی فرضیت کا حکم نہ آ جائے"۔

الغرض اشراق اور چاشت جیسے نوافل بسا اوقات آپ اس مصلحت سے ترک کر دیتے تھے اور ایسے مقصد سے ترک کرنے والے کو ترک کرنے کے زمانہ میں بھی عمل کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مصلحت صرف آپ سے مخصوص تھی، کسی دوسرے کا یہ مقام نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جو بہت بڑی قیمت کا مال غنیمت لے کر اور بہت جلد لوٹ آیا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اب تک ایسا لشکر نہیں دیکھا تھا جو اتنی جلدی لوٹ آئے اور مال غنیمت بھی اتنا زیادہ لے کر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب یہ محسوس فرمایا کہ یہ لوگ اس کامیابی اور مال و دولت کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں تو آپ نے ازراہ تربیت ان کے ذہن کے رخ کو موڑا اور آپ نے) ارشاد فرمایا میں تمہیں اس سے زیادہ جلد لوٹ آنے والا اور اس سے زیادہ غنیمت پانے والا نہ بتادوں؟ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جس شخص نے اچھی طرح وضوء کیا پھر وہ مسجد گیا اور مسجد میں فجر کی نماز پڑھی پھر (سورج نکلنے کے بعد) چاشت کے نفل پڑھے۔ یہ اس سے زیادہ غنیمت پانے والا اور اس سے زیادہ جلد لوٹ آنے والا ہے۔ (ابویعلیٰ، بزار، صحیح ابن حبان)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اے آدم کے بیٹے دن کے شروع میں تو میرے (خوش کرنے کے) لئے چار رکعتیں پڑھ لے میں دن بھر کے لئے تیرا کفیل اور ذمہ دار ہو جاؤں گا"۔ (احمد، ابویعلیٰ)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ صَلَاۃً تُحَلُّ بِہِ الْعُقَدُ
وَتُفَکُّ بِھَا الْکُرَبُ

نماز استغفار

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّى ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَءَ "وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ".

ترجمہ: حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ابوبکرؓ نے بیان فرمایا (جو بلاشبہ صادق وصدیق ہیں) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ اٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتا ہے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم...... الاية. (جامع ترمذی)

تشریح...... یہ آیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کی مغفرت کے سلسلہ میں اس موقع پر تلاوت فرمائی سورۂ آل عمران کی ہے۔ جس سے پہلے اللہ کے ان متقی بندوں کا ذکر ہے جن کے لئے جنت خاص طور سے تیار کی گئی ہے۔

اس کے بعد یہ آیت ہے۔

والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم و من يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا علىٰ مافعلوا و هم يعلمون . اولٰئك جزآؤهم مغفرة من ربهم و جنت تجرى من تحتها الانهٰر خالدين فيها و نعم اجر العٰلمين . (آل عمران ۳: ۱۳۵-۱۳۶)

(اور وہ بندے (جن کا حال یہ ہے کہ) جب ان سے کوئی گندہ گناہ ہو جاتا ہے یا کوئی برا کام کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو جلدی ہی انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے گناہوں کا معاف کرنے والا۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی جزا بخشش اور معافی ہے ان کے رب کی طرف سے اور بہشتی باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا)

اس آیت میں ان گنہگار بندوں کے لئے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے جنہوں نے گناہ کو عادت اور پیشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ وضو کر کے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی طلب کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی بخشش کا فیصلہ فرما ہی دے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

صلوٰۃ الحاجۃ کی ترغیب ودعا

وعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَتْ لَہٗ اِلَی اللّٰہِ حَاجَۃٌ اَوْ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ بَنِیْ آدَمَ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُحْسِنِ الْوُضُوْءَ وَلْیُصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ لْیُثْنِ عَلَی اللّٰہِ وَلْیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْیَقُلْ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے‘ اس کو چاہئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ جل شانہ کی حمد وثناء کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑے حلم والا بڑے کرم والا ہے۔ پاک اور مقدس ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی پروردگار ہے۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان تمام اعمال واخلاق اور ان تمام چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کا مستحق بنا دیتی ہیں اور جو تیری مغفرت کا پختہ اور مضبوط ذریعہ ہیں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر نیکی میں سے بھرپور حصہ لینے (کی توفیق) کا‘ اور ہر گناہ سے سلامتی اور حفاظت کا۔ (اے اللہ)! میرے تمام گناہ بخش دے اور میرے تمام غموں اور پریشانیوں کو دور فرما دے۔ اور میری ہر ہر جائز حاجت کو پورا فرما دے اے سب مہربانوں سے بڑے مہربان۔“ (ترمذی‘ حاکم‘ ابن ماجہ)

ابن ماجہ کی روایت میں اخیر میں یہ بھی ہے پھر دنیا وآخرت کے بارے میں جو مانگے ان شاء اللہ اسکی حاجت ضرور پوری ہوگی۔

فائدہ: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے‘ اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہونا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہونا ہے اور جب رحمت الٰہی مساعد ومددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ وہ باقی رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہوگیا‘ اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور قرآن پاک کی آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ) تلاوت کی۔

حضرت نضرؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا' میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ذرا بھی تیز ہوا چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آ گئی۔ (ابوداؤد)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت کرتے۔ **وامر اهلک بالصلاة واصطبر عليها لانسالک رزقاً (الاية)** اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو ہم آپ کو دیں گے۔

صلاۃ التوبہ کی ترغیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا' جو کوئی شخص بھی کسی قسم کا گناہ کرے پھر اٹھ کر وضوء کرے اور نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله** (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اور (اللہ تعالیٰ کے نیک صالح بندے وہ ہیں کہ) جب وہ کوئی کھلا ہوا گناہ کر بیٹھیں یا کوئی اور برا کام ان سے ہو جائے تو (فوراً) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کی توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

(ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان' بیہقی' صحیح ابن خزیمہ)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ

صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب

عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ اَلَا اُعْطِيْكَ، اَلَا اَمْنَحُكَ، اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَقَدِيْمَهُ وَحَدِيْثَهُ وَخَطَأَهُ وَعَمَدَهُ وَصَغِيْرَهُ وَكَبِيْرَهُ وَسِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ: اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ فَقُلْ وَاَنْتَ قَائِمٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُ وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُ وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ وَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً .

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ اپنے چچا) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا۔ اے عباس! میرے چچا! میں تمہیں ایک عطیہ کروں، ایک بخشش کروں، ایک خاص چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس کام کو کرو گے تو اللہ جل شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلاۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں الحمدللہ اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو۔ پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، ابن خزیمہ)

طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر تیرے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا ریت کے ذرات کے برابر اللہ تعالیٰ سب معاف کر دیں گے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تمہیں ایک چیز دوں ایک خوشخبری سناؤں؟ ایک تحفہ دوں، پھر پوری تفصیل نماز کی بتلائی جو اوپر ذکر ہوئی۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** بھی آیا ہے۔

فائدہ: صلاۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے، علمائے امت محدثین، فقہاء، صلحاء ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔

اس نماز کے ذریعہ تمام گناہوں کا معاف ہونا حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ جس میں صغیرہ کبیرہ ہر قسم کے گناہ شامل ہیں۔ البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلاۃ التسبیح کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ **سبحانک اللھم** کے بعد **الحمد للہ** سے پہلے (تیسرا کلمہ) پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر الحمد للہ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور اسی طرح ہے جو پہلے ذکر ہوا، البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔ (فضائل ذکر)

صلاۃ التسبیح کے متعلقہ ضروری مسائل

نمبرا: اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جو بھی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورۃ حشر، سورۃ صف، سورۃ جمعہ، سورۃ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کے بقدر آیا ہے۔ اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

نمبر۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

نمبر۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے، تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے۔ لیکن اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

نمبر۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے کرنا پڑ جائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہئے اس لئے کہ مقدار تین سو ۳۰۰ ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پوری کر لے۔

نمبر۵: اس نماز کا اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

نمبر۶: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث میں گزرا جس میں حضرت جعفرؓ کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔ (از فضائل ذکر)

استخارہ اوراس کا طریقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو تمام کاموں کے لئے استخارہ (کا طریقہ) اس طرح سکھاتے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی کوئی سورت ہمیں سکھاتے تھے۔ آپ استخارہ (کا طریقہ) یوں بتلاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی شخص کا کسی (غیر معمولی اوراہم) کام کوانجام دینے کاارادہ ہوتو دو رکعت نفل نماز پڑھے اوراس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک واسالک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولااعلم و انت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھٰذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری او قال عاجل امری و آجله فاقدره لی و یسره لی ثم بارک لی فیه و ان کنت تعلم ان ھٰذا الامر شرلی فی دینی و معاشی و عاقبة امری او قال عاجل امری و آجله فاصرفه عنی و اصرفنی عنه و اقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به

''اے اللہ میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے بہتری طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم وانعام کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو تو (ہر کام کی) قدرت رکھتا ہے اور میں (کسی بھی کام) کی قدرت نہیں رکھتا اور تو (سب کچھ) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا' اور تو ہی تمام پوشیدہ (باتوں) کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے حق میں میرے دین کے اعتبار سے دنیا کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے۔ یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے۔ میرے حق میں بہتر ہے تو تو اس کو میرے لئے مقدر فرما دے اور آسان کر دے پھر اس میں میرے لئے برکت بھی عطا فرما دے اور اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے دین کے اعتبار سے' دنیا کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے۔ میرے حق میں بہتر نہیں ہے تو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور جہاں بھی (جس کام میں بھی) میرے لئے بہتری ہو اس کو مجھے نصیب فرما دے اور پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔''

دونوں جگہ ھذا الامر کی جگہ اپنی ضرورت کا نام لے (جس کے لئے استخارہ کرتا ہے) (بخاری' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

نماز استخارہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' آدمی کی سعادت اور خوش بختی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ (اپنے اہم معاملات میں) اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے اور آدمی کی بدبختی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ استخارہ کرنا چھوڑ دے۔ (احمد' ابویعلیٰ' حاکم' ترمذی)

فائدہ: استخارہ کے لفظی معنی بھلائی چاہنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں استخارہ یہ ہے کہ جب بندہ کو اپنے کسی معاملہ کے مفید یا مضر ہونے میں تردد ہو تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اس معاملہ کی بہتری اس کے دل پر کھول دے اور تردد کو دور کر کے کسی ایک پہلو کو متعین کر دے۔ جس میں خیر ہو۔ استخارہ چونکہ اللہ تعالیٰ سے ایک طرح کا مشورہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر ہر شئی کا پورا پورا علم ہے اس لئے جس کام کے لئے استخارہ کیا جائے اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

جو استخارہ کرتا ہے وہ نا کام نہیں ہوتا اور جو مشورہ کرتا ہے اسے شرمندگی وندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور جو میانہ روی

سے خرچ کرتا ہے وہ فقیر نہیں ہوتا۔ (جامع الصغیر مجموع الزوائد)

حدیث بالا میں آدمی کی سعادت استخارہ میں فرمائی ہے اس لئے ہر کام میں کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات موجود ہیں اور جو شخص پہلے استخارہ کرکے اس کے برے بھلے کو معلوم کرلیتا ہے اور اس کے بعد قدم اٹھاتا ہے وہ بلاشبہ خوش قسمت اور سعادت مند ہے۔

بندوں کا علم ناقص ہے بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بندہ ایک کام کرنا چاہتا ہے اور اس کا انجام اس کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے "صلوٰۃ استخارہ" تعلیم فرمائی اور بتایا کہ جب کوئی خاص اور اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی اور توفیق خیر کی دعا کرلیا کرو۔

بہرحال یہ صلوٰۃ استغفار، صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ استخارہ عظیم نعمتیں ہیں جو اس امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

فائدہ:۔ استخارہ کے متعلق چند اہم باتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) استخارہ انہی کاموں کیلئے کیا جاتا ہے جن کا خیر یا شر ہونا مشکوک ہو۔ لہذا جو کام شرعاً واخلاقاً واجب اور ضروری ہیں یا ناجائز وحرام ہیں ان کے لئے استخارہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) استخارہ کی دعا پڑھنے کے بعد کسی سے بات چیت کئے بغیر پاک بستر پر قبلہ رو داہنی کروٹ پر سو جانا چاہئے اور اٹھنے کے بعد جس طرف طبیعت کا رجحان زیادہ ہو اللہ کا نام لے کر وہی کام شروع کردینا چاہئے۔ اگر پہلے دن کسی ایک رائے پر نہ جمے تو دوسرے دن بھی اسی طرح کرنا چاہئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو ابن السنیؒ نے "عمل الیوم واللیلہ" صفحہ ۱۶۱ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو سات مرتبہ تک اپنے رب سے استخارہ کرو پھر دیکھو تمہارا دل کس طرف جھکتا ہے بس سمجھ لو اسی میں بھلائی ہے۔

(۳) استخارہ میں خواب آنا ضروری نہیں البتہ کبھی خواب میں کچھ اشارہ ہوجاتا ہے۔ اصل سوکر اٹھنے کے بعد دل کا میلان ورجحان ہے۔ (انتخاب الترغیب والترہیب)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنْہُ رِضًی لَّا سَخَطَ بَعْدَہٗ

امت مسلمہ کا شعار اور جمعہ کے دن کی عظمت وفضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سارے دنوں میں جن میں کہ آفتاب نکلتا ہے (یعنی ہفتہ کے ساتوں دنوں میں) سب سے بہتر اور برتر جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ ہی کے دن آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور جمعہ ہی کے دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور جمعہ ہی کے دن وہ جنت سے اس دنیا میں بھیجے گئے۔ (جہاں ان سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا) اور قیامت بھی خاص جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم)

دن رات کی پانچوں فرض نمازیں جن کے باجماعت پڑھنے کا حکم ہے اور ان کے علاوہ وہ سنن ونوافل جو انفرادی طور پر ہی پڑھے جاتے ہیں ان سب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور معمولات پچھلے اسباق میں میں ذکر کئے جا چکے۔ ان کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں اور وہ اپنی مخصوص نوعیت اور امتیازی شان کی وجہ سے اس امت کا گویا شعار (علامت) ہیں ان میں سے ایک نماز جمعہ ہے جو ہفتہ وار ہے اور عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی نمازیں ہیں جو سال میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہیں۔ فرائض پنجگانہ کے جماعت سے ادا کرنے میں جو مصالح اور منافع ہیں وہ سب کے سب وسیع تر پیمانے پر جمعہ اور عیدین کی نمازوں سے بھی حاصل ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور حکمتیں اور مصلحتیں بھی ہیں جو صرف ان ہفتہ وار اور سالانہ اجتماعی نمازوں ہی سے وابستہ ہیں' پہلے جمعہ کے بارے میں چند اشارات کئے جاتے ہیں امید ہے کہ اس باب کی احادیث کا مقصد ومنشاء سمجھنے میں ان شاء اللہ ان اشارات سے پڑھنے اور سننے والوں کو خاص رہنمائی حاصل ہوگی۔

روزانہ پانچوں وقت کی جماعت میں ایک محدود حلقہ یعنی ایک محلّہ ہی کے مسلمان جمع ہو سکتے ہیں اس لئے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھ دیا گیا۔ جس میں پورے شہر اور مختلف محلوں کے مسلمان ایک خاص نماز کے لئے شہر کی ایک بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں اور ایسے اجتماع کے لئے ظہر ہی کا وقت زیادہ موزوں ہوسکتا تھا اس لئے وہی وقت رکھا گیا اور ظہر کی چار رکعت کے بجائے جمعہ کی نماز صرف دو رکعت رکھی گئی اور اس اجتماع کو تعلیمی وتربیتی لحاظ سے زیادہ مفید اور موثر بنانے کے لئے تخفیف شدہ دو رکعتوں کے بجائے خطبہ لازمی کر دیا گیا اور اس کیلئے جمعہ ہی کا دن اس واسطے مقرر کیا گیا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے وہی دن زیادہ باعظمت اور بابرکت ہے۔ جس طرح روزانہ اخیر شب کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور جس طرح سال کی راتوں میں سے ایک رات (شب قدر) خاص الخاص درجہ میں برکتوں اور رحمتوں والی ہے اسی طرح ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف وعنایات کا دن ہے۔ اسی لئے اس میں بڑے بڑے اہم واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوئے ہیں اور واقع ہونے والے ہیں بہرحال جمعہ کی انہی خصوصیات کی وجہ سے اس اہم اور شاندار ہفتہ وار اجتماعی نماز

کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا۔ اور اس میں شرکت وحاضری کی سخت تاکید کی گئی اور نماز سے پہلے غسل کرنے اچھے صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو بھی لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی' تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس ہفتہ وار اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر و دعا کی باطنی و روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ' خوش منظر' بارونق اور پر بہار ہو اور مجمع کو فرشتوں کے پاک وصاف مجمع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت ہو۔

عبید بن السباق تابعی سے روایت ہے کہ ایک جمعہ کو خطاب فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے اس دن کو عید بنایا ہے لہذا اس دن غسل کیا کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ خوشبو لگائے اور مسواک اس دن ضرور کیا کرو۔ (مؤطا امام مالک وسنن ابن ماجہ)

جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے پر وعید

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا (مسجد میں) آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹھ جاؤ تم نے دیر بھی کی" اور (نمازیوں کو بھی) ستایا۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان)

دوران خطبہ خاموش رہنے کی ترغیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ "خاموش رہو" تب بھی تم نے غلطی کی۔ (بخاری و مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' ابن خزیمہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اپنی عورت سے خوشبو لے کر لگائے اگر اس کے پاس ہو اور اچھے کپڑے پہنے پھر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور خطبہ کے وقت کوئی بات نہ کرے تو دونوں جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اور جس نے بات کی اور لوگوں کی گردنیں پھلانگیں تو اس کی یہ جمعہ کی نماز ظہر ہو جائے گی۔ (یعنی جمعہ کی خاص فضیلت اور اجر و ثواب سے محرومی ہو گی۔) (ابوداؤد' صحیح ابن خزیمہ)

جمعہ کے دن خط بنوانا اور ناخن ترشوانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کو جانے سے پہلے اپنے ناخن اور اپنی لبیں تراشا کرتے تھے۔ (مسند بزار و معجم اوسط للطبرانی)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

نماز جمعہ کی فرضیت اور خاص اہمیت

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمْعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِامْرَأَةٍ اَوْصَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ.

ترجمہ: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو دوسرے عورت' تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو' چوتھے بیمار۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں سے روایت ہے کہ ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ برسر منبر فرمارہے تھے کہ:۔ جمعہ چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی اس حرکت سے باز آئیں یا یہ ہوگا کہ ان کے اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا' پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے۔ (اور اصلاح کی توفیق سے محروم کردیئے جائیں گے) (صحیح مسلم)

جمعہ کو بغیر عذر چھوڑنے پر وعید

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے نقل کیا ہے کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں نماز پڑھانے کے لئے کسی کو کہہ جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو جو جمعہ میں نہیں آتے ان آدمیوں سمیت آگ لگادوں۔ (مسلم' حاکم)

ابوالجعد ضمری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی بلا عذر تین جمعے سستی و سہل انگاری کی وجہ سے چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگادے گا۔ (پھر وہ نیک عمل کی توفیق سے محروم ہی رہے گا) (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جو شخص بغیر کسی مجبوری کے جمعہ کی نماز چھوڑے گا اور وہ اللہ کے اس دفتر میں جس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا منافق لکھا جائے گا اور بعض روایات میں تین دفعہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔ (مسند شافعی)

تشریح...... ان حدیثوں میں جمعہ کی جو غیر معمولی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کے ترک پر جو وعیدیں سنائی گئی ہیں وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب معصیات ومنکرات سے بچنے کی توفیق دے جن کے نتیجہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے گر جاتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اللهم احفظنا.

جمعہ کے لئے اول وقت جانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی اور اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی' اس کے بعد

انڈا پیش کرنے والے کی، پھر جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح...... حدیث کا اصل مقصد و مدعا جمعہ کے لئے اول وقت جانے کی ترغیب ہے اور آگے پیچھے آنے والوں کے ثواب اور درجات کے فرق کو آپ نے مختلف درجہ کی قربانیوں کی مثال دے کر سمجھانا چاہا ہے۔

نماز جمعہ اور خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب سردی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ شروع وقت ہی میں پڑھ لیتے اور جب موسم زیادہ گرم ہوتا تو ٹھنڈے وقت یعنی گرمی کی شدت کم ہونے پر پڑھتے۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان (تھوڑی دیر کے لئے) بیٹھتے تھے۔ آپ ان خطبوں میں قرآن مجید کی آیات بھی پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت بھی فرماتے تھے۔ آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور اسی طرح آپ کا خطبہ بھی۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ آپ کے خطبہ اور نماز میں نہ بہت طول ہوتا تھا اور نہ بہت زیادہ اختصار، بلکہ دونوں کی مقدار معتدل اور متوسط ہوتی تھی۔

نماز جمعہ کا اہتمام اور اس کے آداب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر ہو وہ لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ نہ بیٹھے پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہوں وہ پڑھے پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کردی جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

تشریح...... درج بالا حدیث میں غسل جمعہ کے علاوہ چند اور اعمال کا بھی ذکر ہے۔ بقدر امکان ہر قسم کی پاکیزگی اور صفائی کا اہتمام اچھے لباس کا اہتمام، خوشبو کا استعمال، مسجد میں ہر اس چیز سے احتیاط اور اجتناب جس سے لوگوں کو ایذا پہنچنے اور باہمی تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھنا یا لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کے جانا وغیرہ پھر وہاں حسب توفیق نوافل پڑھنا اور خطبہ کے وقت ادب اور توجہ کے ساتھ اس کو سننا پھر نماز پڑھنا۔ جمعہ کی جو نماز اس اہتمام اور آداب کے ساتھ پڑھی جائے اس کو ان دونوں حدیثوں میں پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور بخشش و معافی کا وسیلہ فرمایا گیا ہے۔ یوں بھی غور کر کے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ سب اعمال جب صحیح نیت کے ساتھ کئے جائینگے تو ان بندوں کے دلوں اور ان کی روحوں کی کیا کیفیات ہوں گی اور ان کی زندگی پر اس نماز کے کیا اثرات پڑیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شان مغفرت کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

(از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ العالی)

جمعہ کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے۔ اس کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا

جائز نہیں، جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

1- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کا کاروبار، تجارت اور خرید وفروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دکان کو مکمل بند کریں۔ مالک دکان اور ملازم سب نماز جمعہ ادا کریں۔

2- جمعہ کے دن بعض دکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دکان کا ایک فرد ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آکر دوکان پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دوکان برابر کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں۔ ہاں اگر دکان کے تمام افراد کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلدی ہوتی ہے اور پھر آکر دکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

3- ملازمت سرکاری ہو غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں۔ اسکو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنیکا اہتمام ضروری ہے البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔

4- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دکان یا فیکٹری باہر سے بند کر دیں اور اندر مسلمان ملازمین کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں۔ سب کو کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

5- اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور کرنے والا گناہگار ہے اور مازم پر اس کا کہا ماننا جائز نہیں۔ اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہئے کہ اس کی یہ ناجائز بات نہ مانے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

6- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت مزدوری کرنے والوں اور چل پھر کر مال بیچنے والوں، ریڑھی اور ٹھیلہ لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

7- اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ، غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع بنے جائز نہیں۔ صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں وہ کئے جاسکتے ہیں۔

8- اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر وتلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول رہنا جائز نہیں۔ انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہوں مسجد میں اگر چاہئیں اور موقع ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکَعُ قَبْلَ الْجُمُعَۃِ اَرْبَعًا وَبَعْدَھَا اَرْبَعًا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد چار رکعت۔ (معجم کبیر طبرانی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلیک غطفانی ایک دفعہ جمعہ کے دن ایسے وقت مسجد میں آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تھے تو سلیک اسی حالت میں آ کر بیٹھ گئے قبل اس کے کہ نماز پڑھتے (یعنی انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز نہیں پڑھی بلکہ یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے منبر پر جا چکے ہیں خود بھی بیٹھ گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:۔ کیا تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ نے فرمایا:۔ اٹھو اور پہلے دو رکعتیں پڑھو! (صحیح مسلم)

تشریح...... اس حدیث کی بناء پر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور بعض دوسرے ائمہ کا مسلک ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جو شخص مسجد میں آئے اس کیلئے اس دن تحیۃ المسجد واجب ہے اور اگر بالفرض امام خطبہ شروع کر چکا ہو جب بھی یہ آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور سفیان ثوری وغیرہ اکثر ائمہ ان احادیث کی بناء پر جن میں خطبہ کے وقت خاموش رہنے اور توجہ کے ساتھ اس کو سننے کی تاکید کی گئی ہے اور ترغیب دی گئی ہے اور اسی کے مطابق اکثر صحابہؓ و اکابر تابعین کے عمل اور فتوے کی بناء پر خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے اور سلیک غطفانی کے اس واقعہ کی مختلف توجیہات فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں دونوں طرف کے دلائل بہت وزنی ہیں۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں ایسے وقت پہنچ جائے کہ خطبے سے پہلے کم از کم دو رکعتیں ضرور پڑھ لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو چاہئے کہ اس کے بعد چار رکعت اور پڑھے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ مسجد سے گھر تشریف لے جاتے تھے پھر گھر ہی میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح...... کتب حدیث میں نماز جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ چار کا بھی اور چھ کا بھی۔ امام ترمذی نے خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ کے بعد دو رکعت اور اس کے بعد چار رکعت' گویا کل چھ رکعت بھی پڑھتے تھے۔ اس لئے ائمہ مجتہدین کے رجحانات بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض حضرات دو کو ترجیح دیتے ہیں بعض چار رکعت کو اور بعض چھ رکعت کو۔

جمعہ و شب جمعہ کے چند اعمال

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جمعہ کا دن افضل ترین دنوں میں سے ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اسی میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا اور اسی میں موت اور فنا کی بیہوشی اور بے حسی ساری مخلوقات پر طاری ہوگی۔ لہٰذا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور پیش ہوتا رہے گا' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ کے وفات فرما جانے کے بعد) ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا۔ آپ کا جسد اطہر تو قبر میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے (یعنی موت کے بعد بھی ان کے اجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں' زمین ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی۔)

(سنن ابی داؤد' سنن نسائی' سنن ابن ماجہ' مسند دارمی' دعوات کبیر للبیہقی)

تشریح...... اس حدیث میں جمعہ کے دن میں واقع ہونے والے اہم اور غیر معمولی واقعات کا ذکر کر کے جمعہ کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور مزید یہ فرمایا گیا ہے کہ اس مبارک اور محترم دن میں درود زیادہ پڑھنا چاہئے گویا جس طرح رمضان المبارک کا خاص وظیفہ تلاوت قرآن پاک ہے اور اس کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے اور جس طرح سفر حج کا خاص وظیفہ تلبیہ **لبیک اللھم لبیک**...... ہے اسی طرح جمعہ کے مبارک دن کا خاص وظیفہ اس حدیث کی رو سے درود شریف ہے' جمعہ کے دن خصوصیت سے اس کی کثرت کرنی چاہئے۔

جمعہ و شب جمعہ کے چند اعمال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو شخص جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان کا وقت نورانیت سے چمک اٹھتا ہے۔ (نسائی' بیہقی' حاکم) اور دارمی کی روایت میں ہے جو جمعہ کی رات سورہ کہف پڑھے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نورانیت سے جگمگا اٹھتا ہے۔

فائدہ: شب جمعہ اور جمعہ کے دن کی اہمیت اور بہت سے فضائل کی وجہ سے اس کی ایک ایک ساعت کی قدر کی جائے اور اعمال میں مثلاً تلاوت' ذکر' دعا' درود شریف اور نماز میں گزارا جائے۔ بعض روایات میں شب جمعہ میں سورہ دخان پڑھنے کی فضیلت بھی آئی ہے کہ جو شب جمعہ یا جمعہ کے دن سورہ دخان پڑھتا ہے اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور سورۃ یٰسین پڑھنے پر بھی مغفرت کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح جمعہ کے دن سورۃ آل عمران پڑھنے کی بھی ترغیب آئی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

عیدین کا آغاز

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانَ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ مَاھٰذَانِ الْیَوْمَانِ ؟ قَالُوا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے۔ ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ:۔ یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ:۔ ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر (سنن ابی داؤد)

تشریح...... قوموں کے تہوار دراصل ان کے عقائد و تصورات اور ان کی تاریخ و روایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے اپنی جاہلیت کے دور میں اہل مدینہ جو دو تہوار مناتے تھے وہ جاہلی مزاج تصورات اور جاہلی روایات ہی کے آئینہ دار ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان قدیمی تہواروں کو ختم کرا کے ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو تہوار اس امت کے لئے مقرر فرما دیئے جو اس کے توحیدی مزاج اور اصول حیات کے عین مطابق اور اس کی تاریخ و روایات اور عقائد تصورات کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ کاش اگر مسلمان اپنے ان تہواروں ہی کو صحیح طور پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تعلیم کے مطابق منائیں تو اسلام کی روح اور اس کے پیغام کو سمجھنے سمجھانے کے لئے صرف یہ دو تہوار ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی لئے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی و ملی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ

آئے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

عیدالفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عیدالاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ کو۔ رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اسی پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے گئے۔

الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہرطرح کی طاعات وعبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس مہینہ کے خاتمہ پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اس امت کے جشن ومسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے' چنانچہ اسی دن کو عیدالفطر قرار دیا گیا۔ اور ۱۰ ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے موسس و مورث اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم و اشارہ پا کر اپنے لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لئے اللہ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پہ چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق ومحبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل کو زندہ وسلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمالی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر "**انی جاعلک للناس اماما**" کا تاج رکھ دیا تھا اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لئے ''رسم عاشقی'' قرار دے دیا تھا' پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جا سکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لئے جو ملت ابراہیمی کی وارث اور اسوہ خلیلی کی نمائندہ ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کے دن کے مقابلہ میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دوسری عید ۱۰ ذی الحجہ کو قرار دیا گیا۔ جس وادی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا اسی وادی میں پورے عالم اسلامی کے حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسک قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اول درجے کی یادگار ہے اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عیدالاضحیٰ کی تقریبات نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہے۔ بہرحال ان دونوں (یکم شوال اور ۱۰ ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یوم العید اور امت مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

عیدین کی نماز کیلئے اذان واقامت

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز ایک یا دو دفعہ ہی نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے۔ ہمیشہ بغیر اذان اور بغیر اقامت کے۔ (صحیح مسلم)

عیدین کی نماز اور خطبہ وغیرہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے پھر آپ ان کو خطبہ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور احکام دیتے تھے اور اگر آپ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپ (عیدین کی نماز و خطبہ کے بعد) اس کو بھی روانہ فرماتے تھے یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اسی موقع پر وہ بھی دیتے تھے۔ پھر آپ عیدگاہ سے واپس ہوتے تھے (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح...... جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز آپ مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اس میدان میں پڑھتے تھے جس کو آپ نے اس کام کے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ اور گویا (عیدگاہ) قرار دے دیا تھا اس وقت اس کے گرد کوئی چاردیواری بھی نہیں تھی بس صحرائی میدان تھا۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھا۔ آپ نے عید کی نماز ایک مرتبہ بارش کی مجبوری سے مسجد شریف میں بھی پڑھی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد عیدگاہ ہی میں اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مجاہدین کے لشکر اور دستے بھی منظم کئے جاتے تھے اور وہیں سے ان کو روانہ اور رخصت کیا جاتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں عید کے دن نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی بغیر اذان اور اقامت کے پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو بلال پر سہارا لگا کر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء کی اور لوگوں کو پند و نصیحت فرمائی اور اللہ کی فرمانبرداری کی ان کو ترغیب دی۔ پھر آپ خواتین کے مجمع کی طرف گئے اور بلال آپ کے ساتھ ہی تھے وہاں پہنچ کر آپ نے ان کو اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ والی زندگی گزارنے کے لئے فرمایا اور ان کو پند و نصیحت فرمائی۔ (سنن نسائی)

تشریح...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں عید کے خطبہ میں مردوں کو خطاب فرمانے کے بعد عورتوں کو مستقل خطاب فرمانے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک حدیث جو صحیح مسلم میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ نے اس لئے کیا تھا کہ آپ کے خیال میں خواتین آپ کا خطبہ سن نہیں سکی تھیں۔ واللہ اعلم۔

فائدہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز میں خواتین بھی عام طور پر شریک ہوتی تھیں، بلکہ ان

کے لئے یہ آپ کا حکم تھا' لیکن زمانہ مابعد میں مسلم معاشرے میں فساد آ گیا تو جس طرح امت کے فقہاء اور علماء نے جمعہ اور پنجگانہ نماز کے لئے خواتین کا مسجدوں میں آنا مناسب نہیں سمجھا اسی طرح نماز عید کے لئے ان کا عید گاہ جانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی اور اس سے پہلے یا بعد آپ نے کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

عیدین کی نماز کا وقت

یزید بن خمیر رجبی تابعی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے کے لئے لوگوں کے ساتھ عید گاہ تشریف لائے (امام کے آنے میں دیر ہوئی) تو آپ نے امام کی اس تاخیر کو منکر بتایا (اور اس کی مذمت کی) اور فرمایا کہ اس وقت تو ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) نماز پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ (راوی کہتے ہیں) اور یہ نوافل کا وقت تھا (نوافل سے مراد غالباً چاشت کے نوافل ہیں)۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح...... عبداللہ بن بسر صحابی رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۸۸ھ میں "حمص" میں انکا انتقال ہوا۔ غالباً وہیں کا یہ واقعہ ہے کہ نماز عید میں امام کی تاخیر پر آپ نے نکیر فرمائی اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ نماز عید سویرے پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے وقت کے بارے میں سب سے زیادہ واضح حدیث وہ ہے جو حافظ بن حجر نے "الاضاحی" کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز ہم لوگوں کو ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر دو نیزے کے بلند ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے ہوتا تھا۔"

ہمارے زمانے میں بہت سے مقامات پر عیدین کی نماز بہت تاخیر سے پڑھی جاتی ہے یہ بلاشبہ خلاف سنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو عمیر سے روایت ہے کہ وہ اپنے متعدد چچوں سے نقل کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ میں سے تھے کہ ایک دفعہ ایک قافلہ (کہیں باہر سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے شہادت دی کہ کل (راستہ میں) انہوں نے چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزے کھول دیں اور کل جب صبح ہو تو نماز عید ادا کرنے کے لئے عید گاہ پہنچیں۔ (سنن ابی داؤد' سنن نسائی)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دفعہ رمضان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو قاعدے کے مطابق اگلے دن سب لوگوں نے روزہ رکھا لیکن دن ہی میں سے کسی وقت باہر کا کوئی قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا تھا تو آپ نے ان لوگوں کی گواہی قبول فرما کر لوگوں کو روزہ کھولنے کا حکم دے دیا اور نماز عید کے لئے فرمایا کہ کل صبح پڑھی جائے گی۔

بظاہر یہ قافلہ دن کو دیر سے مدینہ منورہ پہنچا تھا اور نماز کا وقت نکل چکا تھا۔ شرعی مسئلہ بھی یہی ہے کہ اگر چاند کا دیکھنا ایسے وقت معلوم ہو کہ نماز عید اپنے وقت پر نہ پڑھی جا سکتی ہو تو پھر اگلے دن صبح ہی کو پڑھی جائے گی۔

عیدین کی نماز میں قرأت

عَنْ عُبَيْدِاللهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ اَبَا وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ مَا كَانَ يَقْرَءُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود تابعی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ "ق والقران المجید" اور "اقتربت الساعة"۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عیدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں خود یاد نہ رہا ہو اور اس وجہ سے انہوں نے ابو واقد لیثیؓ سے پوچھا۔ بظاہر حضرت عمرؓ کا یہ سوال یا تو ابو واقد لیثیؓ کے علم و حافظہ کا اندازہ کرنے کے لئے تھا یا اپنے مزید اطمینان کیلئے۔ واللہ اعلم۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰى" اور "هَلْ اَتَاکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھا کرتے تھے اور جب (اتفاق سے) عید اور جمعہ ایک ہی دن پڑ جاتا تو بھی دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح...... ابوواقد لیثی اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے ان بیانوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ عیدین کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سورہ ق اور سورہ قمر پڑھتے تھے اور کبھی سورہ اعلیٰ و سورہ غاشیہ۔

بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن بارش ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عید کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پڑھائی (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح...... عیدین میں "امت مسلمہ کا تہوار" اور "دینی جشن" ہونے کی جو شان ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کی قوموں کے جشنوں اور میلوں کی طرح ہمارا عیدین کی نماز والا اجتماع بھی کہیں کھلے میدان میں ہو اور جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول و دستور بھی یہی تھا اور اس لئے عام حالات میں یہی سنت ہے لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بارش کی حالت ہو (یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو) تو عید کی نماز بھی مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

عیدین کے دن کھانا نماز سے پہلے یا بعد میں؟

ترجمہ...... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ عیدالفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

تشریح...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ مروی ہے کہ عیدالفطر کے دن نماز کو تشریف لے جانے سے پہلے آپ چند کھجوریں تناول فرماتے تھے اور طاق عدد میں تناول فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری)

عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانے کی وجہ غالباً یہ ہوگی

کہ اس دن سب سے پہلے قربانی ہی کا گوشت منہ میں جائے' جو ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے۔ اور عید الفطر میں علی الصبح نماز سے پہلے ہی کچھ کھالینا غالباً اس لئے ہوتا تھا کہ جس اللہ کے حکم سے رمضان کے پورے مہینہ دن میں کھانا پینا بالکل بند رہا' آج جب اس کی طرف سے دن میں کھانے پینے کا کی اجازت ملی اور اسی میں اس کی رضا اور خوشنودی معلوم ہوئی تو طالب ومحتاج بندہ کی طرح صبح ہی اس کی ان نعمتوں سے لذت اندوز ہونے لگے۔ بندگی کا مقام یہی ہے۔

عیدگاہ کی آمد و رفت میں راستہ کی تبدیلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے جس راستہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تشریف لاتے تھے۔ علماء نے اس کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں ان میں سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ یہ اس لئے کرتے تھے کہ اس طرح شعائر اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت وشوکت کا زیادہ اظہار و اعلان ہو۔ نیز عید میں جشن اور تفریح کا جو پہلو ہے اس کے لئے بھی یہی زیادہ مناسب ہے کہ مختلف راستوں اور بستی کے مختلف حصوں سے گزرا جائے۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

صَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

نماز میں خشوع وخضوع

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
لَاتُجْزِئُ صَلَاۃُ الرِّجَالِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَھْرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ.

ترجمہ: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بُری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے کہ اجر وثواب کا سبب ہو ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی اس پر کوئی ثواب نہ ہوا۔ لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوتی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ جتنی زیادہ وزنی اور قیمتی نماز پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں۔ فرماتے ہیں نہ تو حق تعالیٰ شانہ کے پاس ان (جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون۔ بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ لہذا جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔

بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضاء کردے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو۔ ادھر ادھر مشغول ہو۔ تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔ (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے۔ ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہؒ سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں **اقام الصلاۃ** اور **یقیمون الصلاۃ** آیا ہے یہی مراد ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

(۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے سے۔

(۲) اور (سجدے) میں درندوں کی طرح بازؤں کو بچھانے سے۔

(۳) اور اس سے بھی کہ آدمی مسجد میں کسی مخصوص جگہ کو اپنے لئے مقرر کرلے جیسا کہ اونٹ کرلیا کرتا ہے۔

تشریح: (۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے کا مطلب واضح ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی ٹھونگ دوسری مار دی۔ یعنی رکوع وسجدے اتنی جلدی جلدی نہ کئے جائیں کہ ابھی سر جھکایا اور فوراً ہی اٹھ گئے۔

(۲) سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی اور پہلو سے الگ رہنی چاہئیں البتہ کوئی بیمار ہے یا بہت بوڑھا ہے اور وہ کہنیاں زمین پر لگا کر سہارا لینے کے لئے مجبور ہے تو اس کی بات اور ہے علماء نے لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا، کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اور نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدے میں ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت کا خود اندازہ کرلیجئے کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

(۳) اونٹ کی عادت یہ ہوتی ہے کہ جس جگہ وہ بیٹھنے لگتا ہے وہاں پھر دوسرے اونٹ کو نہیں بیٹھنے دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو مسجد کے اندر کوئی خاص جگہ اپنے لئے ایسی نہیں مقرر کرلینی چاہئے کہ اگر کسی وقت کوئی دوسرا وہاں بیٹھ جائے تو اسے ناگوار ہو۔ مسجد تمام مسلمانوں کی جگہ ہے جو شخص جہاں پہلے آکر بیٹھ گیا وہ اسی کی جگہ ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

الحمد لله على كل حال

وصلى الله على محمد وعلى أهل بيته

عبادت اور خشوع وخضوع سے متعلق اولیاء اللہ کے چند واقعات

حضرت محمد بن نصرؒ کا خشوع وخضوع

حضرت محمد بن نصرؒ مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت مسروق اور حضرت سعید کی عبادت

مسروقؒ ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے' کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی اور ابوالمعتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالب مکی سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا (اتحاف)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مقام عبادت

حضرت امام اعظمؒ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا۔ اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دو پہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ کہ فرمایا کہ میں نے ان کا حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وھو یتولی الصلحین (وہی متولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گناہگار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

علماء وفقہاء کے حالات

حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمدؒ بن منکدرؒ حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آ گئی تھی۔ وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون اخیر تک (سورہ زمر۔ع ۵) اس سے پہلی کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے۔ وبدالھم الایۃ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمدؒ ابن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ کی قبر میں نماز

حضرت ثابت بنانی حفاظ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو

فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ کہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابوسنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

امام ابو یوسفؒ کی نوافل

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے۔ لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

نماز کا ثواب خشوع خضوع کے مطابق ہوتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کے لئے نواں حصہ بعض کے لئے آٹھواں حصہ ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ملے گا۔ (جامع الصغیر)

خشوع اور بغیر خشوع والی نماز کا فرق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع وخضوع سے بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

فائدہ: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے۔ یہی

وجہ ہے کہ آج کل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہ' کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے (ترغیب) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہ' نے عہد فرمالیا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ' نے کیا فرمادیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں؟ حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرامؓ یہی جواب دیتے رہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ' اپنی عزت اور بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔ (فضائل اعمال)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللھم صل علی محمد

وعلی ابینا ابراھیم

بدترین چور

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالَ لَایُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنیوالا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرلے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اسکا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔ (دارمی احمد)

فائدہ: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔

سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زیادؓ صحابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضورؐ نے فرمایا میں تو تجھ کو بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا یہ یہودی ونصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کارآمد ہوا۔ ابوالدرداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جا کر یہ قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابوالدرداءؓ سچ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضورؐ کے راز دار کہلاتے ہیں۔ وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

نماز میں سکون کا اہتمام ضروری ہے

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

فائدہ:۔ نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے

کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی۔ جب **قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون** نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اول اول ادھر ادھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابوالدرداؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے؟ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی (درمنثور) بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز اس طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ نماز اس طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ (فضائل اعمال)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

نماز کیسی ہونی چاہئے؟

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَاصَلٰوةَ لَهُ.

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنھیٰ الخ (بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

فائدہ: بیشک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنھی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ کا خوف بری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نمازی بری باتوں اور مناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔ (در منثور) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہئے بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بری بات کے چھوڑانے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جائیں۔ (فضائل اعمال)

معاویہؓ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی

گئیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا چاہئے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں کیا کہنا چاہئے۔ ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یرحمک اللہ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کر دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا' نہ ڈانٹا' نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح وتکبیر اور قراءۃ قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضورؐ جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا' نگاہ کو نیچی رکھنا' اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (فضائل اعمال)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کی کیفیت نماز

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدس ﷺ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰہٰ مآ انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے۔ صحابہ کرام عرض بھی کرتے کہ سورہ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضور ﷺ فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ (ترغیب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔

فقہاء صحابہ کی نماز

مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی نماز تھی۔ وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے بداعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگزر کریں تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں۔ اے کریم میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگزر فرما"۔ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن میں لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گزارہ آپ کی اعانت پر تھا۔ (نزہت البساتین)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ بدن پر کپکپی آ جاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قصہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی، نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا۔ فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی۔ رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت وآرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

حضرت اویسؒ کا رکوع وسجدہ

حضرت اویسؒ قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ (ایضاً)

حضرت حاتمؒ کی نماز

عصامؒ نے حضرت حاتمؒ زاہد بلخی سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں۔ پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں، عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے عصام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بیحد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

اللہ والوں کے چند واقعات

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واسعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے۔ ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں۔ (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمونؒ بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تھی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے۔ (احیاء)

بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دق نہیں کرتیں؟ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے اور پھر اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لے جاتے ہوئے اس پر بھی نظر پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا۔ فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

مسلم بن یسار اور دوسرے بزرگوں کے واقعات

مسلم بن یسارؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہوگا۔ عامر بن عبداللہؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اسکی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا یہ نہیں پوچھتا۔ ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو

جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کے لئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہئے۔ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آ جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آ جاتی ہے انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

رات دن کی نماز میں مصروفیت

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے اور پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے۔ استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی۔ **اعوذ باللہ عین لاتشبع من النوم** (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے کیلئے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات۔ بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کے صحیح ہونے میں بھی تردد ہونے لگا۔ لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں کہ ان کو تھکاوٹ ہوتی ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث - 2

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب وکاوش
مجلس تحقیقات اسلامیہ
زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513-519240 ✆
Email:Taleefat@mul.wol.net.pk/Website: www.taleefat-e-ashrafia.co

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

نام کتاب............درس حدیث (جلد۲) تاریخ اشاعت.........رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
ناشر...... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان طباعت..............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے
ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

عرض مرتب وناشر

بفضل للہ درس حدیث کی دوسری جلد حاضر خدمت ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے عوام وخواص نے سبق وار احادیث نبویہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت سے احباب نے مطالبہ کیا کہ جلد سے جلد اسکی دیگر جلدیں بھی منظر عام لائی جائیں۔ اللہ کی توفیق سے یہ دوسری جلد ''دین اسلام کی بنیادی عبادات'' سے متعلق ہے جس میں احادیث اوران کی تشریح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مقبول عام کتاب ''حیات المسلمین'' سے ماخوذ ہیں۔

''حیات المسلمین'' کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ نے حکیم الامت کو بایں الفاظ دعوت دی کہ ''آپ سے استدعا ہے کہ اس موقع پر خود دھلی تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایات دیں تو بہت بہتر لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیج کر مشکور فرمائیں اور اللہ پاک اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسحور کر دے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوادے تاکہ سلطنت اسلامی قائم ہوسکے''۔

اس کے جواب میں حضرت اقدس رحمہ اللہ نے ارقام فرمایا۔ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے پیام عمل ہے ایک حیات المسلمین شخصی اصلاح کے لئے دوسری حیات المسلمین جمہوری نظام کیلئے۔ ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں مگر سنگین ہیں جس میں وہی فرق ہے جو ذوق وغالب کے اشعار میں اور حکیم محمود خان اور حکیم محمد صادق خان کے نسخوں میں اور نمائندہ وہ کام نہیں کرسکتا جو یہ کتابیں کرسکتی ہیں مگر عمل شرط ہے۔ (خاتمۃ السوانح)

ایک مرتبہ حکیم الامت نے ارشاد فرمایا ''مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ یہ میرا سرمایہ نجات ہے البتہ حیات المسلمین کے متعلق میرا غالب خیال قلب پر ہے کہ اس سے میری نجات ہوجائیگی۔ اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں مگر لوگ اس کو اردو میں دیکھ کر بے وقعت سمجھتے ہیں۔ اس کی قدر ان علماء کو ہوسکتی ہے جو حدیث شریف پڑھاتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ کون اشکال کہاں پر کس ذرا سے لفظ سے حل ہوگیا ہے۔ اور پھر یہ کتاب گویا فہرست ہے ان اعمال کی جن سے یقینی طور پر دنیا کی فلاح حاصل ہوگی اور دین کی بھی''

حیات المسلمین کی افادیت اور خود مصنف علیہ الرحمۃ کی نظر میں اسکی اہمیت نے درس حدیث کی اس جلد کو پایہ استناد کے اعلیٰ مقام پر فائز کردیا ہے۔

حدیث کا عربی متن ''حیات المسلمین عربی اردو'' سے نقل کیا گیا ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم

کی مبارک کاوش ہے کہ انہوں نے مکمل احادیث وتشریح کو عربی جامہ پہنا کر کتاب کی افادیت کو عالمگیر بنا دیا ہے۔

زیرِ نظر درس حدیث میں حیات المسلمین کی احادیث وتشریح کو جدید انداز میں پیش کیا گیا ہے حضرت نے جو روح کے عنوان سے ابواب قائم فرماتے تھے وہاں روح کا لفظ ختم کر کے عام فہم عنوان لگا دیا گیا ہے۔

درس میں شامل احادیث کے حوالہ کیلئے صرف حیات المسلمین کا نام ہی سند ہے اس لئے ہر جگہ حوالہ لکھنے کا التزام نہیں کیا گیا۔

امید قوی ہے کہ اس ترتیب جدید سے حیات المسلمین کی افادیت یہ جو پہلے بھی کم نہیں دو چند ہو جائے گی۔

ان شاء اللہ جلد سے جلد درس حدیث کی مزید جلدیں منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائیگی۔

فضائل علم، فضائل ذکر، فضائل حج، اصلاح معاشرت، اسلامی تعلیمات برائے خواتین (3 جلد) جیسے عام فہم ضروری موضوعات پر دیگر جلدوں کا کام جاری ہے۔ جس کے لئے تمام قارئین سے دعا کی دردمندانہ درخواست ہے۔

اللہ پاک حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کے وسیلہ سے یہ خدمت حدیث اپنی بارگاہ قدس میں قبول فرمائے۔

ہر درس کے آخر میں دعائیہ کلمات دئے گئے ہیں اور اس جلد کے آخر میں درود شریف کے ایسے چالیس سے زائد صیغہ جات ذکر کر دیئے ہیں جو مختلف مصائب، امراض اور پریشانیوں میں مجرب ہیں۔ یہ تمام درود شریف حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ کی تالیف "درود و سلام کا حسین گلدستہ" سے ماخوذ ہیں۔ اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ ہم اس درس کو مسجد، مدرسہ، دفتر وغیرہ کسی بھی جگہ سنیں اور سنائیں تو غور و فکر اور عمل کی نیت سے سنیں اور پھر گھر میں، اپنے دوست احباب میں اس درس سے حاصل شدہ علم کی تبلیغ محبت وحکمت سے ضرور کریں۔ اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے کہ ہم دین کی باتیں سننے کے بعد گھر میں جا کر ان کا مذاکرہ نہیں کرتے۔

یاد رکھئے! جس طرح اہل وعیال کی دنیوی راحت وآرام کا ہم خیال رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری ان کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے اپنے گھروں میں بھی احادیث مبارکہ پر مشتمل اس درس کا روزانہ اہتمام کیا جائے۔ اور دنیا کی عظیم ترین ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کو سن کر اپنایا جائے جن کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہیچ ہے۔ اس لئے ان مبارک فرامین سے اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے دامن کو سجانے کی کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے دل و دماغ کی سفید لوح پر اسلامی تاریخ کے درخشندہ ابواب نقش ہو جائیں اور یہی بچے مستقبل میں اچھے مسلمان ثابت ہوں۔

عصر حاضر میں جبکہ ہم مسلمان ہر طرف سے مغلوبیت کے شکار ہیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی اقدار کی طرف لوٹیں شریعت پر عمل کر کے اپنا تعلق اللہ وحدہٗ لاشریک سے مضبوط کریں کہ وہی غالب ہے اور اسی سے تعلق کی برکت سے ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔ بقول شخصے عبادات میں ہمارا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اعمال میں ہمارا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آیئے! ان مبارک احادیث کے مطالعہ سے اپنی عبادات اور اعمال دونوں کا قبلہ سنواریں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واتباعہ اجمعین وارخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ

محرم الحرام ١٤٢٦ھ بمطابق مارچ 2005ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم..... اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب، اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت، غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

دین کا سیکھنا اور سکھلانا

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم (دین کا) طلب کرنا (یعنی اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا) ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت ہو، شہری ہو یا دیہاتی ہو، امیر ہو یا غریب ہو، دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور علم کا یہ مطلب نہیں کہ عربی ہی پڑھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھے خواہ عربی کتابیں پڑھ کر خواہ اُردو کی کتابیں پڑھ کر، خواہ معتبر عالموں سے زبانی پوچھ کر، خواہ معتبر واعظوں سے وعظ کہلوا کر، اور جو عورتیں خود نہ پڑھ سکیں اور نہ کسی عالم تک پہنچ سکیں، وہ اپنے مردوں کے ذریعہ سے دین کی باتیں عالموں سے پوچھتی رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر (یہ ایک صحابی کا نام ہے) اگر تم کہیں جا کر ایک آیت قرآن کی سیکھ لو یہ تمہارے لیے سو رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تم کہیں جا کر ایک مضمون علم (دین) کا سیکھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا عمل نہ ہو یہ تمہارے لیے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے علم دین حاصل کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعضے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہوسکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ، یہ غلطی ہے۔

دیکھو اس میں صاف فرمایا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو دونوں حالت میں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تین وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو گمراہی سے تو بچ گیا یہ بھی بڑی دولت ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی تو عمل کی بھی توفیق ہو جاوے گی۔

تیسری وجہ یہ کہ کسی اور کو بھی بتلا دے گا۔ یہ بھی ضرورت اور ثواب کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان آدمی کوئی علم (دین کی بات) سیکھے پھر اپنے بھائی مسلمان کو سکھلا دے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دین کی جو بات معلوم ہوا کرے وہ دوسرے بھائی مسلمانوں کو بھی بتلا دیا کرے، اس کا ثواب تمام خیر خیرات سے زیادہ ہے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے کہ ذرا سی زبان ہلانے میں ہزار روپیہ خیرات کرنے سے بھی زیادہ ثواب مل جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ (التحریم آیت ۶) اس کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو بھلائی (یعنی دین) کی باتیں سکھلاؤ۔ (حاکم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے بیوی بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا فرض ہے۔ نہیں تو انجام دوزخ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان

والے کے عمل اور نیکیوں میں سے جو چیز اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتی رہتی ہے ان میں یہ چیزیں بھی ہیں ایک علم (دین) جو سکھلایا ہو (یعنی کسی کو پڑھایا ہو یا مسئلہ بتلایا ہو) اور اس (علم) کو پھیلایا ہو (مثلاً دین کی کتابیں تصنیف کی ہوں یا ایسی کتابیں خرید کر وقف کی ہوں یا طالب علموں کو دی ہوں یا طالب علموں کو کھانے، کپڑے کی مدد دی ہو جن سے علم دین پھیلے گا اور یہ بھی مدد دے کہ اُس پھیلانے میں ساجھی ہو گیا) دوسرے نیک اولاد جس کو چھوڑ مرا ہو (اور بھی کئی چیزیں فرمائیں)۔ (ابن ماجہ و بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا نے کسی اولاد والے نے اپنی اولاد کو کوئی دینے کی چیز ایسی نہیں دی جو اچھے ادب (یعنی علم سے بڑھ کر ہو۔ (ترمذی و بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص تین بیٹیوں کی یا اسی طرح تین بہنوں کی عیالداری (یعنی ان کی پرورش کی ذمہ داری کرے پھر ان کو ادب (یعنی علم) سکھلا دے اور ان پر مہربانی کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے فکر کر دے (یعنی اُن کی شادی ہو جاوے جس سے وہ پرورش سے بے فکر ہو جاویں) اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت کو واجب کر دے گا۔ ایک شخص نے دو کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا دو میں بھی یہی فضیلت ہے۔ ایک شخص نے ایک کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا ایک میں بھی یہی فضیلت ہے۔ (شرح السُنہ)

دُعا کیجیے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب و احکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تا کہ اُن کا حقِ عظمت ادا ہو۔)
درود و سلام پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

حصول علم کا دستور العمل

عن ابی هريرة رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال افضل الصدقة ان يتعلم المرا المسلم علما ثم يعلمه اخاه المسلمؐ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان آدمی کوئی علم (دین کی بات) سیکھے پھر اپنے بھائی مسلمان کو سکھلا دے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: ان حدیثوں میں اور اسی طرح اور بہت سی حدیثوں میں علم دین اور تعلیم دین یعنی دین کے سیکھنے اور سکھلانے کا ثواب اور اس کا فرض ہونا مذکور ہے اصل سیکھنا اور سکھلانا تو وہی ہے جس سے آدمی عالم یعنی مولوی بن جاوے مگر ہر شخص کو نہ اتنی ہمت، نہ اتنی فرصت۔ اس لیے میں دین سیکھنے اور سکھلانے کے ایسے آسان طریقے بتلاتا ہوں جس سے عام لوگ بھی اس فرض کو ادا کر کے ثواب حاصل کر سکیں، تفصیل ان طریقوں کی یہ ہے:

۱۔ جو لوگ اُردو حروف پہچان سکتے اور پڑھ سکتے ہیں یا آسانی سے اُردو پڑھنا سیکھ سکتے ہیں وہ تو ایسا کریں کہ اُردو زبان میں جو معتبر کتابیں دین کی ہیں جیسے بہشتی زیور اور بہشتی گوہر اور تعلیم الدین اور قصد السبیل اور تبلیغ دین اور تسہیل المواعظ کے سلسلہ کے وعظ جتنے مل جاویں ان کتابوں کو کسی اچھے جاننے والے سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور جب تک کوئی ایسا پڑھانے والا نہ ملے ان کتابوں کو خود دیکھتا رہے اور جہاں سمجھ میں نہ آوے یا کچھ شبہ رہے وہاں پنسل وغیرہ سے کچھ نشان کر دے، پھر جب کوئی اچھا جاننے والا مل جاوے اس سے پوچھ لے اور سمجھ لے اور اس طرح جو حاصل ہو وہ مسجد میں یا بیٹھک میں دوسروں کو بھی پڑھ کر سُنا دیا کرے اور گھر میں آ کر اپنی عورتوں اور بچوں کو سُنا دیا کرے اسی طرح جنھوں نے مسجد یا بیٹھک میں سُنا ہے وہ بھی اس کو اپنے دھیان میں چڑھا کر جتنا یاد رہے اپنے گھر والوں میں آ کر گھر والوں کو سنا دیا کریں۔

۲۔ اور جو لوگ اُردو نہیں پڑھ سکتے وہ کسی اچھے لکھے پڑھے سمجھدار آدمی کو اپنے یہاں بلا کر اس سے اسی طرح وہی کتابیں سن لیا کریں اور دین کی باتیں پوچھ لیا کریں، اگر ایسا آدمی ہمیشہ رہنے کے لیے تجویز ہو جاوے تو بہت ہی اچھا ہے اگر اس کو کچھ تنخواہ بھی دینا پڑے تو سب آدمی تھوڑا تھوڑا چندہ کے طور پر جمع کر کے ایسے شخص کو تنخواہ بھی دے دیا کریں۔ دنیا کے بے ضرورت کاموں میں سینکڑوں ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں اگر دین کی ضروری بات میں تھوڑا سا خرچ کر دو تو کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر ایسا آدمی جو تم کو دین کی باتیں بتلاوے اور ایسی کتابیں اپنی عقل سے تجویز مت کرنا بلکہ کسی اچھے اللہ والے عالم سے صلاح لے کر تجویز کرنا۔

۳۔ ایک کام یہ پابندی سے کریں کہ جب کوئی کام دنیا کا یا دین کا کرنا ہو جس کا اچھا یا بُرا ہونا شروع سے نہ معلوم ہو اس کو دھیان کر کے کسی اللہ والے عالم سے ضرور پوچھ لیا کریں اور وہ جو بتلاوے اس کو خوب یاد رکھیں اور دوسرے مردوں اور عورتوں کو بھی بتلا دیا کریں اور اگر ایسے عالم کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو تو اس کے پاس خط بھیج کر پوچھ لیا کریں اور جواب کے واسطے ایک لفافہ پر اپنا پتہ لکھ کر یا لکھوا کر اپنے خط کے اندر رکھ دیا کریں کہ اس طرح سے جواب دینا اس عالم کو آسان ہوگا اور جلدی آوے گا۔

۴۔ایک اس بات کی پابندی رکھیں کہ کبھی کبھی اللہ والے عالموں سے ملتے رہیں، اگر ارادہ کر کے جاویں تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اگر اتنی فرصت نہ ہو اور ایسا عالم پاس بھی نہ ہو جیسے گاؤں والے ایک طرف پڑے رہتے ہیں تو جب کبھی شہروں میں کسی کام کو جانا ہو اور وہاں ایسا عالم موجود ہو تو تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس جا کر بیٹھ جایا کریں اور کوئی بات یاد آ جائے تو پوچھ لیا کریں۔

۵۔ایک کام ضروری سمجھ کر یہ کیا کریں کہ کبھی کبھی مہینہ دو مہینہ میں کسی عالم کی صلاح سے کسی وعظ کہنے والے کو گاؤں یا اپنے محلّہ میں بلا کر اس کا وعظ سنا کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف دل میں پیدا ہو کہ اس سے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

یہ مختصر بیان ہے دین سیکھنے کے طریقوں کا اور طریقے بھی کیسے! بہت آسان، اگر پابندی سے ان طریقوں کو جاری رکھیں گے تو دین کی ضروری باتیں بے محنت حاصل ہو جاویں گی اور اس کے ساتھ ہی دو باتوں کا اور خیال رکھیں کہ وہ بطور پرہیز کے ہے۔ایک یہ کہ کافروں کے اور گمراہوں کے جلسوں میں ہرگز نہ جاویں۔ اول تو کفر کی اور گمراہی کی باتیں کان میں پڑنے سے دل میں اندھیرا پیدا ہوتا ہے دوسرے بعض دفعہ ایمان کے جوش میں ایسی باتوں پر غصہ آ جاتا ہے۔ پھر اگر غصہ ظاہر کیا تو بعض دفعہ فساد ہو جاتا ہے، بعض دفعہ اس فساد سے دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے، بعض دفعہ مقدمہ کا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے، سب میں وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور روپیہ بھی، یہ سب باتیں پریشانی کی ہیں اور اگر غصہ ظاہر نہ کر سکے تو دل ہی دل میں گھٹن اور رنج پیدا ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے غم خریدنا کیا فائدہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی سے بحث مباحثہ نہ کریں کہ اس میں بھی اکثر ویسی ہی خرابیاں ہو جاتی ہیں جن کا ابھی بیان ہوا اور ایک بڑی خرابی ان دونوں باتوں میں اور ہے جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ یہ کہ ایسے جلسوں میں جانے سے یا بحث کرنے سے کوئی بات کفر کی اور گمراہی کی ایسی کان میں پڑ جاتی ہے جس سے خود بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے پاس اتنا علم نہیں جو اس شبہ کو دل سے دُور کر سکے تو ایسا کام کیوں کرے جس سے اتنا بڑا نقصان ہونے کا ڈر ہو اور اگر کوئی خواہ مخواہ بحث چھیڑنے لگے تو سختی سے کہہ دو کہ ہم سے ایسی باتیں مت کرو، اگر تم کو پوچھنا ہی ضروری ہو تو عالموں کے پاس جاؤ اگر ان سب باتوں کا خیال رکھو گے تو دوا اور پرہیز کو جمع کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دین کے تندرست رہو گے کبھی دین کی بیماری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

دُعا کیجیے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجیے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجیے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

قرآنِ مجید کا پڑھنا اور پڑھانا

عن عثمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر کم من تعلم القران وعلمه.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب میں اچھا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلاوے۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جا کر کلام اللہ شریف کی دو آیتیں کیوں نہ سیکھ لے یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں (کے ملنے) سے زیادہ بہتر ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہیں اور ان کی گنتی کے جتنے اونٹ ہوں ان سب سے وہ آیتیں بہتر ہیں۔ (مسلم)

فائدہ: جس کی وجہ ظاہر ہے کہ اونٹ تو دنیا ہی میں کام آتے ہیں اور آیتیں دونوں جہان میں کام آتی ہیں اور اونٹ کا نام مثال کے طور پر لیا گیا کیونکہ عرب اونٹوں کو بہت چاہتے تھے ورنہ ایک آیت کے مقابلہ میں بھی ساری دنیا کی کوئی حقیقت نہیں (مرقاۃ) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پورا قرآن بھی نہ پڑھا ہو تھوڑا ہی پڑھا ہو اس کو بھی بڑی نعمت حاصل ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا قرآن خوب صاف ہو وہ (درجہ میں) فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو بندوں کے اعمال نامے لکھنے والے اور عزت والے اور پاکی والے ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: دو ثواب اس طرح سے کہ ایک ثواب پڑھنے کا اور ایک ثواب اس محنت کا کہ اچھی طرح چلتا نہیں مگر تکلیف اُٹھا کر پڑھتا ہے۔ اس حدیث میں کتنی بڑی تسلی ہے اس شخص کے لیے جس کو قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہوتا وہ تنگ ہو کر اور نا اُمید ہو کر یہ سمجھ کر چھوڑ نہ دے کہ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو پڑھنے ہی سے کیا فائدہ؟ آپ نے خوشخبری دے دی کہ ایسے شخص کو دو ثواب ملیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سینہ میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اُجاڑ گھر۔ (ترمذی و دارمی)

فائدہ: اس میں تاکید ہے کہ کوئی مسلمان قرآن سے خالی نہ ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کلام اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے (تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں) اور میں یوں نہیں کہتا الم ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی و دارمی)

فائدہ: یہ ایک مثال ہے اسی طرح جب پڑھنے والے نے الحمد کہا تو اس میں پانچ حرف ہیں تو اس پر پچاس نیکیاں ملیں گی۔ اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ پس ایسے شخص کی حالت پر افسوس ہے کہ ذرا سی کم ہمتی کر کے اتنی بڑی دولت حاصل نہ کرے۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے حکموں پر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی اس روشنی سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگی جو دنیا کے گھروں میں اس حالت میں ہو کہ آفتاب تم لوگوں میں آ جاوے (یعنی اگر آفتاب تمہارے پاس آ جاوے تو اس وقت گھروں میں کتنی روشنی ہو جاوے۔ اس روشنی سے بھی زیادہ روشنی اس تاج کی ہوگی) سو اس شخص کی نسبت

تمہارا کیا خیال ہوگا جس نے خود یہ کام کیا ہے (یعنی قرآن پڑھا ہے اور اس پرعمل کیا ہے اس کا کیا کچھ مرتبہ ہوگا!)۔ (احمد وابوداؤد)

فائدہ: اس حدیث میں اولاد کے قرآن پڑھنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے سو سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اولاد کو ضرور قرآن پڑھائیں اور لڑکوں کو بھی اگر کاروبار میں پورا پڑھانے کی فرصت نہ ہو تو جتنا پڑھا سکو جیسا حدیث نمبر ۲ میں معلوم ہوا اور اگر حفظ نہ کرا سکو تو ناظرہ ہی پڑھاؤ اور اگر حفظ کرانے کی توفیق ہو تو سبحان اللہ اس کی اور بھی فضیلت ہے جیسا ابھی اس کی حدیث لکھتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اور اس کو حفظ کرے اور اس کے حلال کو حلال جانے اور اس کے حرام کو حرام جانے (یعنی عقیدہ اس کے خلاف نہ رکھے جیسے اوپر والی حدیث پرعمل کرنے کو فرمایا تھا اس میں اس پر عقیدہ رکھنے کو فرمایا) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کی سفارش (بخشش کے لیے) اس کے گھر والوں میں ایسے دس شخصوں کے حق میں قبول فرماوے گا کہ ان سب کے لیے دوزخ لازم ہو چکی تھی۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ ودارمی)

فائدہ: اس حدیث میں حفظ کرنے کی فضیلت پہلے سے بھی زیادہ ہے، اور ظاہر ہے کہ گھر والوں میں سب سے زیادہ قریب کے علاقہ والے ماں باپ ہیں تو یہ سفارش بخشش کی ماں باپ کے لیے یقینی ہے، تو اس سے اپنی اولاد کو حافظ بنانے کی فضیلت کس درجہ کی ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دلوں کو بھی (کبھی) زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی پہنچ جاتا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہو جاوے؟ آپ نے فرمایا موت کا دھیان رکھنا اور قرآن مجید کا پڑھنا۔ (بیہقی شعب الایمان)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا، اُس کے لئے حضور کی شفاعت واجب ہوگی۔ (ص ۳۹)

تلاوت قرآن کا اجروثواب

عن جابر رضی الله عنه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نقرا القرآن وفینا الاعرابی والعجمی فقال اقرء وا فکل حسن

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں دیہاتی لوگ بھی تھے اور ایسے بھی تھے جو عرب نہ تھے (مطلب یہ کہ ایسے لوگ بھی تھے جو بہت اچھا قرآن نہ پڑھ سکتے تھے، کیونکہ دیہاتیوں کی تعلیم کم ہوتی ہے، اور جو عرب نہیں ان کی زبان عربی پڑھنے میں زیادہ صاف نہیں ہوتی) آپ نے فرمایا پڑھتے رہو سب اچھے ہیں (یعنی اگر بہت اچھا نہ پڑھ سکو تو دل تھوڑا نہ کرو اور اچھا پڑھنے والے ان کو حقیر نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے) (ابوداؤد وبیہقی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خیال نہ کرے کہ ہماری زبان صاف نہیں یا ہماری عمر زیادہ ہوگئی اب اچھا نہ پڑھا جاوے گا تو ہم کو ثواب کیا ملے گا یا شاید گناہ ہو۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کی کیسی تسلی فرمادی اور سب کو پڑھنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کے لیے بھی کان لگاوے اس کے لیے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے (اس بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ ہوگی، بے انتہائی بڑھتی چلی جاوے گی) اور جو شخص اس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لیے قیامت کے دن ایک نور ہوگا (جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہے۔) (احمد)

فائدہ: اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جب تک قرآن پڑھنا نہ آوے کسی پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سن ہی لیا کرے وہ بھی ثواب سے مالا مال ہو جاوے گا، اللہ کے بندو یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آوے گا اور ان کو بخشواوے گا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن کا پڑھنے والا قیامت کے روز آوے گا۔ قرآن یوں کہے گا کہ اے پروردگار! اس کو جوڑا پہنا دیجئے۔ پس اس کو عزت کا تاج پہنا دیا جاوے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار اور زیادہ پہنا دیجئے۔ پس اس کو عزت کا جوڑا پہنا دیا جاوے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار اس سے خوش ہو جائیے، پس اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے گا۔ پھر اس سے کہا جاوے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور درجوں پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے ایک ایک نیکی بڑھتی جاوے گی۔ (ترمذی وابن ماجہ وخزیمہ وحاکم)

فائدہ: اس پڑھنے اور چڑھنے کی تفصیل ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ جس طرح سنبھال سنبھال کر دنیا میں پڑھتا تھا اس طرح پڑھتا ہوا اور چڑھتا ہوا چلا جا جو آیت پڑھنے میں اخیر ہوگی وہاں ہی تیرے رہنے کا گھر ہے۔ (ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان)

فائدہ: مسلمانو! ان حدیثوں میں غور کرو اور قرآن مجید حاصل کرنے میں اور اولاد کو پڑھانے میں کوشش کرو۔ اگر پورا

قرآن پڑھنے یا پڑھانے کی فرصت نہ ہو تو جتنا ہو سکے اُسی کی ہمت کرو۔ اگر اچھی طرح یاد نہ ہوتا ہو یا صاف اور صحیح نہ ہوتا ہو گھبراؤ مت، اس میں لگے رہو۔ اس طرح سے پڑھنے میں بھی ثواب ملتا ہے، اگر حفظ نہ کر سکو ناظرہ ہی پڑھو پڑھاؤ اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اگر پورا قرآن حاصل کرنے کی فرصت نہیں یا ہمت نہیں کسی پورا قرآن پڑھنے والے کے پاس بیٹھ کر سن ہی لیا کرو۔ ان سب باتوں کا ثواب اوپر حدیثوں میں پڑھ چکے ہو اور موٹی بات ہے کہ جو کام ضروری ہوتا ہے اور ثواب کا ہوتا ہے اُس کا سامان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور اس میں بھی ثواب ملتا ہے پس اس قاعدہ سے قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا سامان کرنا بھی ضروری ہوگا اور اس میں ثواب بھی ملے گا اور سامان اس کا یہی ہے کہ ہر ہر جگہ کے مسلمان مل کر قرآن کے مکتب قائم کریں اور بچوں کو قرآن پڑھوائیں اور بڑی عمر کے آدمی بھی اپنے کاموں میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا قرآن سیکھا کریں اور جو پڑھانے والا مفت نہ ملے سب مل کر اس کو گذارہ کے موافق کچھ تنخواہ دیا کریں۔ اسی طرح جو بچے اپنے گھر سے غریب ہوں اور اس لیے زیادہ قرآن نہ پڑھ سکیں ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کر دیا کریں کہ وہ اطمینان سے قرآن مجید ختم کر سکیں اور جو لڑکے جتنا قرآن پڑھتے جائیں اپنے گھر جا کر عورتوں اور لڑکیوں کو بھی پڑھا دیا کریں۔ اس طرح سے گھر کے سب مرد اور عورت قرآن پڑھ لیں گے۔ اگر کوئی سیپارہ میں نہ پڑھ سکے وہ زبانی ہی کچھ سورتیں یاد کر لے اور قرآن کے کچھ اور حقوق بھی ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص جتنا پڑھ لے خواہ پورا خواہ تھوڑا وہ اس کو ہمیشہ پڑھتا رہا کرے تاکہ یاد رہے۔ اگر یاد نہ رکھا تو پڑھا بے پڑھا سب یکساں ہو گیا۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا بھی شوق ہو تو بطور خود ترجمہ نہ دیکھے کہ اس میں غلط سمجھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور تیسرا یہ کہ قرآن مجید کا بہت ادب کرنا چاہیے۔ اس کی طرف پاؤں نہ کرو۔ اُدھر پیٹھ نہ کرو۔ اس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو۔ اس کو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو۔ چوتھا یہ کہ اگر وہ پھٹ جائے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے۔ دفن کر دو۔ پانچواں یہ کہ جب قرآن پڑھا کرو یہ دھیان رکھا کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے؟

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اللہ اور رسول سے محبت رکھنا

عن انس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم. ثلث من کن فیه وجد بهن حلاوة الایمان من کان اللہ ورسوله احب الیه مما سواهما ومن احب عبدا لا تحبه الا اللہ ومن یکره ان یعود فی الکفر بعد ان انقده اللہ منه کما یکره ان یلقی فی النار.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہو اتنی محبت کسی سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو اور محض اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو (یعنی کسی دُنیوی غرض سے نہ ہو محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا) اور اس (بچالینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ تمام اہل وعیال سے زیادہ اور تمام آدمیوں سے بھی زیادہ۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور بخاری میں عبداللہ بن ہشام کی روایت سے یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بیشک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے بجز اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایماندار نہ ہوگے جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھوگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اب تو آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا اب پورے ایماندار ہوائے عُمر!

فائدہ: اس بات کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول غور نہیں کیا تھا، یہ خیال کیا کہ اپنی تکلیف سے جتنا اثر ہوتا ہے دوسرے کی تکلیف سے اتنا اثر نہیں ہوتا اس لیے اپنی جان زیادہ پیاری معلوم ہوئی پھر سوچنے سے معلوم ہوا کہ اگر جان دینے کا موقع آجائے تو یقینی بات ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لیے ہر مسلمان اپنی جان دینے کو تیار ہوجائے اسی طرح آپ کے دین پر بھی جان دینے سے کبھی منہ نہ موڑے تو اس طرح سے آپ جان سے بھی زیادہ پیارے ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت

رکھواس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ روایت اس کو ترمذی نے۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف غذا دینے ہی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات واحسانات جو بے شمار ہیں اگر کسی کی سمجھ میں نہ آویں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، یہی سمجھ کر اس سے محبت کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب کو ہو گی؟ آپ نے فرمایا تو نے اس کے لیے کیا سامان کر رکھا ہے؟ (جو اس کے آنے کا شوق ہے) اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کے لیے کچھ بہت نماز روزہ کا سامان تو کیا نہیں مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (قیامت میں) ہر شخص اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہو گا (سو تجھ کو میرا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو گا اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی ہو گا) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے (کی خوشی) کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتا نہیں دیکھا جتنا اس پر خوش ہوئے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فائدہ: اس حدیث میں کتنی بڑی بشارت ہے کہ اگر زیادہ عبادت کا بھی ذخیرہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جاوے گی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (نماز تہجد میں) ایک آیت میں تمام رات گذار کر صبح کر دی اور وہ آیت یہ ہے: اِن تُعَذِّبهُم الخ (المائدہ آیت ۱۱۸) یعنی (اے پروردگار) اگر آپ ان کو (یعنی میری اُمت کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو ان پر ہر طرح کا اختیار ہے) اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو (آپ کے نزدیک کچھ مشکل کام نہیں کیونکہ) آپ زبردست ہیں (بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں اور حکمت والے ہیں (گنہگاروں کو بخش دینا بھی حکمت سے ہو گا) روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

فائدہ: شیخ دہلوی نے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اس آیت کا مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اپنی قوم کے معاملہ میں اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے اپنی امت کی حالت حضورِ حق میں پیش کر کے ان کے لیے مغفرت کی درخواست کی۔ فقط۔ شیخ نے یہ لفظ غالباً احتیاط کے لیے فرما دیا ورنہ دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تو دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ کتنی بڑی شفقت ہے کہ تمام رات کا آرام اپنی امت پر قربان کر دیا اور ان کے لئے دُعا مانگتے رہے اور سفارش فرماتے رہے کون ایسا بے حس ہو گا کہ اتنی بڑی شفقت سن کر بھی عاشق نہ ہو جاوے گا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ **یا اللہ!** موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

محبت رسول کا انعام

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم. مثلی کمثل رجل استو قد نارا فلما اضاء ت ما حولها جعل الفراش وهذه الدواب التی تقع فی النار یقعن فیها وجعل یحجزهن ویغلبنه فیتقحمن فیها فانا اخذ بحجزکم عن النار وانتم تقحمون فیها.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (اور تمہاری) حالت اس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اس پر پروانے گرنے لگے اور وہ ان کو ہٹاتا ہے مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں دھنسے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں (کہ دوزخ میں لے جانیوالی چیزوں سے روکتا ہوں) اور تم اس میں گھسے جاتے ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

فائدہ: دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوزخ سے اپنی اُمت کو بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے یہ محبت نہیں تو کیا ہے؟ اگر ہم کو ایسی محبت والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

حضرت عباس بن مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دُعا فرمائی۔ آپ کو جواب دیا گیا کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی بجز حقوق العباد کے (کہ اس میں ظالم سے مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا اور بدوں عذاب مغفرت نہ ہوگی) آپ نے عرض کیا اے پروردگار اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو (اس کے حق کا عوض) جنت سے دے کر ظالم کی مغفرت فرما سکتے ہیں مگر اس شام کو یہ دُعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر جب مزدلفہ میں آپ کو صبح ہوئی آپ نے پھر وہی دُعا کی اور آپ کی درخواست قبول ہوگئی۔ پس آپ ہنسے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جب ابلیس کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرما دی، خاک لے کر اپنے سر پر ڈالتا تھا اور ہائے وائے کرتا تھا مجھ کو اس کا اضطراب دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حقوق العباد علی الاطلاق بدوں سزا معاف ہو جاویں گے اور نہ یہ مطلب ہے کہ خاص حج کرنے سے بدوں سزا معاف ہو جاویں گے بلکہ قبل اس دُعا کے قبول ہونے سے دو احتمال تھے ایک یہ کہ حقوق العباد کی سزا میں جہنم میں ہمیشہ سڑنا پڑے، دوسرا یہ کہ گو جہنم میں ہمیشہ رہنا نہ ہو لیکن سزا ضرور ہو۔ اب اس دُعا کے قبول ہونے کے بعد دو وعدے ہو گئے ایک یہ کہ بعد سزا بھی نہ کبھی ضرور نجات ہو جاوے گی، دوسرا یہ کہ بعض دفعہ بدوں سزا بھی اس طور پر نجات ہو جاوے گی کہ مظلوم کو نعمتیں دے کر اس سے راضی نامہ دلوایا جاوے گا۔

فائدہ: غور کر کے دیکھو آپ کو اس قانون کی منظوری لینے میں کس قدر فکر اور تکلیف ہوئی ہے۔ کیا اب بھی قلب میں آپ کی محبت میں جوش نہیں اُٹھتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام (ابراہیم آیت ۳۶)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (المائدۃ آیت ۱۱۸) کی دُعائیں اپنی اپنی امت کے لیے مذکور ہیں اور دُعا کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری اُمت، میری اُمت۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہے اور اُن سے پوچھو آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ اُنہوں نے آپ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا ان کو بتلایا۔ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو آپ کو آپ کی اُمت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے اور رنج نہ دیں گے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ آپ تو کبھی بھی خوش نہ ہوں گے اگر آپ کی اُمت میں سے ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (درمنثور عن الخطیب) اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے آپکے خوش کرنے کا تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہیگا۔ اے مسلمانو! یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر ان سے محبت نہ کرو گے تو کس سے کرو گے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی میں سزا بھی دی تھی، ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہو کر سزا دی گئی۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر کس کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو، واللہ میرا علم یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اس پر لعنت کی اجازت نہیں دی گئی۔

اے مسلمانو! ایسی مفت کی دولت جس میں نہ محنت نہ مشقت کہاں نصیب ہوتی ہے اس کو ہاتھ سے مت دینا اپنی رگ رگ میں اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور عشق سما لینا اور رچا لینا۔ یہ حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں اور ایک درمنثور کی ہے جس میں اس کا نام لکھ دیا ہے۔

اس اعتقاد اور اس عمل میں یہ فائدے ہیں:۔

الف۔ کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اُس سے دل مضبوط رہے گا، یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اس کے خلاف ہو نہیں سکتا تھا اور وہ جب چاہے گا اس کو دفع کر دے گا۔

ب۔ جب یہ سمجھ گیا تو اگر اُس مصیبت کے دور ہونے میں دیر بھی لگے گی تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا۔

ج۔ نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اس مصیبت کے دفع کرنے کی ایسی نہ کرے گا جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔ یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدوں خدا تعالیٰ کے چاہے ہوئے دفع ہوگی نہیں پھر خدا تعالیٰ کو کیوں ناراض کیا۔

د۔ نیز اس سمجھنے کے بعد سب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں بھی مشغول ہوگا کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اسی کے چاہنے سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے تو اسی سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ اُمید ہے پھر دعا میں لگ جانے سے اللہ تعالیٰ سے علاقہ بڑھ جاوے گا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے۔

نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرنے

سے ہوتا ہے، تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اس کو ناز اور فخر اور دعویٰ نہ ہوگا۔ حاصل ان سب فائدوں کا یہ ہوا کہ یہ شخص کامیابی میں شکر کرے گا اور ناکامی میں صبر کرے گا۔ اور یہی فائدے اس مسئلہ کے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور خلاصہ بتلائے ہیں (**لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بمآ آتکم الآیۃ**) (سورۂ حدید آیت ۲۳) اور اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ تقدیر کا بہانہ کر کے شریعت کے موافق ضروری تدبیر کو بھی چھوڑ دے بلکہ یہ شخص تو کمزور تدبیر کو بھی نہ چھوڑے گا اور اس میں بھی امید رکھے گا کہ خدا تعالیٰ اس میں بھی اثر دے سکتا ہے اس لئے کبھی ہمت نہ ہارے گا۔ جیسے بعض لوگوں کو یہ غلطی ہو جاتی ہے اور دین تو بڑی چیز ہے دنیا کے ضروری کاموں میں بھی ایسی کم ہمتی کی بُرائی حدیث میں آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے لیکن ہوشیاری سے کام لو (یعنی کوشش و تدبیر میں کم ہمتی مت کرو) پھر جب کوئی کام تمہارے قابو سے باہر ہو جائے تب کہو **حسبی اللہ ونعم الوکیل** (یعنی خدا کی مرضی میری قسمت) (ابوداؤد)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اُس کا مال بڑھ جائے وہ مذکورہ درود شریف پڑھا کرے۔ (زادالسعید)

تقدیر اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا

عن جابر رضی الله عنه رفعه لا یؤمن احدکم حتی یؤمن بالقدر خیره وشره حتی یعلم ان ما اصابه لم یکن لیخطئه وان ما اخطاءَهٗ لم یکن لیصیبهٗ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، اُس کی بھلائی پر بھی اور اُس کی برائی پر بھی یہاں تک کہ یہ یقین کرلے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی۔ (ترمذی)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں بتلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیری حفاظت فرماویگا اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ تو اس کو اپنے سامنے (یعنی قریب) پاوے گا جب تجھ کو کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب تجھ کو مدد چاہنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہ، اور یہ یقین کرلے کہ تمام گروہ اگر اس بات پر متفق ہو جاویں کہ تجھ کو کسی بات سے نفع پہنچاویں تو تجھ کو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی تھی۔ اور اگر وہ سب اس بات پر متفق ہو جاویں کہ تجھ کو کسی بات سے ضرر پہنچاویں تو تجھ کو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے بجز ایسی چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دی تھی۔ (ترمذی)

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کی پانچ چیزوں سے فراغت فرمادی ہے، اس کی عمر سے اور اس کے رزق سے اور اس کے عمل سے اور اس کے دفن ہونے کی جگہ اور یہ کہ (انجام میں) سعید ہے یا شقی ہے۔ (احمد و بزار و کبیر و اوسط)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایسی چیز پر آگے مت بڑھ جس کی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ میں آگے بڑھ کر اس کو حاصل کرلوں گا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدر نہ کیا ہو۔ اور کسی ایسی چیز سے پیچھے مت ہٹ جس کی نسبت تیرا یہ خیال ہو کہ وہ میرے پیچھے ہٹنے سے ٹل جاویگی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدر کردیا ہو۔ (کبیر و اوسط)

فائدہ: یعنی یہ دونوں گمان غلط ہیں بلکہ جو چیز مقدر نہیں وہ آگے بڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے اس گمان سے آگے بڑھنا بیکار۔ اور اسی طرح جو چیز مقدر ہے وہ ہٹنے اور بچنے سے ٹل نہیں سکتی اس لئے اس سے بچنا بیکار۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نفع کی چیز کو کوشش سے حاصل کر اور اللہ سے مدد چاہ اور ہمت مت ہار اور اگر تجھ پر کوئی واقعہ پڑ جائے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں یوں کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا لیکن (ایسے وقت میں) یوں کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقدر فرمایا تھا، اور جو اس کو منظور ہوا اس نے وہی کیا۔ (مسلم)

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی سعادت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو اس کے لئے مقدر فرمایا اس پر راضی رہے اور آدمی کی محرومی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے خیر مانگنا چھوڑ دے، اور یہ بھی آدمی کی محرومی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو اس کے لئے مقدر فرمایا اس سے ناراض ہو۔ (احمد و ترمذی)

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل (تعلقات کے) ہر میدان میں شاخ شاخ رہتا ہے۔ سو جس نے اپنے دل کو ہر شاخ کے پیچھے ڈال دیا اللہ تعالیٰ پروا بھی نہیں کرتا۔ خواہ وہ کسی میدان میں ہلاک ہو جاوے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ سب شاخوں میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی اس کو پریشانی اور مشکلیں نہیں ہوتیں، یہ دو حدیثیں مشکوٰۃ میں ہیں۔

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (اپنے دل سے) اللہ تعالیٰ ہی کا ہو رہے اللہ تعالیٰ اس کی سب ذمہ داریوں کی کفایت فرماتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص دنیا کا ہو رہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالہ کر دیتا ہے (ابوالشیخ) یہ حدیث ترغیب وترہیب میں ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ اونٹ کو باندھ کر توکل کر۔

فائدہ: یعنی توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں ہاتھ سے تدبیر کرے دل سے اللہ پر توکل کرے اور اس تدبیر پر بھروسہ نہ کرے۔

ابوخزامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دوا اور جھاڑ پھونک کیا تقدیر کو ٹال دیتی ہے آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر ہی میں داخل ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

فائدہ: یعنی یہ بھی تقدیر میں ہے کہ فلاں دوا یا جھاڑ پھونک سے نفع ہو جاوے گا یہ حدیث تخریج عراقی میں ہے۔

نتیجہ۔ مسلمانو! ان حدیثوں سے سبق لو، کیسی ہی دشواری پیش آوے دل تھوڑا مت کرو اور دین میں کچے مت بنو، خدا تعالیٰ مدد کرے گا۔ فقط

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

بسم اللہ اللّٰھم صل علیٰ محمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں جاتے یا مسجد سے نکلتے تو یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)

دُعا مانگنا

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يستجاب للعبد مالم يدع بالاثم او قطيعة رحم مالم يستعجل قيل يا رسول الله ما الاستعجال قال يقول قد دعوت وقد دعوت فلم او يستجاب لی فيستحسر عند ذلک ويدع الدعاء (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کی دُعا قبول ہوتی ہے تاوقتیکہ کسی گناہ یا رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کی دعا نہ کرے جب تک کہ جلدی نہ مچاوے عرض کیا گیا یا رسول اللہ جلدی مچاوے کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا جلدی مچانا یہ ہے کہ یوں کہنے لگے کہ میں نے بار بار دُعا کی مگر قبول ہوتی ہوئی نہیں دیکھتا سو دُعا کرنا چھوڑ دے۔ (مسلم)

یعنی جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے اور خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو سب اللہ تعالیٰ سے مانگا کرے۔ لیکن اتنا خیال ضروری ہے کہ وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ اس میں سب باتیں آ گئیں، جیسے کوئی کھیتی کرتا ہے تو محنت اور سامان بھی کرنا چاہیے مگر اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی مانگنا چاہیے کہ اے اللہ اس میں برکت فرما اور نقصان سے بچا۔ یا کوئی دشمن ستاوے، خواہ دنیا کا دشمن خواہ دین کا دشمن، تو اس سے بچنے کی تدبیر بھی کرنا چاہیے خواہ وہ تدبیر اپنے قابو کی ہو خواہ حاکم سے مدد لینا پڑے مگر اس تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا مانگنا چاہیے کہ اے اللہ اس دشمن کو زیر کر دے یا مثلاً کوئی بیمار ہو تو دوا دارو بھی کرنا چاہیے مگر اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیے کہ اے اللہ اس بیماری کو کھو دے یا اپنے پاس کچھ مال ہے تو اس کی حفاظت کا سامان بھی کرنا چاہیے، جیسے مضبوط مکان میں مضبوط قفل لگا کر رکھنا یا گھر والوں کے یا نوکروں کے ذریعہ سے اس کا پہرہ دینا، دیکھ بھال رکھنا، مگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنا چاہیے کہ اے اللہ اس کو چوروں سے محفوظ رکھ۔ یا مثلاً کوئی مقدمہ کر رکھا ہے یا اس پر کسی نے کر رکھا ہے تو اس کی پیروی بھی کرنا چاہئے وکیل اور گواہوں کا انتظام بھی کرنا چاہیے، مگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنا چاہیے کہ اے اللہ اس مقدمہ میں مجھ کو فتح دے اور ظالم کے شر سے مجھ کو بچا۔ یا قرآن اور علم دین حاصل کر رہا ہے تو اس میں جی لگا کر پابندی سے محنت بھی کرنا چاہیے مگر اس کے ساتھ دعا بھی کرنا چاہیے کہ اے اللہ اس کو آسان کر دے اور میرے ذہن میں اس کو جما دے۔ یا نماز و روزہ وغیرہ شروع کیا ہے، یا بزرگوں کے بتلانے سے اور عبادتوں میں لگ گیا ہو تو سستی اور نفس کے حیلہ بہانہ کا مقابلہ کر کے ہمت کے ساتھ اس کو نباہنا چاہیے مگر دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ میری مدد کر اور مجھ کو اس کی ہمیشہ توفیق دے اور اس کو قبول فرما۔ یہ نمونہ کے طور پر چند مثالیں لکھ دی ہیں۔ ہر کام اور ہر مصیبت میں اسی طرح جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے اور جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں اس میں تو تمام کوشش دعا

ہی میں خرچ کرنا ضرور ہے، جیسے بارش کا ہونا یا اولاد کا زندہ رہنا یا کسی بیماری کا علاج بیماری سے اچھا ہو جانا یا نفس وشیطان کا نہ بہکانا۔ یا وبا اور طاعون سے محفوظ رہنا یا قابو یافتہ ظالموں کے شر سے بچنا۔ ان کاموں کا بنانے والا تو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی برائے نام بھی نہیں۔ اس لیے تدبیر کے کاموں میں جتنا حصہ تدبیر کا ہے، ان بے تدبیر کے کاموں میں وہ حصہ تدبیر کا بھی دعا ہی میں خرچ کرنا چاہیے۔ غرض تدبیر کے کاموں میں تو کچھ تدبیر اور کچھ دعا ہے اور بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دعا ہی ہے۔

تو اس میں زیادہ دعا ہوئی اور دعا فقط اس کا نام نہیں کہ دو چار باتیں یاد کر لیں اور نمازوں کے بعد اس کو صرف زبان سے آموختہ کی طرح پڑھ دیا، سو یہ دعا نہیں ہے۔ محض دعا کی نقل ہے۔ دعا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست پیش کرنا ہے، سو جس طرح حاکم کے یہاں درخواست دیتے ہیں کم سے کم دعا اس طرح تو کرنا چاہیے کہ درخواست دینے کے وقت آنکھیں بھی اسی طرف لگی ہوتی ہیں، دل بھی ہمہ تن ادھر ہی ہوتا ہے، صورت بھی عاجزوں کی سی بناتے ہیں۔ اگر زبانی کچھ عرض کرنا ہوتا ہے تو کیسے ادب سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنی عرضی منظور ہونے کے لیے پورا زور لگاتے ہیں اور اس یقین دلانے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو آپ سے پوری اُمید ہے کہ ہماری درخواست پر پوری توجہ فرمائی جاوے گی، پھر بھی عرضی کے موافق حکم نہ ہوا اور حاکم عرضی دینے والے کے سامنے افسوس ظاہر کرے کہ تمہاری مرضی کے موافق تمہارا کام نہ ہوا تو یہ شخص فوراً یہ جواب دیتا ہے کہ جناب مجھ کو کوئی رنج یا شکایت نہیں۔ اس معاملہ میں قانون ہی سے جان نہ تھی یا میری پیروی میں کمی رہ گئی تھی جناب نے کچھ کمی نہیں فرمائی اور اگر اس حاجت کی آئندہ بھی ضرورت ہو تو کہتا ہے کہ کچھ کو نااُمیدی نہیں پھر عرض کرتا رہوں گا اور اصلی بات تو یہ ہے کہ مجھ کو جناب کی مہربانی کام ہونے سے زیادہ پیاری چیز ہے۔ کام تو خاص وقت یا محدود درجہ کی چیز ہے۔ جناب کی مہربانی تو عمر بھر کی اور غیر محدود درجہ کی دولت اور نعمت ہے۔

تو اے مسلمانو! دل میں سوچو کیا تم دعا مانگنے کے وقت اور دعا مانگنے کے بعد جب اس کا کوئی ظہور نہ ہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہو۔ سوچو اور شرماؤ۔ جب یہ برتاؤ نہیں کرتے تو اپنی دُعا کو دُعا یعنی درخواست کس منہ سے کہتے ہو تو واقع میں کمی تمہاری ہی طرف سے ہے جس سے وہ دُعا درخواست نہ رہی اور اس طرف سے تو اتنی رعایت ہے کہ درخواست دینے کا وقت بھی معین نہیں فرمایا۔ وقت بے وقت جب چاہو عرض معروض کر لو۔ نمازوں کے بعد کا وقت بھی تم ہی نے ٹھہرا رکھا ہے البتہ وہ وقت دوسرے وقتوں سے زیادہ برکت کا ہے۔ سو اس وقت زیادہ دُعا کرو باقی اور وقتوں میں بھی اس کا سلسلہ جاری رکھو۔ جس وقت جو حاجت یاد آ گئی فوراً ہی دل سے یا زبان سے بھی مانگنا شروع کرو۔ جب دُعا کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اس حقیقت کے موافق دُعا مانگو پھر دیکھو کیسی برکت ہوتی ہے اور برکت کا یہ مطلب نہیں کہ جو مانگو گے وہی مل جاوے گا۔ کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے جیسے کوئی آخرت کی چیز مانگے کیونکہ وہ بندہ کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ البتہ اُس میں ایمان اور اطاعت شرط ہے کیونکہ وہاں کی چیزیں قانوناً اُسی شخص کو مل سکتی ہیں اور کبھی وہ چیز مانگی ہوئی نہیں ملتی جیسے دنیا کی چیزیں مانگے کیونکہ وہ بندہ کے لیے کبھی بھلائی ہے کبھی برائی۔ جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھلائی ہوتی ہے اس کو مل جاتی ہے اور جب بُرائی

ہوتی ہے تو نہیں ملتی۔ جیسے باپ بچہ کو پیسہ مانگنے پر کبھی دے دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا جب وہ دیکھتا ہے کہ اس سے یہ ایسی چیز خرید کر کھاوے گا جس سے حکیم نے منع کر رکھا ہے۔ تو برکت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مانگی ہوئی چیز مل جاوے۔ بلکہ برکت کا مطلب یہ ہے کہ دُعا کرنے سے حق تعالیٰ کی توجہ بندہ کی طرف ہوجاتی ہے اگر وہ چیز بھی کسی مصلحت سے نہ ملے تو دُعا کی برکت سے بندہ کے دل میں تسلی اور قوت پیدا ہو جاتی ہے اور پریشانی اور کمزوری جاتی رہتی ہے اور یہ اثر حق تعالیٰ کی اس خالص توجہ کا ہوتا ہے جو دُعا کرنے سے بندہ کی طرف حق تعالیٰ کو ہو جاتی ہے اور یہی توجہ خاص اجابت کا وہ یقینی درجہ ہے جس کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے دُعا کرنے والے کے لیے ہوا ہے اور اس حاجت کا عطا فرما دینا یہ اجابت کا دوسرا درجہ ہے۔

(جیسے کوئی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے تو اصل منظوری تو علاج شروع کر دینا ہے وہ مسہل نہ دے اور دوسری منظوری مسہل دینا ہے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ مصلحت بھی سمجھے ۱۲)

جس کا وعدہ بلا شرط نہیں بلکہ اس شرط سے ہے کہ بندہ کی مصلحت کے خلاف نہ ہو اور یہی توجہ خاص ہے۔ جس کے سامنے بڑی سے بڑی حاجت اور دولت کوئی چیز نہیں اور یہی توجہ خاص بندہ کی اصل پونجی ہے جس سے دنیا میں بھی اُس کو حقیقی اور دائمی راحت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی غیر محدود اور ابدی نعمت اور حلاوت نصیب ہوگی۔ تو دُعا میں اس برکت کے ہوتے ہوئے دُعا کرنے والے کو خسارہ اور محرومی کا اندیشہ کرنے کی کب گنجائش ہے؟

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا تم ناکمل درود شریف نہ پڑھا کرو پھر صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپ نے مذکورہ درود شریف تعلیم فرمایا۔ (ص ۴۴)

قبولیت دعا کی شرائط

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يستجاب للعبد مالم يدع بالاثم او قطيعة رحم مالم يستعجل قيل يا رسول الله ما الاستعجال قال يقول قد دعوت وقد دعوت فلم او يستجاب لی فیستحسر عند ذلک ويدع الدعاء

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کی دُعا قبول ہوتی ہے تاوقتیکہ کسی گناہ یا رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کی دُعا نہ کرے جب تک کہ جلدی نہ مچاوے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلدی مچانے کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جلدی مچانا یہ ہے کہ یوں کہنے لگے کہ میں نے بار بار دُعا کی مگر قبول ہوتی ہوئی نہیں دیکھتا، سو دُعا کرنا چھوڑ دے۔ (مسلم)

تشریح: اس میں تاکید ہے اس بات کی کہ گو قبول نہ ہو مگر برابر کیے جائے اسکے متعلق اوپر بیان آچکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز قدر کی نہیں۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُعا (ہر چیز سے) کام دیتی ہے ایسی (بلا) سے بھی جو کہ نازل ہو چکی ہو اور ایسی (بلا) سے بھی جو کہ ابھی نازل نہیں ہوئی۔ سوائے بندگانِ خدا دُعا کو پلہ باندھو۔ (ترمذی و احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے دُعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غصہ کرتا ہے۔ (ترمذی)

فائدہ: البتہ جس کو اس کی دھن اور دھیان سے فرصت نہ ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں دُعا کیا کرو کہ تم قبولیت کا یقین رکھا کرو اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفلت سے بھرے دل سے دُعا قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی)

فائدہ: تو دُعا خوب توجہ سے کرنا چاہیے اور اجابت کے دو درجے اوپر بیان کیے ہیں۔

وہی قبولیت کے بھی ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک درجہ اس کا عام ہے جو اگلی حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا مسلمان نہیں جو کوئی دُعا کرے جس میں گناہ اور قطع رحمی نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اس دُعا کے سبب اس کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور دیتا ہے، یا تو فی الحال وہی مانگی ہوئی چیز دے دیتا ہے اور یا اس کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیتا ہے اور یا کوئی ایسی ہی بُرائی اُس سے ہٹا دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اس حالت میں تو ہم خوب کثرت سے دُعا کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس سے بھی زیادہ عطا کی کثرت ہے۔ (احمد)

فائدہ: خلاصہ یہ کہ کوئی دُعا خالی نہیں جاتی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو اپنے رب سے سب حاجتیں مانگنا چاہئیں (اور ثابت کی روایت میں ہے کہ) یہاں تک کہ اُس سے نمک بھی مانگے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے وہ بھی اُسی سے مانگے۔ (ترمذی)

فائدہ: یعنی یہ خیال نہ کرے کہ ایسی حقیر چیز اتنے بڑے سے کیا مانگے، اُن کے نزدیک تو بڑی چیز بھی چھوٹی ہی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (صحاح ستہ)

یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح اور سب سے افضل ہے۔ (ص ۲۰)

نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال الله تعالىٰ وحيث محبتي للمتحابين في المتجالسين في (رواه مالك)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کے لئے واجب (یعنی ضروری الثبوت) ہوگئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں۔الخ

تاکہ ان لوگوں سے اچھی باتیں سنیں، ان سے اچھی خصلتیں سیکھیں اور جو نیک لوگ گذر گئے ہیں ان کے اچھے حالات کی کتابیں پڑھ کر یا سن کر ان کے حالات معلوم کرنا یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے گویا ان کے پاس ہی بیٹھ کر ان سے باتیں سنیں اور ان سے اچھی خصلتیں سیکھ لیں۔

فائدہ: چونکہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دوسرے انسان کے خیالات اور حالات سے بہت جلد اور بہت قوت کے ساتھ اور بدوں کسی خاص کوشش کے اثر قبول کر لیتا ہے اچھا اثر بھی اور بُرا اثر بھی۔ اس لیے اچھی صحبت بہت ہی بڑے فائدے کی چیز ہے اور اسی طرح بُری صحبت بڑے نقصان کی چیز ہے اور اچھی صحبت ایسے شخص کی صحبت ہے جس کو ضرورت کے موافق دین کی باتوں کی واقفیت بھی ہو اور جس کے عقیدے بھی اچھے ہوں شرک و بدعت اور دنیا کی رسموں سے بچتا ہو اعمال بھی اچھے ہوں، نماز، روزہ اور ضروری عبادتوں کا پابند ہو معاملات بھی اچھے ہوں لین دین صاف ہو، حلال وحرام کی احتیاط ہو، اخلاقِ ظاہر بھی اچھے ہوں، مزاج میں عاجزی ہو کسی کو بے وجہ تکلیف نہ دیتا ہو، غریبوں، حاجت مندوں کو ذلیل نہ سمجھتا ہو، اخلاقِ باطنی بھی اچھے ہوں، خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف دل میں رکھتا ہو، دنیا کا لالچ دل میں نہ رکھتا ہو، دین کے مقابلہ میں مال اور راحت اور آبرو کی پروا نہ رکھتا ہو، آخرت کی زندگی کے سامنے دنیا کی زندگی کو عزیز نہ رکھتا ہو، ہر حال میں صبر وشکر کرتا ہو۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کی صحبت اکسیر ہے اور جس شخص کو ان باتوں کی پوری پہچان نہ ہو سکے اس کے لیے یہ پہچان ہے کہ اپنے زمانہ کے نیک لوگ (جن کو اکثر مسلمان عام طور پر نیک سمجھتے ہوں ایسے نیک لوگ) جس شخص کو اچھا کہتے ہوں اور دس پانچ بار اس کے پاس بیٹھنے سے بُری باتوں سے دل ہٹنے لگے اور نیک باتوں کی طرف دل جھکنے لگے بس تم اس کو اچھا سمجھو اور اس کی صحبت اختیار کرو اور جس شخص میں بُری باتیں دیکھی جاویں بدوں کسی سخت مجبوری کے اس سے میل جول مت کرو کہ اس سے دین تو بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے کبھی تو جان کا کہ کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہو جاتا ہے اور کبھی مال کا کہ بُری جگہ خرچ ہو گیا یا دھوکہ میں آ کر کسی کو دے دیا۔ خواہ محبت کے جوش میں آ کر مفت دے دیا خواہ قرض کے طور پر دیا تھا پھر وصول نہ ہوا اور کبھی آبرو کا کہ بُروں کے ساتھ یہ بھی رسوا وبدنام ہوا اور جس شخص میں نہ اچھی علامتیں معلوم ہوں اور نہ بُری علامتیں اس پر گمان تو نیک رکھو اس کی صحبت مت اختیار کرو۔ غرض تجربہ سے نیک صحبت کو دین کے سنورنے میں اور دل کے مضبوط ہونے میں بڑا دخل ہے اور اسی طرح صحبت بد کو دین کے بگڑنے میں اور دل کے کمزور ہونے میں اب چند آیتیں اور حدیثیں صحبت نیک کی ترغیب میں اور صحبت بد کی مذمت میں لکھی جاتی ہیں۔

کس کی صحبت اختیار کی جائے

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قیل یا رسول الله ای جلسائنا خیر قال من ذکرکم الله رؤیته وزاد فی علمکم منطقه وذکرکم بالآخرة علمه

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان میں سب سے اچھا کون شخص ہے؟ (کہ اسی کے پاس بیٹھا کریں) آپ نے ارشاد فرمایا ایسا شخص (پاس بیٹھنے کے لیے سب سے اچھا ہے) کہ جس کا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دے اور اس کا بولنا تمہارے علم (دین) میں ترقی دے اور اس کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلا دے۔ (ابویعلیٰ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو تب بھی حدیث ہی ہے) کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹا تو علما کے پاس بیٹھنے کو اپنے ذمہ لازم رکھنا اور اہل حکمت کی باتوں کو سنتے رہنا (حکمت دین کی باریک باتوں کو کہتے ہیں جیسی سچے درویش کیا کرتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو نورِ حکمت سے اس طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار پانی سے زندہ کر دیتے ہیں۔ (طبرانی فی الکبیر)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کے لیے واجب (یعنی ضروری الثبوت) ہوگئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں۔ الخ

فائدہ: یہ جو فرمایا میرے علاقہ سے مطلب یہ کہ محض دین کے واسطے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہم نشین اور بدہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لیے ہوئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک شخص بھٹی کو دھونک رہا ہے (یہ مثال ہے بدصحبت کی) سو وہ مشک والا تو تجھ کو دے دیگا اور یا (اگر نہ بھی دیا تو) اس سے تجھ کو خوشبو ہی پہنچ جاوے گی اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اگر کوئی چنگاری آپڑی) اور یا (اگر اس سے بچ بھی گیا تو) اس کی گندی بو ہی تجھ کو پہنچ جاوے گی۔

فائدہ: یعنی نیک صحبت سے اگر کامل نفع نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاوے گا اور بدصحبت سے اگر کامل ضرر نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جاوے گا۔ (یہ سب حدیثیں ترغیب سے لی گئی ہیں)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے۔

فائدہ: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کافر کی صحبت میں مت بیٹھو دوسرا یہ کہ جس کا ایمان کامل نہ ہو اس کے پاس مت بیٹھو۔ پس پورا قابلِ صحبت وہ ہے جو مومن ہو خصوص جو مومن کامل ہو یعنی دین کا پورا پابند ہو۔

حضرت ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو اس دین کا (بڑا) مدار ہے جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہو ایک تو اہل ذکر کی مجالس کو مضبوط پکڑ لو (اور دوسرے) جب تنہا ہوا کرو جہاں تک ممکن ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو (اور تیسرے) اللہ ہی کے لیے محبت رکھو اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھو۔ الخ (بیہقی فی شعب الایمان)

فائدہ: یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحبت نیک جڑ ہے تمام دین کی۔ دین کی حقیقت، دین کی حلاوت، دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھ کر ذریعہ ان چیزوں کا صحبت نیک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں ان پر زبرجد کے بالا خانے قائم ہیں ان میں کھلے ہوئے دروازے ہیں جو تیز چمکدار ستارہ کی طرح چمکتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان بالا خانوں میں کون رہے گا؟ آپ نے فرمایا جو لوگ اللہ کے لیے (یعنی دین کے لیے) آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور جو اللہ کے لیے آپس میں ملاقات کرتے ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ نہ سکونت کرو اور نہ ان کے ساتھ یکجائی کرو (یعنی ان کی مجلس میں مت بیٹھو) جو شخص ان کے ساتھ سکونت کریگا یا یکجائی کرے گا وہ انہی میں سے ہے (ترمذی) (یہ حدیث جمع الفوائد سے لی گئی ہے) ان سب آیتوں و حدیثوں سے مدعا کے ایک جزو کا ثابت ہونا ظاہر ہے۔ یعنی نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا تا کہ ان سے اچھی باتیں سنیں اور اچھی خصلتیں سیکھیں۔ اب مدعا دوسرا جزو رہ گیا یعنی جو نیک لوگ گذر گئے ہیں، کتابوں سے ان کے اچھے حالات معلوم کرنا کہ اس سے بھی ویسے ہی فائدے حاصل ہوتے ہیں جیسے ان کے پاس بیٹھنے سے۔ آگے اس دوسرے جزو کا بیان کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور حضرت ہود علیہ السلام کا اور حضرت صالح علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت لوط علیہ السلام کا اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا، یہ سب قصے) آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔ (سورۂ ہود۔ آیت ۱۲۰)

فائدہ: یہ ایک فائدہ ہے نیکوں کے قصوں کے بیان کرنے کا کہ ان سے دل کو مضبوطی اور تسلی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حق پر مضبوط رہے ہم کو بھی مضبوط رہنا چاہیے۔ اور جس طرح اس مضبوطی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اسی طرح اس مضبوطی پر ہماری بھی مدد ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی (یہاں) دنیاوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور (وہاں) اس روز بھی (مدد کریں گے) جس میں گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے) (سورۂ مومن آیت ۵۱) اور وہاں کی مدد تو ظاہر ہے کہ حکم ماننے والے ظاہر میں بھی کامیاب ہوں گے اور بے حکمی کرنے والے ناکام ہوں گے اور یہاں کی مدد کبھی تو اسی طرح کی ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرح ہوتی ہے وہ اس طرح کہ اول بے حکموں کو

حکم ماننے والوں پر غلبہ ہو گیا مگر مؤمن جانب اللہ کسی وقت ان سے بدلہ ضرور لیا گیا۔ چنانچہ تاریخ بھی اس کی گواہ ہے (تفسیر ابن کثیر) اور ان قصوں سے یوں بھی تسلی ہوتی ہے کہ جیسے دین پر مضبوط رہنے پر آخرت میں وہ بڑھے رہیں گے جس کی خبر کئی قصوں کے بعد اس ارشاد میں دی گئی ہے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لیے ہے اسی طرح ہم سے بھی اس بڑھے رہنے کا وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ متقی ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ (کی حالت) میں ہوں گے۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص (ہمیشہ کے لیے) کوئی طریقہ اختیار کرنے والا ہو اس کو چاہیے کہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو گذر چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی پر تو بچل جانے کا بھی شبہ ہے (اس لیے زندہ آدمی کا طریقہ اسی وقت تک اختیار کیا جا سکتا ہے جب تک وہ راہ پر رہے) یہ لوگ (جن کا ہمیشہ کے لیے طریقہ لیا جا سکتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں (اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ) جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق و عادات کو سند بناؤ۔ (رزین) (جمع الفوائد)

فائدہ: اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کے اخلاق و عادات کا اختیار کرنا تب ہی ممکن ہے جب ان کے واقعات معلوم ہوں تو ایسی کتابوں کا پڑھنا سننا ضرور ٹھہرا۔

جس طرح قرآن مجید میں حضرات انبیاء و علماء و اولیاء کے قصے بمصلحت ان کی پیروی کرنے کے مذکور ہیں (جو اس ارشاد میں مذکور ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهِ الانعام آیت ۹۱)

اسی طرح حدیثوں میں بھی ان مقبولین کے قصے بکثرت مذکور ہیں چنانچہ حدیث کی اکثر کتابوں میں کتاب القصص ایک مستقل حصہ قرار دیا گیا ہے اس سے بھی ایسے قصوں کا مفید اور قابل اشتغال ہونا ثابت ہوتا ہے اسی وجہ سے بزرگوں نے ہمیشہ ایسے قصوں کی کتابیں لکھنے کا اہتمام رکھا ہے۔

اب میں ایسی چند کتابوں کے نام بتلاتا ہوں کہ ان کو پڑھا کریں یا سنا کریں اگر سنانے والا عالم مل جاوے تو سبحان اللہ ورنہ جو مل جاوے۔ (۱) نشر الطیب (۲) مغازی الرسول (۳) قصص الانبیاء، (۴) مجموعہ فتوح الشام والمصر والعجم (۵) فتوح العراق، (۶) فتوحاتِ بھنسہ، (۷) حکایات الصالحین (۸) تذکرۃ الاولیاء، (۹) انوار المحسنین (۱۰) نزہۃ البساتین (۱۱) امداد المشتاق (۱۲) نیک بیبیاں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

مخلوق خدا پر شفقت

عن انس رضی الله عنه قال خدمت النبی صلی اللہ علیه وسلم عشر سنین فما قال لی اُف ولا لم صنعت ولا الاصنعت.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ کو اُف بھی نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلانا کام کیوں کیا اور فلانا کام کیوں نہیں کیا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: ہر وقت کے خادم کو دس برس کے عرصہ تک ہوں سے یا ہاں نہ فرمانا یہ معمولی بات نہیں، کیا اتنے عرصہ تک کوئی بات بھی خلافِ مزاجِ لطیف نہ ہوئی ہوگی!

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خلق تھے۔ آپ نے مجھ کو ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤں گا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں وہاں سے چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا اچانک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیچھے سے (آکر) میری گردن پکڑ لی۔ میں نے آپ کو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ میں جا رہا ہوں۔ (مسلم)

ان ہی سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے بدن مبارک پر ایک نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادرہ تھا۔ آپ کو ایک بدوی ملا اور اس نے آپ کو چادرہ پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا اور آپ اس کے سینہ کے قریب جا پہنچے۔ پھر کہا اے محمد میرے لیے بھی اللہ کے اس مال میں سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے۔ آپ نے اس کی طرف التفات فرمایا پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی جس پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا (اگر ہوا دے دیا ورنہ اس وقت معذرت اور دوسرے وقت کے لیے وعدہ فرمالیا)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو (آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں۔ آپ نے اس کو سب دے دیں، وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہو جاؤ واللہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہ جانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے۔ (مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے جب کہ آپ مقامِ حنین سے واپس ہو رہے تھے۔ آپ کو بدوی لوگ لپٹ گئے اور آپ سے مانگ رہے تھے یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت سے اڑا دیا اور آپ کا چادرہ بھی چھین لیا۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرا چادرہ تو دے دو اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں

سب تم میں تقسیم کر دیتا پھر تم مجھ کو نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ تھوڑے دل کا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے مدینہ (والوں) کے غلام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تھا۔ سو جو برتن بھی پیش کرتے آپ (برکت کے لیے) اس میں اپنا دستِ مُبارک ڈال دیتے۔ بعض اوقات سردی کی صبح ہوتی تب بھی اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیتے۔ (مسلم)

ان ہی سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے۔ کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے فلانے شخص کو کیا ہوگیا۔ اس کی پیشانی کو خاک لگ جاوے (جس سے کوئی تکلیف ہی نہیں خصوص اگر سجدہ میں لگ جاوے تب تو یہ دُعا ہے نمازی ہونے کی اور نماز میں خاصیت ہے بُری باتوں سے روکنے کی یہ اصلاح کی دُعا ہوئی۔) (بخاری)

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر شرمگین تھے کہ کنواری لڑکی جیسے اپنے پردہ میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ۔ سو جب کوئی بات ناگوار دیکھتے تھے تو (شرم کے سبب زبان سے نہ فرماتے مگر) ہم لوگ اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک میں دیکھتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر کے اندر کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے کہا اپنے گھر والوں کے کام میں لگے رہتے تھے (جس کی کچھ مثالیں اگلی حدیث میں آتی ہیں)۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں ایسے ہی کام کر لیتے تھے جس طرح تم میں معمولی آدمی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی کہا کہ آپ منجملہ بشر کے ایک بشر تھے (گھر کے اندر مخدوم اور ممتاز ہو کر نہ رہتے تھے) اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہو کیونکہ آپ اس سے پاک تھے) اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ (یہ مثالیں ہیں گھر کے کام کی کیونکہ رواج میں یہ کام گھر والوں کے کرنے کے ہوتے ہیں) اور اپنا (ذاتی) کام بھی کر لیتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، ہاں راہِ خدا میں جہاد اس سے مستثنیٰ ہے (مراد وہ مارنا ہے جیسے غصہ کے جوش میں عادت ہے) اور آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جس میں آپ نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اس وقت آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آٹھ برس کا تھا اس وقت آپ کی خدمت میں آ گیا تھا اور دس برس تک میں نے آپ کی خدمت کی۔ میرے ہاتھوں کوئی نقصان بھی ہوگیا تو آپ نے کبھی ملامت نہیں کی۔ اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے ملامت بھی کی تو آپ فرماتے جانے دو۔ اگر کوئی (دوسری) بات مقدر ہوتی تو وہی ہوتی۔

حقوق معاشرت

عن انس یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یعود المریض ویتبع الجنازة

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال بیان کرتے تھے کہ آپ مریض کی بیمارپرسی فرماتے تھے اور جنازہ کے ساتھ جاتے تھے۔ (ابن ماجہ وبیہقی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو آپ اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا، اور نہ اپنا منہ اس کے منہ کی طرف سے پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا منہ آپ کی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ کبھی اپنے پاس بیٹھنے والے کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے) ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ زانو سے مراد پاؤں ہو یعنی آپ کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ (ترمذی)

شمائل ترمذی باب تواضع و باب خلق میں دو لمبی حدیثیں ہیں ان سے بعضے جملے نقل کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے مکان میں تشریف لے جاتے تو مکان میں رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے، ایک حصہ اللہ عزوجل (کی عبادت) کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے (حقوق ادا کرنے کے) لیے اور ایک حصہ اپنی ذات خاص کے لیے۔ پھر اپنے خاص حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان اِسطرح پر تقسیم فرماتے کہ اس حصہ (کے برکات) کو اپنے خاص اصحاب کے ذریعہ سے عام لوگوں تک پہنچاتے (یعنی اس حصہ میں خاص حضرات کو استفادہ کے لیے اجازت تھی پھر وہ عام لوگوں تک ان علوم کو پہنچاتے) اور اس مذکورہ حصہ امت میں آپ کی عادت یہ تھی کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو (حاضری کی) اجازت دینے میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے اور اس وقت کو ان پر بقدر ان کی دینی فضیلت کے تقسیم کرتے تھے کیونکہ کسی کو ایک ضرورت ہوئی کسی کو دو ضرورتیں ہوئیں کسی کو کئی ضرورتیں ہوئیں آپ (اسی نسبت سے) اُن کے ساتھ مشغول ہوتے اور ان کو بھی ایسے کام میں مشغول رکھتے جس میں ان کی اور امت کی مصلحت ہو۔ جیسے مسئلہ پوچھنا اور مناسب حالات کی اطلاع دینا اور آپ کے سب طالب ہوکر آتے اور (علاوہ علمی فوائد کے) کچھ کھا پی کر واپس جاتے اور دین کے ہادی بن کر نکلتے۔ (یہ رنگ تھا مجلسِ خاص کا) پھر میں نے اپنے باپ سے آپ کے باہر تشریف لانے کی بابت پوچھا۔ (انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی جس کو میں اُنہی کی دوسری حدیث میں نقل کرتا ہوں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت کشادہ رو، نرم خو، نرم مزاج تھے۔ آپ کے سامنے لوگ آپس میں جھگڑتے نہ تھے اور جب آپ کے روبرو کوئی بات کرتا اس کے فارغ ہونے تک آپ خاموش رہتے اور آپ پردیسی آدمی کی گفتگو اور سوال میں بے تمیزی کرنے پر تحمل فرماتے تھے اور کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے، یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا تب اس کو کاٹ دیتے خواہ منع فرما کر، یا اُٹھ کر چلے جانے سے (یہ رنگ تھا مجلس عام کا) یہ برتاؤ تو اپنے تعلق والوں سے تھا اور مخالفین

کے ساتھ جو برتاؤ تھا اس کا بھی کچھ بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی موقع پر آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ مشرکین پر بددُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں کوسنے والا کر کے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم)

فائدہ: اس لیے آپ کی عادت دشمنوں کے لیے بھی دُعائے خیر ہی کرنے کی تھی اور کبھی کبھار اپنے مالک حقیقی سے فریاد کے طور پر کچھ کہہ دینا کہ انکی شرارت سے آپکی حفاظت فرما دے یہ اور بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لمبا قصہ طائف کا منقول ہے جس میں آپ کو کفار کے ہاتھ سے اس قدر اذیت پہنچی جس کو آپ نے جنگ اُحد کی تکلیف سے بھی زیادہ سخت فرمایا ہے۔ اس وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کو پہاڑوں کے فرشتہ سے ملایا اور اس نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا اے محمد! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ مجھ کو حکم دیں اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر لا ملاؤں (جس میں یہ سب پس جاویں)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں اُمید کرتا ہوں کہ (شاید) اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کر دے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کو شریک نہ کریں۔

فائدہ: دیکھئے اگر اس وقت ہاتھ سے بدلہ لینے کا موقع نہ تھا تو زبان سے کہنا تو آسان تھا خصوص جب آپ کو یہ بھی یقین دلایا گیا کہ زبان ہلاتے ہی سب تہس نہس کر دیئے جاویں گے مگر آپ نے پھر بھی شفقت ہی سے کام لیا۔ یہ برتاؤ ان مخالفین سے تھا جو آپ کے مدِ مقابل تھے بعضے مخالفین آپ کی رعایا تھے جن پر باضابطہ بھی قدرت تھی۔ ان کے ساتھ بھی برتاؤ سُنئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبا قصہ منقول ہے جس میں کسی یہودی کا جو کہ مسلمانوں کی رعیت ہو کر مدینہ میں آباد تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمے کچھ قرض تھا اور اس نے ایک بار آپ کو اس قدر تنگ کیا کہ ظہر سے اگلے دن صبح تک آپ کو مسجد سے گھر بھی نہیں جانے دیا۔ لوگوں کے دھمکانے پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی قصہ میں ہے کہ جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا اَشھَدُ اَن لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشھَدُ اَنَّکَ رَسُولُ اللہِ اور یہ بھی کہا کہ میں نے تو یہ سب اس لیے کیا تھا کہ آپ کی صفت جو توراۃ میں ہے کہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں آپ کی پیدائش مکہ میں ہے اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے اور سلطنت شام میں ہوگی (چنانچہ بعد میں ہوئی) اور آپ نہ سخت خو ہیں، نہ درشت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والے ہیں اور نہ بے حیائی کا کام، نہ بے حیائی کی بات آپ کی وضع ہے۔ مجھ کو اس کا دیکھنا تھا (کہ دیکھوں آپ وہی ہیں یا نہیں سو دیکھ لیا آپ وہی ہیں) اَشھَدُ اَن لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشھَدُ اَنَّکَ رَسُولُ اللہِ الخ (بیہقی)

مشورہ: اگر ان ہی تھوڑی سی حدیثوں کو روزمرہ ایک ہی بار پڑھ لیا کرو یا سن لیا کرو۔ تو پھر دیکھ لو گے تم کیسی جلدی کیسے اچھے ہو جاؤ گے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت ونصرت فرمائیے۔

مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سباب المؤمن فسوق وقتاله کفر.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو (بلاوجہ) بُرا بھلا کہنا بڑا گناہ ہے اور اس سے بلا وجہ لڑنا قریب کفر کے ہے۔ (بخاری ومسلم)

آیت: فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایمان والے (سب آپس میں ایک دوسرے کے) بھائی ہیں۔ (آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو! نہ مَردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہیے۔ (آگے ارشاد ہے) اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے۔ یعنی جس سے دوسرے کی تحقیر ہو آگے فرماتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ (الحجرات۔ آیت ۱۱) (آگے فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیوں کہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) سراغ ملت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ (الحجرات، آیت ۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص (لوگوں کے عیوب پر نظر کر کے اور اپنے کو عیوب سے بَری سمجھ کر بطور شکایت کے) یوں کہے کہ لوگ برباد ہو گئے تو یہ شخص سب سے زیادہ برباد ہونے والا ہے (کہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتا ہے)۔ (مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ چغل خور (قانوناً بدوں سزا) جنت میں نہ جاوے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے بدتر (حالت میں) اس شخص کو پاؤ گے جو دو رویہ ہو یعنی جو ایسا ہو کہ ان کے منہ پر ان جیسا، اُن کے منہ پر اُن جیسا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسے طور پر ذکر کرنا کہ (اگر اس کو خبر ہو تو) اس کو ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا کہ یہ بتلائیے کہ اگر میرے (اس) بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہتا ہوں (یعنی اگر میں سچی بُرائی کرتا ہوں) آپ نے فرمایا اگر اس میں وہ بات ہے جو تو کہتا ہے تب تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو تُو نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی (مسلمان) کو کوئی ایسی بات کہے وہ اسمیں تجھ کو سچا سمجھ رہا ہے اور تو اسمیں جھوٹ کہہ رہا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی گناہ سے عار دلاوے اس کو موت نہ آوے گی جب تک کہ خود اُس گناہ کو نہ کرے گا۔ (یعنی عار دلانے کا یہ وبال ہے اگر کسی خاص وجہ سے ظہور نہ ہو اور بات ہے اور خیر خواہی سے نصیحت کرنے کا کچھ ڈر نہیں)۔ (ترمذی)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) کی (کسی) دنیوی یا دینی بُری حالت پر خوشی مت ظاہر کر، کبھی اللہ

تعالیٰ اس پر رحمت فرمادے اور تجھ کو مبتلا کر دے۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندگانِ خدا میں سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو چغلیاں پہنچاتے ہیں اور دوستوں میں جدائی ڈلواتے ہیں۔ (احمد و بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے نہ (خواہ مخواہ) بحث کیا کرو اور نہ اس سے (ایسی) دل لگی کر (جو اس کو ناگوار ہو) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جس کو تو پورا نہ کرے۔ (ترمذی)

فائدہ: البتہ اگر کسی عذر کے سبب پورا نہ کر سکے تو معذور ہے، چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس وقت پورا کرنے کی نیت تھی مگر پورا نہیں کر سکا اور (اگر آنے کا وعدہ تھا تو) وقت پر نہ آ سکا (اس کا یہی مطلب ہے کہ کسی عذر کے سبب ایسا ہو گیا) تو اس پر گناہ نہ ہوگا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عیاض مجاشعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ سب آدمی تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے (کیونکہ فخر اور ظلم تکبر ہی سے ہوتا ہے)۔ (مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں سعی کرے وہ (ثواب میں) اس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں سعی کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ شخص جو کسی یتیم کو اپنے ذمہ رکھ لے خواہ وہ یتیم اس کا (کچھ لگتا) ہو اور خواہ غیر کا ہو ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی کر دیا کیونکہ نبی اور غیر نبی میں فرق تو ضروری ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنت میں رہنا کیا تھوڑی بات ہے۔ (بخاری)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت اور باہمی شفقت میں ایسا دیکھو گے جیسے (جاندار) بدن ہوتا ہے کہ جب اس کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بیماری میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے' ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے' غیرت پیدا فرما دیجئے۔

تکمیل ایمان کی شرائط

عن ابی موسیٰ رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان اذا اتاه السائل وصاحب الحاجة قال اشفعو افلتو جروا ویقضی الله علی لسان رسوله ماشاء.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی سائل یا کوئی صاحبِ حاجت آتا تو آپ (صحابہ سے) فرماتے کہ تم سفارش کردیا کرو تم کو ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہے حکم دے (یعنی میری زباں سے وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ کو دلوانا ہوگا مگر تم کو مفت کا ثواب مل جاوے گا اور یہ اس وقت ہے جب جس سے سفارش کی جاوے اس کو گرانی نہ ہو جیسا یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظلوم ہونے کی صورت میں تو مدد کروں مگر ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو ظلم سے روک دے یہی تمہاری مدد کرنا ہے اس ظالم کی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس کی سختی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کریگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ فرمایا آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھے (یعنی اگر کسی میں یہ بات ہو اور کوئی شر کی بات نہ ہو تب بھی اس میں شر کی کمی نہیں)۔ مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کی جان اور اس کا مال اور اس کی آبرو (یعنی نہ اس کی جان کو تکلیف دینا جائز ہے نہ اس کے مال کا نقصان کرنا اور نہ اس کی آبرو کو کوئی صدمہ پہنچانا مثلاً اس کا عیب کھولنا، اس کی غیبت کرنا وغیرہ۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ (پورا) ایماندار نہیں بنتا یہاں تک کہ اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہ جاوے گا جس کا پڑوسی اُس کے خطرات سے مطمئن نہ ہو (یعنی اس سے اندیشہ ضرر کا لگا رہے)۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت سے

خارج ہے جو ہمارے کم عمر پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑی عمر والے کی عزت نہ کرے اور نیک کام کی نصیحت نہ کرے اور بُرے کام سے منع نہ کرے (کیونکہ یہ بھی مسلمان کا حق ہے کہ موقع پر اس کو دین کی باتیں بتلادیا کرے مگر نرمی اور تہذیب سے)۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت ہوتی ہو اور وہ اس کی حمایت پر قادر ہو اور اس کی حمایت کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی حمایت فرماوے گا اور اگر اس کی حمایت نہ کی حالانکہ اس کی حمایت پر قادر تھا تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس پر گرفت فرماویگا۔ (شرح سُنّہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کا) کوئی عیب دیکھے پھر اس کو چھپائے (یعنی دوسروں سے ظاہر نہ کرے) تو وہ (ثواب میں) ایسا ہوگا جیسے کسی نے زندہ درگور لڑکی کی جان بچالی (کہ قبر سے اس کو زندہ نکال لیا)۔ (احمد و ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اس (اپنے بھائی) میں کوئی گندی بات دیکھے تو اس سے (اس طرح) دور کردے (جیسے آئینہ داغ، دھبہ چہرہ کا اس طرح صاف کر دیتا ہے کہ عیب والے پر ظاہر کر دیتا ہے اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح اس شخص کو چاہیے کہ اس کے عیب کی خفیہ طور پر اصلاح کردے فضیحت نہ کرے)۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر رکھو۔ (یعنی ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے موافق برتاؤ کرو سب کو ایک لکڑی مت ہانکو)۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے وہ شخص (پورا) ایماندار نہیں جو خود اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا رہے۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن الفت (اور لگاؤ) کا محل (اور خانہ) ہے اور اس شخص میں خیر نہیں جو کسی سے نہ خود الفت رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے، یعنی سب سے روکھا اور الگ رہے، کسی سے میل ہی نہ ہو۔ باقی دین کی حفاظت کے لیے کسی سے تعلق نہ رکھنا یا کم رکھنا وہ اس سے مستثنٰی ہے۔ (احمد و بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اُمت میں سے کسی کی حاجت پوری کرے صرف اس نیت سے کہ اس کو مسرور (اور خوش) کرے سو اس شخص نے مجھ کو مسرور کیا اور جس نے مجھ کو مسرور کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بیہقی)

نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی امداد کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر (۷۳) مغفرت لکھے گا جن میں ایک مغفرت تو اس کے تمام کاموں کی اصلاح کے لیے (کافی) ہے اور بہتر (۷۲) مغفرت قیامت کے دن اس کے لیے درجات ہو جاویں گے۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو بھی پاکیزہ ہے تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کردے اس طرح سے کہ دونوں ملیں اور یہ اُدھر منہ پھیر لے اور وہ ادھر کو منہ پھیر لے اور ان دونوں میں اچھا وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرلے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کی مخفی حالت کی کریدمت کرو نہ اچھی حالت کی نہ بُری حالت کی اور نہ دھوکہ دینے کو کسی چیز کے دام بڑھاؤ اور نہ آپس میں حسد کرو، نہ بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی ہوکر رہو اور ایک روایت میں ہے نہ ایک دوسرے پر رشک کرو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں۔ (اس وقت انہی چھ کے ذکر کا موقع تھا) عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا: ۱۔ جب اس سے ملنا ہو اس کو سلام کرو اور ۲۔ جب وہ تجھ کو بلاوے تو قبول کرو اور ۳۔ جب تجھ سے خیرخواہی چاہے اس کی خیرخواہی کرو اور ۴۔ جب چھینک لے اور الحمدللہ کہے تو یرحمک اللہ کہو اور ۵۔ جب بیمار ہوجاوے اس کی عیادت کرو اور ۶۔ جب مرجاوے اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ (مسلم)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچاوے یا اس کے ساتھ فریب کرے۔ (ترمذی)

یہ تو عام مسلمانوں کے کثیر الوقوع حقوق ہیں اور خاص اسباب سے اور خاص حالات سے خاص حقوق بھی ہیں جن کو میں نے بقدرِ ضرورت رسالہ حقوق الاسلام میں لکھ دیا ہے سب کے ادا کی خوب کوشش رکھو، کیونکہ اس میں بہت بے پروائی ہورہی ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرمادیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرمادیجے۔ آمین

اپنی جان کے حقوق ادا کرنا

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لجسدک علیک حقا و ان لعینک علیک حقا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (شب بیداری اور نفل روزہ میں زیادتی کی ممانعت میں) فرمایا کہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ کہ زیادہ محنت کرنے سے اور زیادہ جاگنے سے صحت خراب ہو جائے گی اور آنکھیں آشوب کر آئینگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارہ میں کثرت سے لوگ ٹوٹے میں رہتے ہیں (یعنی ان سے کام نہیں لیتے۔ جس سے دینی نفع ہو) ایک صحت دوسری بےفکری۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے صحت اور بےفکری کا ایسی نعمت ہونا معلوم ہوا کہ ان سے دین میں مدد ملتی ہے اور بےفکری اس وقت ہوتی ہے کہ کافی مال ہو اور کوئی پریشانی بھی نہ ہو، تو اس سے افلاس اور پریشانی سے بچے رہنے کی کوشش کرنے کا مطلوب ہونا بھی معلوم ہوا۔

حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں (کے آنے) سے پہلے غنیمت سمجھو (اور ان کو دین کے کاموں کا ذریعہ بنالو) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو اور صحت کو بیماری سے پہلے اور مالداری کو افلاس سے پہلے اور بےفکری کو پریشانی سے پہلے اور زندگی کو مرنے سے پہلے۔ (ترمذی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جوانی میں جو صحت وقوت ہوتی ہے وہ اور بےفکری زندگی اور مالی گنجائش بڑی نعمتیں ہیں۔

حضرت عبیداللہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں اس حالت میں صبح کرے کہ اپنی جان میں (پریشانی سے) امن میں ہو اور اپنے بدن میں (بیماری سے) عافیت میں ہو اور اس کے پاس اُس دن کے کھانے کو ہو (جس سے بھوکا رہنے کا اندیشہ نہ ہو) تو یوں سمجھو کہ اس کے لیے ساری دنیا سمیٹ کر دے دی گئی۔ (ترمذی)

فائدہ: اس سے بھی صحت اور امن وعافیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حلال دنیا کو اس لیے طلب کرے کہ مانگنے سے بچا رہے اور اپنے اہل وعیال کے (ادائے حقوق کے) لیے کمایا کرے اور اپنے پڑوسی پر توجہ رکھے تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند جیسا ہوگا۔ (بیہقی وابونعیم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کسبِ مال کے بقدر ضرورت دین بچانے کے لیے اور ادائے حقوق کے لیے بڑی فضیلت ہے۔ اس سے جمعیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا کی بےرغبتی (جس کا کہ حکم ہے) یہ حلال کو حرام کرنے سے ہے اور نہ مال کے ضائع

کرنے سے۔الخ (ترمذی وابن ماجہ)

فائدہ: اس میں صاف بُرائی ہے مال کے برباد کرنے کی کیونکہ اس سے جمعیت جاتی رہتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں اتاریں اور ہر بیماری کے لیے دوا بھی بنائی۔ سوتم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوامت کرو۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اس میں صاف حکم ہے تحصیلِ صحت کا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کے پاس (غذا حاصل کرنے) آتی ہیں۔ سو اگر معدہ درست ہوتو وہ رگیں صحت لے کر جاتی ہیں اور اگر معدہ خراب ہوا تو رگیں بیماری لے کر جاتی ہیں۔ (شعب الایمان وبیہقی)

فائدہ: اس میں معدہ کی خاص رعایت کا ارشاد ہے۔

حضرت اُم منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ (کھجور) مت کھاؤ۔ تم کو نقاہت ہے پھر میں نے چقندر اور جَو تیار کیا آپ نے فرمایا اے علی اسمیں سے لو یہ تمہارے موافق ہے۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث سے بد پرہیزی کی ممانعت معلوم ہوئی کہ مضرِ صحت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے کہ اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بھوک سے، وہ بھوک برا ہم خواب ہے۔ الخ (ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ)

فائدہ: مرقاۃ میں طیبی سے پناہ مانگنے کا سبب نقل کیا ہے کہ اس سے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں اور دماغ پریشان ہو جاتا ہے اس سے صحت وقوت و جمعیت کا مطلوب ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ زیادہ بھوک سے یہ سب فوت ہو جاتے ہیں اور بھوک کی جو فضیلت آئی ہے وہ ایسی ہے جیسے بیماری کی فضیلت آئی ہے۔ اس سے بھوک اور بیماری کا مطلوب التحصیل ہونا لازم نہیں آتا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تیر اندازی بھی کیا کرو اور سواری بھی کیا کرو۔الخ (ترمذی وابن ماجہ وابوداؤد ودارمی)

فائدہ: سواری سیکھنا بھی ایک ورزش ہے جس سے قوت بڑھتی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

ایمانی صفات

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمي ثم تركه فليس منا.

ترجمہ: ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ جس نے تیراندازی سیکھی پھر چھوڑ دی وہ ہم میں سے نہیں یا یوں فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے کس قدر تاکید معلوم ہوتی ہے قوت کی حفاظت کی اور اس کے قوت ہونے کا بیان آیت کے ذیل میں گذر چکا ہے اور ان دو حدیثوں کے اس مضمون کا بقیہ اگلی حدیث کے ذیل میں آتا ہے۔

ہماری جان بھی اللہ تعالیٰ کی ملک ہے جو ہم کو بطور امانت کے دے رکھی ہے۔ اس لیے اس کے حکم کے موافق اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور اس کی حفاظت ایک یہ ہے کہ اس کی صحت کی حفاظت کرے، دوسرے اس کی قوت کی حفاظت کرے، تیسرے اس کی جمعیت کی حفاظت کرے یعنی اپنے اختیارات سے ایسا کوئی کام نہ کرے جس میں جان میں پریشانی پیدا ہو جاوے کیونکہ ان چیزوں میں خلل آ جانے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں رہتی نیز دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور امداد نہیں کرسکتا نیز کبھی کبھی ناشکری اور بے صبری سے ایمان کھو بیٹھتا ہے۔ اس بارہ میں چند آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نعمتوں کے شمار میں ارشاد فرمایا جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔ (شعراء، آیت ۸۰)

فائدہ: اس سے صحت کا مطلوب ہونا صاف معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان دشمنوں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے قوت تیار رکھو۔ (انفال، آیت ۶۰)

فائدہ: اس میں قوت کی حفاظت کا صاف حکم ہے۔ مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر تیراندازی کے ساتھ منقول ہے اور اس کو قوت اس لیے فرمایا کہ اس سے دین اور دل میں بھی مضبوطی ہوتی ہے اور اس میں دوڑنا بھاگنا جو پڑتا ہے تو بدن میں بھی مضبوطی ہوتی ہے اور یہ اس زمانہ کا ہتھیار تھا اس زمانہ میں جو ہتھیار ہیں وہ تیر کے حکم میں ہیں اور اس مضمون کا بقیہ حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں آئے گا۔

۳۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور مال کو بے موقع مت اُڑانا۔ (بنی اسرائیل، آیت ۲۶)

فائدہ: مال کی تنگی سے جان میں پریشانی سے بچنے کا حکم دیا گیا اور جن امور سے اس سے بھی زیادہ پریشانی ہو جاوے ان سے بچنے کا تو اور زیادہ حکم ہوگا اس سے جمعیت کا مطلوب ہونا معلوم ہوا۔ آگے حدیثیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوت والا مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم قوت والے مؤمن سے بہتر اور زیادہ پیارا ہے اور یوں سب میں خوبی ہے۔ (مسلم)

فائدہ: جب قوت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی پیاری چیز ہے تو اس کو باقی رکھنا اور بڑھانا اور جو چیزیں قوت کم کرنے والی ہیں اُن سے احتیاط رکھنا یہ سب مطلوب ہوگا۔ اس میں غذا کا بہت

کم کر دینا، نیند کا بہت کم کر دینا، ہم بستری میں حدِ قوت سے آگے زیادتی کرنا، ایسی چیز کھانا جس سے بیماری ہو جائے یا بد پرہیزی کرنا جس سے بیماری بڑھ جائے یا جلدی نہ جاوے یہ سب داخل ہو گیا، ان سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح قوت بڑھانے میں ورزش کرنا، دوڑنا، پیادہ چلنے کی عادت کرنا، جن اسلحہ کی قانون سے اجازت ہے یا اجازت حاصل ہو سکتی ہے ان کی مشق کرنا یہ سب داخل ہے مگر حدِ شرع وحدِ قانون سے باہر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس سے جمعیت وراحت جو کہ شرعاً مطلوب ہے برباد ہوتی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہے۔ (مالک وترمذی وابوداؤد ونسائی)

فائدہ: یہ اس وقت تھا جب کہ اِکے دُکے کو دشمن کا خطرہ تھا، اس سے ثابت ہے کہ اپنی حفاظت کا سامان ضروری ہے۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو گھاٹیوں میں اور نشیب میدانوں میں متفرق ہو جاتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا گھاٹیوں اور نشیب میدانوں میں متفرق ہو جانا یہ شیطان کی طرف سے ہے (اس لیے کہ اگر کسی پر آفت آوے تو دوسروں کو خبر بھی نہ ہو)۔ سو اس کے بعد جس منزل پر اُترتے ایک دوسرے سے اس طرح مل جاتے کہ یہ بات کہی جاتی تھی کہ اگر ان سب پر ایک کپڑا بچھا دیا جائے تو سب پر آ جائے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اس سے بھی اپنی احتیاط اور حفاظت کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ابو السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک اجازت لینے والے سے) فرمایا کہ اپنا ہتھیار ساتھ لے لو مجھ کو بنی قریظہ سے (جو کہ یہودی اور دشمن تھے) اندیشہ ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ہتھیار لے لیا اور گھر کو چلا، لانبی حدیث ہے۔ (مسلم)

فائدہ: جس موقع پر دشمنوں سے ایسا اندیشہ ہو اپنی حفاظت کے لیے جائز ہتھیار اپنے ساتھ رکھنے کا اس سے ثبوت ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ بدر کے دن تین تین آدمی ایک ایک اونٹ پر تھے اور ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریکِ سواری تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے کہ ہم آپ کی طرف سے پیادہ چلیں گے۔ آپ فرماتے تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں تم سے زیادہ ثواب سے بے نیاز نہیں ہوں۔ (یعنی پیادہ چلنے میں جو ثواب ہے اس کی مجھ کو بھی حاجت ہے)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ پیادہ چلنے کی بھی عادت رکھنے زیادہ آرام طلب نہ ہو۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو زیادہ آرام طلبی سے منع فرماتے تھے اور ہم کو حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اس میں بھی وہی بات ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھی اور ننگے پاؤں چلنا اس سے زیادہ۔

حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تنگی سے گذر کرو اور موٹا چلن رکھو اور ننگے پاؤں چلا کرو۔ (جمع الفوائد از کبیر واوسط)

فائدہ: اس میں کئی مصلحتیں ہیں مضبوطی وجفاکشی وآزادی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ

اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نفس کو ذلیل کرنا یہ ہے کہ جس بلا کو سہار نہ سکے اس کا سامنا کرے۔ (تیسیر از ترمذی)

فائدہ: یہ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے۔ اس میں تمام وہ کام آگئے جو اپنے قابو کے نہ ہوں بلکہ اگر کسی مخالف کی طرف سے بھی کوئی شورش ظاہر ہو تو حکام کے ذریعہ سے اس کی مدافعت کرو خواہ وہ خود انتظار کر دیں، خواہ تم کو انتقام کی اجازت دے دیں اور اگر خود حکام ہی کی طرف سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آوے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کر دو اگر پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو اور عمل سے یا زبان سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری مصیبت دُور ہو۔

جو افعال مقاصدِ مذکورہ میں خلل انداز ہوں اگر وہ مقاصد واجب ہوں اور خلل یقینی اور شدید ہے تو وہ افعال حرام ہیں ورنہ مکروہ۔

اگر بدوں بندہ کے اختیار کے محض من جانب اللہ ایسے واقعات پیش آویں جن سے یہ مقاصد صحت وقوت وطمانیت وغیرہا برباد ہو جاویں تو پھر ان مصائب پر ثواب ملتا ہے اور مدد غیبی بھی ہوتی ہے پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لیے ان پر صبر کرے اور خوش رہے انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سب کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہے۔ جس سے قرآن اور حدیث بھرے ہوئے ہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے، ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے، غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچالیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچالیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا اُس کو خواب میں حضور کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت ہوگی۔ (ص ۴۷)

نماز کی پابندی کرنا

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارأیتم لو ان نهراً بباب احدکم یغتسل فیه کل یوم خمس مرات هل یبقی من درنه شیءٌ قالوا لا یبقی من درنه شیءٍ قال فذٰلک مثل الصلوٰت الخمس یمحو الله بهن الخطایا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتلاؤ تو اگر کسی کے دروازہ پر ایک نہر ہو اور اس میں وہ ہر روز پانچ بار غسل کیا کرے تو کیا اس کا کچھ میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ بھی میل نہ رہے گا آپ نے فرمایا کہ یہی حالت پانچوں نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس سے کتنی بڑی فضیلت نماز کی ثابت ہوتی ہے اور مسلم کی ایک حدیث میں اجتناب کبائر کو شرط فرمایا ہے مگر یہ کیا تھوڑی دولت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان بس ترکِ نماز کی کسر ہے (جب ترکِ نماز کیا وہ کسر مٹ گئی اور کفر آ گیا، چاہے بندہ کے اندر نہ آوے پاس ہی آ جاوے مگر دوری تو نہ رہی)۔ (مسلم)

فائدہ: دیکھو نماز چھوڑنے پر کتنی بڑی وعید ہے کہ وہ بندہ کو کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص اُس پر محافظت رکھے وہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی اور دستاویز اور نجات ہوگی اور جو شخص اس پر محافظت نہ کرے وہ اس کے لیے نہ روشنی ہوگی اور نہ دستاویز اور نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (یعنی دوزخ میں اگرچہ ان کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نہ رہے مگر ہونا ہی بڑی سخت بات ہے۔) (احمد و دارمی و بیہقی شعب الایمان)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان جو ایک عہد کی چیز (یعنی عہد کا سبب) ہے وہ نماز ہے۔ پس جس شخص نے اس کو ترک کر دیا وہ (برتاؤ کے حق میں) کافر ہو گیا (یعنی ہم اس کے ساتھ کا برتاؤ کریں گے کیونکہ اور کوئی علامت اسلام کی ان میں نہیں پائی جاتی کیونکہ وضع ولباس وگفتگو سب مشترک تھے تو ہم کافر ہی سمجھیں گے)۔ (احمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ)

فائدہ: اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ ترکِ نماز بھی ایک علامت ہے کفر کی گو کوئی دوسری اسلامی علامت ہونے سے ترک نماز سے کافر نہ سمجھیں مگر کفر کی کسی علامت کو اختیار کرنا کیا تھوڑی بات ہے؟

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے اور ان کے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کرو جب وہ سات برس کے ہوں، اور اس پر ان کو مارو جب وہ دس برس کے ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخص قبیلہ خزاعہ کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں مسلمان ہوئے ان میں ایک شہید ہوگیا اور دوسرا برس روز پیچھے (موت طبعی سے) مرا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیچھے مرنے والے کو (خواب میں) دیکھا کہ اس شہید سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا۔ مجھ کو بہت تعجب ہوا، صبح کو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس (مرنے والے) نے اس (شہید) کے بعد رمضان کے روزے نہیں رکھے اور برس روز تک ہزاروں رکعتیں پڑھیں (اگر صرف فرض وواجب وسنت مؤکدہ ہی لی جاویں تو دس ہزار رکعت کے قریب ہوتی ہیں یعنی اس لیے وہ شہید سے بڑھ گیا)۔ (احمد وابن ماجہ وابن حبان وبیہقی)

فائدہ: حضرت ابن ماجہ و ابن حبان نے اتنا اور زیادہ روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کے درجوں میں اتنا فرق ہے کہ آسمان وزمین کے فاصلہ سے بھی زیادہ۔ فقط۔ اور ظاہر ہے کہ زیادہ دخل اس فضیلت میں نماز ہی کو ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کی کثرت کا بیان بھی فرمایا۔ تو نماز ایسی چیز ٹھہری کہ اس کی بدولت شہید سے بھی بڑا رتبہ مل جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جنت کی کنجی نماز ہے۔ (دارمی)

فائدہ: نماز ہی کا نام لینا صاف بتلا رہا ہے کہ وہ سب عبادات سے بڑھ کر جنت میں لے جانے والی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اول جس چیز کا بندہ سے قیامت میں حساب ہوگا وہ نماز ہے۔ اگر وہ ٹھیک اُتری تو اس کے سارے عمل ٹھیک اتریں گے اور اگر وہ خراب نکلی تو اس کے سارے عمل خراب نکلیں گے۔ (طبرانی اوسط)

فائدہ: معلوم ہوتا ہے نماز کی برکت سب عبادات میں اثر کرتی ہے اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی بڑا عمل ہونے کی؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جس کے پاس نماز نہیں (یعنی نماز نہ پڑھتا ہو) اس کے پاس دین نہیں نماز کو دین سے وہ نسبت ہے جیسے سر کو دھڑ سے نسبت ہے۔ (کہ سر نہ ہو تو دھڑ مردہ ہے) اسی طرح نماز نہ ہو تو تمام اعمال بے جان ہیں۔ (طبرانی اوسط وصغیر)

فائدہ: جس چیز پر دین کا اتنا بڑا دارومدار ہو اس کو چھوڑ کر کسی نیک عمل کو کافی سمجھنا کتنی بڑی غلطی ہے!

حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جو شخص پانچ نماز کی محافظت کرے یعنی ان کے رکوع کی بھی، ان کے سجدہ کی بھی، اور ان کے وقتوں کی بھی (یعنی ان میں کوتاہی نہ کرے) اور اس کا اعتقاد رکھے کہ سب نمازیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے لیے واجب ہوگئی۔ یا یہ فرمایا کہ وہ دوزخ پر حرام ہو جاوے گا۔ (ان سب کا ایک ہی مطلب ہے)۔ (احمد)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

مساجد کی تعمیر

عن عثمان بن عفان رضی الله عنه وانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من بنی مسجدا یبتغی به وجه الله بنی الله له بیتا وفی روایة بنی الله له مثله فی الجنة.

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی مسجد بنائے جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کا خوش کرنا ہو (اور کوئی بُری غرض نہ ہو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی کی مثل (اُس کا گھر) جنت میں بنادے گا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث سے نیت کی درستی کی تاکید بھی معلوم ہوئی اور اگر نئی مسجد نہ بناوے بلکہ بنی ہوئی کی مرمت کردے اس کا ثواب بھی اس سے معلوم ہوا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی مرمت کر کے یہ حدیث بیان کی تھی اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کوئی مسجد بناوے (بنانے میں مال خرچ کرنا یا جان کی محنت خرچ کرنا دونوں آگئے۔ چنانچہ جمع الفوائد میں رزین سے حضرت ابوسعید کی روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی کے بننے کے وقت خود کچی اینٹیں اُٹھا رہے تھے) خواہ وہ قطاۃ پرندہ کے گھونسلہ کے برابر ہو یا اس سے بھی چھوٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنادے گا۔ (ابن خزیمہ وابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث سے بنتی ہوئی مسجد میں چندہ دینے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کیونکہ گھونسلہ کی برابر بنانے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ پوری مسجد نہیں بنا سکا اس کے بننے میں تھوڑی سی شرکت کرلی جس سے اس کی رقم کے مقابلہ میں اس مسجد کا اتنا ذرا سا حصہ آگیا اور اوپر کی حدیث میں جو آیا ہے کہ اس کی مثل جنت میں گھر بنے گا، اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس صورت میں گھونسلہ کے برابر گھر بن جائے گا کیونکہ مثل کا یہ مطلب نہیں کہ چھوٹے بڑے ہونے میں اس کی مثل ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسا اس شخص کا اخلاص ہوگا اس کی مثل گھر بنے گا، لیکن لمبائی چوڑائی میں بہت بڑا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بناوے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناوے گا جو اس سے بہت لمبا چوڑا ہوگا۔ (احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عبادت کے لیے حلال مال سے کوئی عمارت (یعنی مسجد) بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بناوے گا۔ (طبرانی اوسط)

فائدہ: یہ بھی مسجد کا ادب ہے کہ اس میں حرام مال نہ لگاوے خواہ وہ حرام روپیہ پیسہ ہو، خواہ ملبہ، خواہ زمین ہو جیسا کہ بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ زمیندار کی زمین میں بدوں اس کی اجازت کے مسجد بنالیتے ہیں اور پھر اس کے روک ٹوک کرنے پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس کو اسلام کی بڑی طرفداری و خدمت سمجھتے ہیں۔ خاص کر اگر زمیندار غیر مسلم ہو تو تب تو اس کو کفر و اسلام کا مقابلہ سمجھتے ہیں۔ سو خوب سمجھ لو کہ اس زمین میں جو مسجد

بنائی جاوے وہ شرع سے مسجد ہی نہیں ہے۔ البتہ زمیندار کی خوشی سے اپنی مِلک کرا کر پھر اس میں مسجد بناتے رہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت تھی (شاید حبشن ہو) جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی، ایک رات کو وہ مر گئی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، آپ نے فرمایا تم نے مجھ کو اس کی خبر کیوں نہ کی؟ پھر آپ صحابہ کو لے کر باہر تشریف لے گئے اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اُس پر تکبیر فرمائی (مراد نماز جنازہ ہے) اور اس کے لیے دعا کی پھر واپس تشریف لے آئے۔ (ابن ماجہ وابن خزیمہ) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا تو نے کس عمل کو زیادہ فضیلت کا پایا۔ اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینے کو۔ (ابوالشیخ اصبہانی)

فائدہ: دیکھئے مسجد میں جھاڑو دینے کی بدولت ایک غریب گمنام حبشن کی جس کی مسکنت وگمنامی کے سبب اس کی وفات کی بھی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں کی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی بڑی قدر فرمائی کہ اس کی وفات کی خبر نہ دینے کی بھی شکایت فرمائی، پھر قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھی اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور اس کے لیے دعا فرمائی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پوچھنے پر خود اس نے اس عمل کی کتنی بڑی فضیلت بیان کی۔ افسوس اب مسجد میں جھاڑو دینے کو لوگ عیب اور ذلت سمجھتے ہیں۔

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے کوڑا کباڑ نکالنا بڑی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔ (طبرانی کبیر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں سے ایسی چیز باہر کر دی جس سے تکلیف ہوتی تھی (جیسے کوڑا کباڑ، کانٹا، اصلی فرش سے الگ کنکر، پتھر) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناوے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محلّہ محلّہ میں مسجدیں بنانے کا حکم اور ان کو صاف پاک رکھنے کا حکم فرمایا۔ (احمد وترمذی وابوداؤد وابن ماجہ وابن خزیمہ)

فائدہ: پاک رکھنا یہ کہ اس میں کوئی ناپاک آدمی یا ناپاک کپڑا ناپاک تیل وغیرہ نہ جانے پائے اور صاف رکھنا یہ کہ اس میں سے کوڑا کباڑ نکالتے رہیں۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں کو جمعہ جمعہ (خوشبو کی) دھونی دیا کرو۔ (ابن ماجہ وکبیر طبرانی)

فائدہ: جمعہ کی قید نہیں، صرف یہ مصلحت ہے کہ اس روز نمازی زیادہ ہوتے ہیں جن میں ہر طرح کے آدمی ہوتی ہیں کبھی کبھی دھونی دے دینا یا اور کسی طرح خوشبو لگا دینا، چھڑک دینا، سب برابر ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

آداب مساجد

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم من یتبع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک واذا رایتم من ینشد ضالۃ فقولوا لا رد اللہ علیک وفی روایۃ قبلھا فان المساجد لم تبن لھٰذا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں خرید وفروخت کررہا ہے تو یوں کہہ دیا کرو، اللہ تعالیٰ تیرے تجارت میں نفع نہ دے اور جب ایسے شخص کو دیکھو کہ کھوئی چیز کو مسجد میں پکار پکار کر تلاش کررہا ہے تو یوں کہہ دو اللہ تعالیٰ تیرے پاس وہ چیز نہ پہنچاوے۔ (ترمذی ونسائی وابن خزیمہ وحاکم)
اور ایک روایت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (مسلم)

فائدہ: مراد اس چیز کا تلاش کرنا ہے جو باہر کھوگئی اور مسجد میں اس لیے پکار رہا ہے کہ مختلف لوگوں کا مجمع ہے شاید کوئی پتہ دیدے اور یہ بددعا دینا تنبیہ کے لیے ہے لیکن اگر لڑائی دنگے کا ڈر ہو تو دل میں کہہ لے۔ اس حدیث میں باطنی ادب مسجد کا مذکور ہے کہ وہاں دنیا کے کام نہ کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا چند امور ہیں جو مسجد میں مناسب نہیں، اس کو راستہ نہ بنایا جائے (جیسا بعض لوگ چکر سے بچنے کے لیے مسجد کے اندر ہو کر دوسری طرف نکل جاتے ہیں) اور اس میں ہتھیار نہ سوتے جائیں اور نہ اس میں کمان کھینچی جائے اور نہ اس میں تیروں کو بکھیرا جائے (تاکہ کسی کے چُبھ نہ جاویں) اور نہ کچا گوشت لے کر اس میں سے گذرے اور نہ اس میں کسی کو سزا دی جائے اور نہ اس میں کسی سے بدلہ لیا جاوے (جس کو شرع میں حد وقصاص کہتے ہیں اور نہ اس کو بازار بنایا جائے)۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: یہ سب باتیں مسجد کے ادب کے خلاف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب اخیر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی باتیں مسجدوں میں ہوا کریں گی اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی کچھ پروا نہ ہوگی (یعنی ان سے خوش نہ ہوگا)۔ (ابن حبان)

فائدہ: دنیا کی باتیں کرنا بھی مسجد کی بے ادبی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت کی نیت سے مسجد کی طرف چلے تو اس کا ایک قدم ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور ایک قدم اس کے لیے نیکی لکھتا ہے جانے میں بھی، لوٹنے میں بھی۔ (احمد وطبرانی وابن حبان)

فائدہ: کیا ٹھکانا ہے رحمت کا کہ جاتے ہوئے تو ثواب ملتا ہے لوٹنے میں بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کی اندھیری میں مسجد کی طرف چلے، اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز نور کے ساتھ ملے گا۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیگا جس روز سوائے اس کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جسکا دل مسجد میں لگا ہوا ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان بدبودار ترکاریوں سے (یعنی پیاز ولہسن سے جیسا کہ اور حدیثوں میں آیا ہے) بچو کہ ان کو کھا کر مسجدوں میں آؤ۔ اگر تم کو ان کے کھانے کی ضرورت ہی ہو تو ان (کی بدبو) کو آگ سے ماردو، (یعنی پکار کر کھاؤ کچی کھا کر مسجد میں نہ آؤ)۔ (طبرانی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص مسجد کی طرف جائے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہو کہ کوئی اچھی بات (یعنی دین کی بات) سیکھے یا سکھائے، اُس کو حج کرنے کے برابر پورا ثواب ملے گا۔ (طبرانی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جیسے نماز کے لیے ہے ایسے ہی علم دین سیکھنے کے لیے بھی ہے۔ سو مسجد میں ایسے شخص کو رہنا چاہیے جو دین کی باتیں بتلایا کرے۔ یہ سب حدیثیں ترغیب سے لی گئی ہیں بجز دو حدیثوں کے کہ اس میں مشکوٰۃ اور جمع الفوائد کا نام لکھ دیا ہے۔ دستور العمل جو ان سب آیات اور احادیث سے ثابت ہوا یہ ہے۔

(الف) کہ ہر بڑی چھوٹی بستی میں وہاں کی ضرورت کے موافق مسجد بنانا چاہیے۔

(ب) مگر وہ حلال مال سے اور حلال زمین میں ہو۔

(ج) مسجد کا ادب کرے یعنی اس کو پاک صاف رکھے۔ اس میں جھاڑو دیا کرے۔ اس کی ضروری خدمت کا خیال رکھے۔ بدبودار جیسے تمباکو وغیرہ چیز کھا کر یا لے کر اس میں نہ جائے۔ وہاں دنیا کا کوئی کام یا بات نہ کرے۔

(د) مَردوں کو نماز مسجد میں پڑھنا چاہیے اور بدوں عذر کے جماعت نہ چھوڑنا چاہیے۔ مسجد میں اور جماعت سے نماز پڑھنے میں یہ بھی فائدہ ہے کہ آپس میں تعلق بڑھے، ایک کو دوسرے کا حال معلوم رہے۔ مالک کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبح کی نماز میں نہیں پایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار تشریف لے گئے اور حضرت سلیمان کا مکان مسجد اور بازار کے درمیان تھا تو سلیمان کی ماں سے پوچھا میں نے سلیمان کو صبح میں نہیں دیکھا۔ اس حدیث کے ذیل میں علماء نے یہ فائدہ بھی ذکر کیا ہے۔

(ہ) مسجد میں ایسے شخص کو رکھیں کہ وہ بستی والوں کو مسئلے مسائل بھی بتلاتا رہے۔

(و) جب فرصت ملا کرے مسجد میں جا کر بیٹھ جایا کرے مگر وہاں جا کر دین کے کاموں میں یا دین کی باتوں میں لگا رہے۔ اگر سب آدمی اس کی پابندی رکھیں تو علاوہ ثواب کے جماعت کو بھی قوت پہنچے۔

تنبیہ: حدیثوں میں صاف آیا ہے کہ عورتوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجدوں میں پڑھنے سے زیادہ ہے۔

دُعا کیجیے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

عن ابی هریرة رضی الله عنه وابی سعید رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقعد قوم یذکرون الله الا خفتهم الملئکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھیں ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت چھا جاتی ہے اور ان پر چین کی کیفیت اترتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہو اور جو شخص ذکر نہ کرتا ہو ان کی حالت زندہ اور مُردہ کی سی حالت ہے (یعنی پہلا شخص مثل زندہ کے ہے اور دوسرا مثل مُردہ کے کیونکہ روح کی زندگی یہی اللہ کی یاد ہے یہ نہ ہو تو روح مُردہ ہے)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کے (یعنی اپنے بندہ کے) ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو پھر وہ اگر اپنے جی میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ مجمع میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا ذکر ایسے مجمع میں کرتا ہوں جو اس مجمع سے بہتر ہوتا ہے۔ (یعنی فرشتوں اور پیغمبروں کے مجمع میں)۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے جی کا یہ مطلب نہیں جیسا ہمارا جی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس یاد کی کسی کو خبر نہیں ہوتی جیسے دوسری حالت میں مجمع کو خبر ہوگئی اور وہاں کے مجمع کا یہاں کے مجمع سے اچھا ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس مجمع کے زیادہ شخص اس مجمع کے زیادہ شخصوں سے اچھے ہوتے ہیں۔ یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص، ہر شخص سے اچھا ہو۔ سو اگر دنیا میں کوئی مجمع ذکر کا ایسا ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوں جیسا آپ کے زمانہ میں تھا تو کسی فرشتہ یا پیغمبر کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہ آئے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں میں گذرا کرو تو اس کے میوے منہ چھٹ کھایا کرو، لوگوں نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے (اور مجمع)۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اللہ کی طرف سے اس پر گھاٹا ہوگا اور جو شخص کسی جگہ لیٹے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اللہ کی طرف سے اس پر گھاٹا ہوگا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ کوئی موقع اور کوئی حالت ذکر سے خالی نہ ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے شرعی اعمال مجھ پر بہت سے ہو گئے (مُراد نفلی اعمال ہیں کیونکہ تاکیدی اعمال تو بہت نہیں ہیں مطلب یہ کہ ثواب کے کام اتنے ہیں کہ سب کا یاد رکھنا اور عمل کرنا بہت مشکل ہے) اس لیے آپ مجھ کو کوئی ایسی چیز بتلا

دیجئے کہ اس کا پابند ہو جاؤں (اور وہ سب کے بدلہ میں کافی ہو جائے) آپ نے فرمایا (اس کی پابندی کرلو کہ) تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے (یعنی چلتی رہے)۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا بندوں میں سب سے افضل اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو مرد کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں اور جو عورتیں (اسی طرح کثرت سے) ذکر کرنے والی ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے (کیا یہ) اس سے بھی (افضل ہے؟) آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کفار ومشرکین میں اس قدر تلوار مارے کہ تلوار بھی ٹوٹ جائے اور یہ شخص بھی تمام خون میں (اپنے زخموں سے) رنگین ہو جائے۔ اللہ کا ذکر کرنے والا درجہ میں اس سے بھی افضل ہے۔ (احمد وترمذی)۔ وجہ ظاہر ہے کہ جہاد خود اللہ ہی کی یاد کے لیے مقرر ہوا ہے جیسے وضو نماز کے لیے مقرر ہوا ہے۔ سورۂ حج آیت اَلَّذِینَ اِن مَّكَّنّٰهُم میں اس کا صاف ذکر ہے تو یاد اصل ہوئی اور اصل کا افضل ہونا ظاہر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شے کی ایک قلعی ہے اور دلوں کی قلعی اللہ کا ذکر ہے۔ (بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کے قلب پر چمٹا ہوا بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور جب (یاد سے) غافل ہوتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر اللہ کے سوا بہت کلام مت کیا کرو کیونکہ ذکر اللہ کے سوا بہت کلام کرنا قلب میں سختی پیدا کرتا ہے اور سب سے زیادہ اللہ سے دور وہ قلب ہے جس میں سختی ہو۔ (ترمذی)

فائدہ: اخیر کی تین حدیثوں کا مجموعی حاصل یہ ہے کہ اصل صفائی اچھے عملوں سے ہوتی ہے اور اصل سختی بُرے عملوں سے اور دونوں عملوں کی جڑ قلب کا ارادہ ہے اور ارادہ کی جڑ خیال۔ پس جب ذکر میں کمی ہوتی ہے تو شیطان بُرے بُرے خیال قلب میں پیدا کرتا ہے جس سے بُرے ارادوں کی نوبت آ جاتی ہے اور نیک ارادوں کی ہمت نہیں رہتی۔ پس نیک کام نہیں ہوتے اور بُرے ہونے لگتے ہیں اور جب ذکر کی کثرت ہوتی ہے تو بُرے خیال قلب میں پیدا نہیں ہوتے پس بُرا ارادہ بھی نہیں ہوتا اور گناہ بھی نہیں ہوتے اور نیک کاموں کا ارادہ اور نیک کام ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح سے صفائی اور سختی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے مگر یہ باتیں خود بخود نہیں ہوتیں کرنے سے ہوتی ہیں سو اگر کوئی خالی ذکر کیا کرے اور نیک کاموں کے کرنے کا، اور بُرے کاموں سے بچنے کا ارادہ اور ہمت نہ کرے وہ دھوکہ میں ہے۔ یہاں تک کی حدیثیں مشکوٰۃ کی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہت لوگ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ کا ذکر کرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو اُونچے اُونچے درجوں میں داخل فرمائے گا۔ (ابن حبان)

فائدہ: یعنی کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب تک امیری سامان کو نہ چھوڑے ذکر اللہ سے نفع نہیں ہوتا۔

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگیں۔ (احمد وابویعلی وابن حبان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا ذکر کرو کہ منافق (یعنی بددین) لوگ تم کو ریاکار ومکار کہنے لگیں۔ (طبرانی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت والوں کو کوئی حسرت نہ ہوگی مگر جو گھڑی ان پر ایسی گذری ہوگی جس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہ کیا ہوگا۔ اس گھڑی پر ان کو حسرت ہوگی۔ (طبرانی و بیہقی)

فائدہ: مگر اس حسرت میں دنیا کی سی تکلیف نہ ہوگی۔ پس یہ شبہ نہ رہا کہ جنت میں تکلیف کیسی؟

حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے ہاں گئے اور اس بی بی کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھ رہی تھیں۔ (اور آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یہ اصل ہے تسبیح پر گننے کی (کما قرر الشامی) یہ پانچ حدیثیں ترغیب کی ہیں۔ یہاں تک تو عام ذکر کا بیان تھا بعضے خاص خاص ذکروں کا بھی ثواب آتا ہے ان میں سے بعضے آسان اور مختصر بطور نمونہ بتلاتا ہوں جیسے:

(الف) لا اله الا الله یا مع محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم (ب) سبحان الله (ج) الحمد لله (د) الله اکبر (ہ) لا حول ولا قوة الا بالله (و) استغفر الله واتوب اليه (ز) درود شریف جو کوئی طرح سے ہے، ایک ہلکا سا یہ ہے اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد۔ (نسائی عن زید بن خارجہ)

خلاصہ: یہ کہ ذکر سے غافل مت ہو خواہ کوئی خاص ذکر کرو یا عام پھر خواہ ہر وقت کوئی پھر خواہ بے گنتی خواہ اُنگلیوں یا تسبیح پر گنتی سے اور بعض دُعائیں خاص وقتوں کی بھی ہیں۔ اگر شوق ہو تو کسی دیندار عالم سے پوچھ لو ورنہ نمونہ کے طور پر جو بھی لکھ دی ہیں یہ کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

فائدہ: جس قدر ہو سکے اللہ کا نام لیتے رہنا۔ قرآن و حدیث میں اس کا حکم بھی ہے اور فضیلت اور ثواب بھی اور کچھ مشکل کام بھی نہیں۔ تو ایسے آسان کام میں بے پروائی یا سستی کر کے حکم کے خلاف کرنا اور اتنا بڑا ثواب کھو کر اپنا نقصان کرنا کیسی بے جا اور بری بات ہے؟ پھر اللہ کا نام لیتے رہنے میں نہ کسی گنتی کی قید ہے اور نہ وقت کی اور نہ تسبیح رکھنے کی نہ پکار کر پڑھنے کی، نہ وضو کی نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی، نہ کسی خاص جگہ کی نہ ایک جگہ بیٹھنے کی، ہر طرح سے آزادی اور اختیار ہے۔ پھر کیا مشکل ہے؟ البتہ اگر کوئی اپنی خوشی سے تسبیح پر پڑھنا چاہے خواہ گنتی یاد رکھنے کے لیے یا اس لیے کہ تسبیح ہاتھ میں ہونے سے پڑھنے کا خیال آ جاتا ہے، خالی ہاتھ یاد نہیں رہتا تو اس مصلحت کے لیے تسبیح رکھنا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور اس کا خیال نہ کرے کہ تسبیح رکھنے سے دکھلاوا ہو جائے گا۔ دکھلاوا تو نیت سے ہوتا ہے یعنی جب یہ نیت ہو کہ دیکھنے والے مجھ کو بزرگ سمجھیں گے اور اگر یہ نیت نہ ہو تو وہ دکھلاوا نہیں۔ اس کو دکھلاوا سمجھنا اور ایسے وہموں سے ذکر کو چھوڑ دینا یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ وہ اس طرح سے بہکا کر ثواب سے محروم رکھنا چاہتا ہے اور وہ ایک دھوکا یہ بھی دیتا ہے کہ جب دل تو دنیا کے کام میں پھنسا رہا اور زبان سے اللہ کا نام لیتے رہے تو اس کا کیا فائدہ؟ سو خوب سمجھ لو کہ یہ بھی غلطی ہے جب دل سے ایک دفعہ یہ نیت کر لی کہ ہم ثواب کے واسطے اللہ کا نام لینا شروع کرتے ہیں اس کے بعد اگر دل دوسری طرف بھی ہو جاوے مگر نیت نہ بدلے برابر ثواب ملتا رہے گا۔ البتہ جو وقت اور کاموں سے خالی ہو اُس میں دل کو ذکر کی طرف متوجہ رہنے کی بھی کوشش کرے فضول قصوں کی طرف خیال نہ لے جاوے تا کہ اور زیادہ ثواب ہو۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

مالداروں کوزکوٰۃ کی پابندی کرنا

عن ابی الدرداءِ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الذکوۃ قنطرۃ الاسلام.

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ (طبرانی اوسط وکبیر)

فائدہ: اس سے زکوٰۃ کا کتنا بڑا درجہ ثابت ہوا اور اس کے نہ دینے سے مسلمانی میں کتنا بڑا نقصان معلوم ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اُس سے اُس کی بُرائی جاتی رہی (یعنی زکوٰۃ نہ دینے سے جو اس مال میں نحوست اور گندگی آ جاتی ہے وہ نہیں رہی) (طبرانی اوسط وابن خزیمہ صحیح)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جاوے اس میں برکت نہیں رہتی، اس کی کچھ تفصیل نمبر ۱۳ و نمبر ۱۴ میں آتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص تم میں اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی کبیر)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے سے ایمان میں کمی رہتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا ایمان کا ذائقہ چکھے گا۔ صرف اللہ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کے سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس آمادہ کرتا ہو۔ (یعنی اُس کو روکتا نہ ہو)

فائدہ: اس زکوٰۃ کا مرتبہ تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو توحید کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کا اثر اس سے ظاہر ہوا کہ اس سے ایمان کا مزہ بڑھ جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص سونے کا رکھنے والا اور چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) نہ دیتا ہو مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اس شخص کے (عذاب کے) لیے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے اس کی کروٹ اور پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی پھر دوبارہ ان کو تپایا جائے گا (اور) یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہو گی (یعنی قیامت کے دن میں)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مسلمان مالداروں پر ان کے مال میں اتنا حق یعنی زکوٰۃ فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کو کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے، مالداروں ہی کی اس کرتوت کی بدولت ہوتی ہے (کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے) یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان سے (اس پر) سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (طبرانی اوسط وصغیر)

فائدہ: ایک حدیث میں اس کی تفصیل میں یہ بھی ارشاد ہے کہ محتاج لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے مالداروں کی یہ

شکایت کریں گے کہ ہمارے حقوق جو آپ نے ان پر فرض کیے تھے انہوں نے ہم کو نہیں پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اپنی عزت وجلال کی قسم میں تم کو مقرب بناؤں گا اور ان کو دور کر دوں گا۔ (طبرانی صغیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔ (طبرانی واصبہانی) اور ایک روایت میں ان کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرلے اور زکوٰۃ نہ دے وہ (پورا) مسلمان نہیں کہ اس کا نیک عمل اس کو نفع دے۔ (اصبہانی)

فائدہ: لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ نماز بھی چھوڑ دیں، اگر ایسا کریں گے تو اس کا عذاب الگ ہوگا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ بھی دینے لگیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے) اور اس کے گلے میں طوق (یعنی ہنسلی) کی طرح ڈال دیا جائے گا اور اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیری جمع ہوں۔ پھر آپ نے (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھی: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ. الآية (آل عمران، آیت ۱۸۰) (اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے۔) (بخاری ونسائی)

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (علاوہ لا اله الله محمد رسول الله پر ایمان لانے کے) اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو (پورا) کام نہ دیں گی جب تک سب کو ادا نہ کرے نماز، زکوٰۃ اور رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز، روزہ وحج سب کرتا ہوگا مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ سب بھی اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز تو سب کے سامنے ظاہر ہونے والی چیز ہے اس کو قبول کرلیا اور زکوٰۃ پوشیدہ چیز ہے اس کو خود کھالیا (حقداروں کو نہ دیا) ایسے لوگ منافق ہیں۔ (بزار)

فائدہ: یعنی بعضے لوگ نماز اسی لیے پڑھتے ہیں کہ نہ پڑھیں گے تو سب کو خبر ہوگی اور زکوٰۃ اس لیے نہیں دیتے کہ اس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اور منافق ایسا ہی کرتے تھے ورنہ خدا کے حکم تو دونوں ہیں۔

دُعا کیجیے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھیے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھیے۔

زکوٰۃ....ایک اسلامی رکن

عن بریدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منع قوم الزكوة الا ابتلاهم الله بالسنين رفي رواية الا جس الله عنهم المطر.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس قوم نے زکوٰۃ دینا بند کر لیا اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کرتا ہے اور ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے۔ (طبرانی وحاکم وبیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مال میں زکوٰۃ ملی ہوئی رہی وہ اس کو برباد کر دیتی ہے۔ (بزار و بیہقی)

فائدہ: زکوٰۃ ملنا یہ کہ اس میں زکوٰۃ فرض ہو جائے اور نکالی نہ جائے، اور برباد ہونا یہ کہ وہ مال جاتا رہے یا اس کی برکت جاتی رہے جیسے اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مال خشکی میں یا دریا میں تلف ہوتا ہے زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی اوسط)

فائدہ: اور اگر باوجود زکوٰۃ دینے کے شاذ نادر تلف ہو جاوے تو وہ حقیقت میں تلف نہیں ہے کیونکہ اس کا اجر آخرت میں ملے گا اور زکوٰۃ نہ دینے سے جو تلف ہو وہ سزا ہے اس پر اجر کا وعدہ نہیں۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور میری خالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئیں کہ ہم نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم کو اس سے ڈر نہیں لگتا کہ تم کو اللہ تعالیٰ آگ کے کنگن پہناوے، اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (احمد بسند حسن)

فائدہ: ان حدیثوں سے یہ اُمور ثابت ہوئے۔

الف۔ زکوٰۃ کی فرضیت اور فضیلت

ب۔ زکوٰۃ نہ دینے کا وبال اور عذاب، دنیا میں تو مال کی بربادی یا بے برکتی اور آخرت میں دوزخ۔

ج۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز، روزہ وغیرہ بھی مقبول نہ ہونا۔

د۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کی حالت منافق کے مشابہ ہونا۔

ہ۔ زکوٰۃ کا حقوق العباد کے مشابہ ہونا جیسا کہ نمبر ۶ کے ذیل میں گذرا اس سے اس کی تاکید دوسری عبادتوں سے اور زیادہ بڑھ گئی۔ اب چند ضروری مضامین زکوٰۃ کے متعلق لکھتا ہوں۔

پہلا مضمون: جن چیزوں میں زکوٰۃ فرض ہے وہ کئی چیزیں ہیں۔ ایک چاندی سونا خواہ روپیہ اشرفی، خواہ نوٹ کی شکل میں، پھر خواہ اپنے قبضہ میں ہو خواہ کسی کے ذمہ اُدھار ہو جس کا اپنے پاس ثبوت ہو یا ادھار لینے والا اقراری ہو، خواہ چاندی سونے برتن یا زیور یا سُچا گوٹہ ٹھپہ ہو۔ اگر صرف چاندی کی چیزیں ہوں اور وزن میں ساڑھے چون ۵۴ روپے کے برابر ہو جاوے اور اگر چاندی کے ساتھ کچھ سونے کی بھی چیزیں ہوں اور سونے کے دام چاندی کے وزن کے ساتھ مل کر وہی ساڑھے چون روپیہ کے برابر ہو جاوے تو جس دن سے ان چیزوں کا مالک ہوا ہے اس دن سے اسلامی سال گزرنے پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہوگی اور احتیاط یہ ہے کہ اگر پچاس روپیہ کے برابر بھی مالیت ہو تب بھی سوا روپیہ زکوٰۃ کا دے دے اور دوسری چیز جس میں زکوٰۃ فرض ہے سوداگری کا مال ہے۔

جب وہ قیمت میں اتنے کا ہو جس کا ابھی بیان ہوا ہے اور اس قیمت کی مقدار سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسلمانوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ اتنے زیور سے یا سوداگری کی اتنی مالیت سے بہت کم گھر خالی ہوں گے مگر وہ اس سے غافل ہیں سو اس کا ضرور خیال کرنا چاہیے۔

تیسری چیز ایسے اونٹ یا گائے بھینس یا بھیڑ بکریاں ہیں جن کو صرف دودھ اور بچے حاصل کرنے کے لیے پالا ہو اور وہ جنگل میں چرتے ہوں۔

چونکہ اس ملک میں اس کا رواج کم ہے لہٰذا ان کی تعداد جس میں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے نہیں لکھی گئی جس کو ضرورت ہو عالموں سے پوچھ لے۔

چوتھی چیز عشری زمین کی پیداوار ہے، اس کے مسائل بھی عالموں سے پوچھ لیے جاویں۔

پانچویں چیز صدقہ فطر ہے جو عید کے دن زکوٰۃ والوں پر تو سب پر واجب ہے اور بعضے ایسے شخصوں پر بھی واجب ہے جن پر زکوٰۃ واجب نہیں، اس کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیں، یہ اپنی طرف سے اور نابالغ بچوں کی طرف سے دینا چاہیے۔

دوسرا مضمون: سب سے زیادہ زکوٰۃ کے حق دار اپنے غریب رشتہ دار ہیں، خواہ بستی میں ہوں یا دوسری جگہ۔ ان کے بعد اپنی بستی کے دوسرے غریب، لیکن اگر دوسری بستی کے لوگ زیادہ غریب ہوں تو پھر ان ہی کا حق زیادہ ہے۔ مگر جن کو زکوٰۃ دینا ہو وہ نہ بنی ہاشم ہوں یعنی سید وغیرہ اور نہ زکوٰۃ دینے والے کے ماں باپ یا دادا دادی یا نانا نانی یا اولاد یا میاں بی بی لگتے ہوں، اور کفن یا مسجد میں لگانا بھی درست نہیں، البتہ میت والے کو اگر دے دے تو درست ہے۔ مگر پھر اس کو کفن میں لگانے نہ لگانے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح ہر انجمن یا مدرسہ میں دینا درست نہیں جب تک مدرسہ والوں سے پوچھ نہ لے کہ تم زکوٰۃ کو کس طریقہ سے خرچ کرتے ہو اور پھر کسی عالم سے پوچھ لے کہ اس طریقہ سے خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

تیسرا مضمون: مسلمانوں کی زیادہ پریشانی ظاہری و باطنی کا سبب افلاس ہے اور زکوٰۃ اس کا کافی علاج ہے اگر مالدار فضول خرچی نہ کریں اور ہٹے کٹے محنت و مزدوری کرتے رہیں اور معذور لوگوں کی زکوٰۃ سے امداد ہوتی رہے تو مسلمانوں میں ایک بھی ننگا بھوکا نہ رہے۔ حدیث نمبر ۶ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں یہ مضمون صاف صاف مذکور ہے۔ فقط

زکوٰۃ بھی مثل نماز کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا ایک لازمی حکم ہے۔ بہت سی آیتوں میں زکوٰۃ دینے کا حکم اور اس کے دینے کا ثواب اور اس کے نہ دینے کا عذاب مذکور ہے اور زیادہ آیتیں ایسی ہی ہیں جن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔ یہ سب آیتیں قرآن مجید میں آسانی سے مل سکتی ہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

نیک کاموں میں خرچ کرنا

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تعالیٰ انفق یا ابن اٰدم اُنفق علیک.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بیٹے آدم کے تو (نیک کام میں) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ حرص (حُبِ مال) سے بچو، اس حرص نے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی حیات میں ایک درہم خیرات کرنا مرنے کے وقت سو درہم کے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات کرنے میں (حتی الامکان) جلدی کیا کرو کیونکہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھنے پاتی (بلکہ رُک جاتی ہے)۔ (رزین)

فائدہ: ثواب کے علاوہ یہ دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک کھجور کے برابر پاک کمائی سے خیرات کرے گا اور اللہ تعالیٰ پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے (داہنے ہاتھ کا مطلب اللہ ہی معلوم ہے) پھر اس کو بڑھاتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات دینا مال کو کم نہیں ہونے دیتا خواہ آمدنی بڑھ جائے یا برکت بڑھ جائے خواہ ثواب بڑھتا رہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قسم کی بھلائی کو حقیر نہ سمجھنا گو اتنی سہی کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے خندہ پیشانی سے مل لو۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان کے ذمہ کچھ نہ کچھ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس (مال) موجود نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں سے کچھ محنت کرے (اور مال حاصل کر کے) اپنے بھی کام میں لاوے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر (معذوری کی وجہ سے) یہ بھی نہ کر سکے یا (اتفاق سے) ایسا نہ کرے، آپ نے فرمایا تو کسی پریشان حاجت مند کی مدد کر دے (یہ بھی صدقہ ہے)۔ لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا کسی کو کوئی نیک بات بتلا دے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے، آپ نے فرمایا کسی کو کوئی شر نہ پہنچاوے یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: ان سب کو صدقہ اس وجہ سے فرمایا جیسا کہ صدقہ سے خلق کو نفع پہنچتا ہے ان کاموں سے بھی نفع پہنچتا ہے ورنہ صدقہ کے اصلی معنی تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ مال دینے کے ہیں اور نقصان نہ پہنچانے کو نفع پہنچانے میں داخل فرمانا کتنی بڑی رحمت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر جوڑ پر ہر روز ایک صدقہ لازم ہے۔ دو شخصوں کے درمیان انصاف کر دے یہ بھی صدقہ ہے، کسی شخص کو جانور پر سوار کرنے میں یا اس کا اسباب لادنے میں مدد کر دے یہ بھی صدقہ ہے، کوئی اچھی بات (جس سے کسی کا بھلا ہو جاوے) یہ بھی صدقہ ہے، جو قدم نماز کی طرف اُٹھاوے وہ بھی صدقہ ہے۔ کوئی تکلیف کی چیز راستہ سے ہٹا دے یہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: مسلم کی ایک دوسری حدیث میں اس کی شرح آتی ہے کہ (گنتی کے قابل) انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہیں جس شخص نے روزمرہ اتنی نیکیاں کر لیں اس نے اپنے کو دوزخ سے بچالیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا صدقہ یہ ہے کہ کوئی اونٹنی دودھ والی کسی کو مانگی دے دی جاوے، اور (اسی طرح) بکری دودھ والی کسی کو مانگی دے دی جاوے (اس طرح کہ وہ اس کا دودھ پیتا رہے جب دودھ نہ رہے لوٹا دے) جو ایک برتن صبح کو بھر دے ایک برتن شام کو بھر دے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگا دے یا کوئی کھیتی بودے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ، چرندہ کھاوے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جو اس میں سے چوری ہو جاوے وہ بھی اسکے لیے صدقہ ہے۔

فائدہ: حالانکہ مالک نے چور کو نفع پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا پھر بھی صدقہ کا ثواب ملنا یہ کتنی بڑی رحمت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بدچلن عورت کی اس پر بخشش ہوگئی کہ اس کا ایک کتے پر گذر ہوا جو ایک کنویں کے کنارہ پر زبان لٹکائے ہوئے تھا، پیاس سے ہلاک ہونے کو تھا۔ اُس عورت نے اپنا چمڑہ کا موزہ نکالا اور اس کو اپنی اوڑھنی میں باندھا اور اس کے لیے پانی نکالا (اور اس کو پلایا) اس سے اُس کی بخشش ہوگئی۔ عرض کیا گیا کہ ہم کو جانوروں (کی خدمت کرنے) میں بھی ثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا جتنے تر کلیجے والے ہیں (یعنی جاندار ہیں) ان سب میں ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: مگر جو موذی جانور ہیں جیسے سانپ بچھو، ان کا حکم بخاری و مسلم کی دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کو قتل کر دو۔ (باب المحرم یجتنب الصید)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رحمٰن کی عبادت کرو اور کھانا کھلایا کرو اور سلام کو عام کرو (یعنی ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو) تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

مختصر آسان نیکیاں

عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تبسمک فی وجه اخیک صدقة و اموک بالمعروف ونهیک عن المنکر وارشادک الرجل فی ارض الضال لک صدقة ونصوک الرجل الردی البصر لک صدقة واما طتک الجمروا الشوک والعظم عن الطریق لک صدقة وافراغک من دنوک فی دیوا خیک لک صدقة.

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اپنے بھائی (مسلمان) کا سامنا (یعنی ملاقات) ہو اس وقت مسکرانا (جس سے وہ سمجھے کہ مجھ سے مل کر اس کو خوشی ہوئی ہے) یہ بھی صدقہ ہے اور کسی کو اچھی بات کا حکم کر دینا اور بُری بات سے منع کر دینا یہ بھی صدقہ ہے، اور راستہ بھول جانے کے مقام میں کسی کو راستہ بتلا دینا یہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے اور کوئی پتھر، کانٹا، ہڈی راستہ سے ہٹا دینا یہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے، اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں (پانی) اُنڈیل دینا یہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ترمذی)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ اُم سعد (یعنی میری والدہ) مر گئیں سو کون سا صدقہ زیادہ فضیلت کا ہے (جس کا ثواب ان کو بخشوں) آپ نے فرمایا پانی، انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور یہ کہہ دیا کہ یہ (یعنی اس کا ثواب) اُم سعد کے لیے ہے۔ (ابوداؤد ونسائی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کو اس کے ننگے ہونے (یعنی کپڑا نہ ہونے) کی حالت میں کپڑا دے اللہ اس کو جنت کے سبز کپڑے دے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو (اس کے) بھوکے ہونے (یعنی کھانا نہ ہونے) کی حالت میں کھانا دے گا اللہ اس کو جنت کے پھل دے گا، اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کے وقت پانی پلا دے اس کو جنت کی مہر لگی ہوئی (یعنی نفیس) شراب سے پلاوے گا۔ (ابوداؤد ونسائی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات چیزیں ہیں جن کا ثواب بندہ کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور یہ قبر میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ جس نے علم (دین) سکھلایا یا کوئی نہر کھودی یا کوئی کنواں کھدوایا یا کوئی درخت لگایا یا کوئی مسجد بنائی یا کوئی قرآن چھوڑ گیا یا کوئی اولاد چھوڑی جو اس کے لیے مرنے کے بعد بخشش کی دعا کرے۔ (ترغیب از بزار و ابو نعیم)

اور ابن ماجہ نے بجائے درخت لگانے اور کنواں کھودنے کے صدقہ اور مسافر خانہ کا ذکر کیا ہے۔ (ترغیب) اس حدیث سے دینی مدرسہ کی اور رفاہِ عام کے کاموں کی فضیلت ثابت ہوئی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فلانے کو بھی دیجئے (حدیث کے آخر میں ہے کہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (بعض اوقات) کسی شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے (مگر) اس اندیشہ سے (دیتا ہوں) کہ اس کو اگر نہ ملے تو وہ اسلام پر قائم نہ رہے اور (اس وجہ سے) اللہ اس کو دوزخ میں

اوندھے منہ ڈال دے کیونکہ بعضے نومسلم اول میں مضبوط نہیں ہوتے اور تکلیف کی سہار نہیں کر سکتے، ان کے اسلام سے پھر جانے کا شبہ رہتا ہے تو ان کو آرام دینا ضروری ہے۔ (عین مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے نومسلموں کی امداد کرنے کی اور ان کو آرام پہنچانے کی فضیلت ثابت ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے مجھ کو سچا دین دے کر بھیجا، اللہ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہ دے گا جس نے یتیم پر رحم کیا اور اس سے نرمی کے ساتھ بات کی اور اس کی یتیمی اور بے چارگی پر ترس کھایا۔ (ترغیب از طبرانی)

فائدہ: اس حدیث سے یتیم خانوں کی امداد کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب آدمیوں سے زیادہ پیارا وہ ہے جو آدمیوں کو زیادہ نفع پہنچاوے۔ (ترغیب عن الاصبہانی) اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

مسلمان زکوٰۃ دے کر بے فکر اور بے رحم نہ ہو جاوے کہ اب میرے ذمہ کسی کی کوئی ہمدردی لازم نہیں رہی زکوٰۃ تو ایک بندھا ہوا حق ہے باقی بہت سے متفرق کام ایسے بھی ہیں کہ موقع پر ان میں مال خرچ کرنا اور جس کے پاس مال نہ ہو یا اس میں مال کا کام نہ ہو تو جان سے مدد کرنا بھی ضروری ہے۔ باقی ضرورت کا درجہ اس کی تحقیق علماء سے ہو سکتی ہے۔

روزے رکھنا، خاص کر فرض روزے رمضان کے اور واجب روزے رکھنا، روزہ بھی مثل نماز زکوٰۃ کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا ایک لازم حکم ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الزَّكِيِّ صَلَاةً تُحَلُّ

بِهِ الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ

یہ درود شریف بار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرما دیتے ہیں۔ (ص ۱۱۴)

روزے اور انکی جزا

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله عزوجل کل عمل ابن ادم له الا الصوم فانه لی.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدمی کے سب عمل اس کے لیے ہیں مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا، اپنا پینا، اپنی نفسانی خواہش (جو بی بی سے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ (بخاری) اور اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں آئی ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمایا کہ وہ کھانا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور پینا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی لذت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی بی بی کو میرے لیے چھوڑ دیتا ہے (یعنی اپنی خواہش اس سے پوری نہیں کرتا)۔ (ابن خزیمہ)

فائدہ: روزہ میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ چونکہ روزہ ہونے یا ہونے کی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو خبر نہیں ہوسکتی، اس لیے روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت یا اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور اگر فی الحال اس میں کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت و عظمت کے کام کرنے سے محبت و عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا تو روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگئی۔

ان حدیثوں سے اوپر والی بات ثابت ہوگئی اور اسی لیے روزہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چیز فرمائی جیسا نمبر ۳ میں گذرا اور اسی خصوصیت مذکورہ کے سبب روزے کو اگلی حدیث میں بڑی تاکید سے سب عملوں میں بے نظیر فرمایا، چنانچہ:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے۔ فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ میں نے (دوبارہ) عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے۔ فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ (نسائی و ابن خزیمہ)

فائدہ: یعنی بعض خصوصیتوں میں بے مثل ہے مثلاً خصوصیت مذکورہ میں اور روزہ میں جو حق تعالیٰ کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے روزہ دار اگر اس کا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچے گا کیونکہ گناہ محبت اور خوف کی کمی ہی سے ہوتا ہے اور جب گناہوں سے بچے گا تو دوزخ سے بھی بچے گا۔ اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے۔

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے، دوزخ سے (بچانے کے لیے) (احمد اور بیہقی) اور جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں، اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں۔ روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آدیں گی، اگلی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی جس طرح زکوٰۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسد جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتا ہے اور اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل ہی صاف آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں (نصیب) ہوتی ہیں، ایک تو جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر (خوش ہوتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے) اور جب اپنے پروردگار سے ملے گا (اس وقت اپنے روزہ پر) خوش ہو گا۔ (بخاری) اور رمضان میں ایک دوسری عبادت اور بھی مقرر کی گئی ہے یعنی تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا جو کہ سنت مؤکدہ ہے بعضی باتیں اس میں روزے کی سی ہیں مثلاً نیند جو کہ کھانے پینے کی طرح نفس کو پیاری چیز ہے تراویح سے اس میں کسی قدر کمی ہوتی ہے اور مثلاً اس کم سونے کی بھی پوری خبر کسی کو نہیں ہو سکتی چنانچہ بہت دفعہ آدمی نماز میں سو جاتا ہے اور دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ جاگ رہا ہے۔ اور مثلاً بعض دفعہ سجدہ میں نیند آ جانے سے بدن ایسی وضع پر ہو جاتا ہے کہ اس وضع پر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جب وضو نہ رہا، نماز بھی نہ رہی، مثلاً وضو بھی نہ ٹوٹا مگر سوتے ہوئے جس قدر حصہ نماز کا ادا ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا۔ تو ایسی حالتوں میں نیند جیسی پیاری چیز کو دفع کرنا یا تازہ وضو کر کے اس نماز کو لوٹانا یا نماز کے اس حصہ کو لوٹانا جو سوتے میں ادا ہوا ہے وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف ہو گا۔

پس روزہ کی طرح اس عبادت یعنی تراویح میں قرآن پڑھنے اور سننے میں بھی زیادہ دکھلاوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع فرما دیں ایک دن میں ایک رات میں، اگلی دو حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح و قرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا۔ (جو مؤکدہ ہونے کے سبب وہ بھی ضروری ہے) جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کرینگے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو (پورا) سونے سے روکے رکھا سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کر لی جائیگی۔ (احمد وطبرانی فی الکبیر وابن ابی الدنیا وحاکم)

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

5

روزہ دار کا مقام اور مرتبہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک لانبی حدیث میں) فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو فاقہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (بخاری)

فائدہ: اس بدبو کا اصلی سبب چونکہ معدہ ہے اس لیے یہ مسواک سے بھی نہیں جاتی ہاں کچھ کم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک لانبی حدیث میں جس میں اعمال کے ثواب کی مختلف مقداریں آئی ہیں) ارشاد فرمایا کہ روزہ خاص اللہ ہی کے لیے ہے اس پر عمل کرنے والے کا ثواب (غیر محدود ہے اس کو) کوئی شخص نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (طبرانی فی الاوسط و بیہقی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پھر ان میں کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا یہاں تک کہ رمضان کی اخیر رات ہو جاتی ہے اور کوئی ایماندار بندہ ایسا نہیں جو ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے (مراد وہ نماز ہے جو رمضان کے سبب ہو جیسے تراویح) مگر اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے۔ ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا۔ پھر جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے سب گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (جو) رمضان (گذشتہ) کے ایسے ہی دن تک (ہوئے ہوں یعنی اس رمضان کی پہلی تاریخ سے پہلے رمضان کی پہلی تاریخ تک) اور ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں اور یہ جتنی نمازیں رمضان کے مہینے میں پڑھے گا خواہ دن کو خواہ رات کو ہر سجدہ کے عوض ایک درخت ملے گا جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس تک چل سکے گا۔ (بیہقی)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس ایک بڑا اور برکت والا مہینہ آ پہنچا (یعنی رمضان) ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ہے جو (ایسی ہے جس میں عبادت کرنا) ایک ہزار مہینہ تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض کیا ہے اور اس کی شب بیداری یعنی تراویح کو فرض سے کم (یعنی سنت) کیا ہے۔ جو شخص اس میں کسی نیک کام سے جو فرض نہ ہو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اس کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ایک فرض ادا کرے اور جو کوئی اس میں کوئی فرض ادا کرے وہ ایسا

ہوگا جیسے اس کے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ستر فرض ادا کرے۔ (آگے ارشاد ہے کہ) جو شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوادے (یعنی کچھ افطاری دے دے) یہ اس کے گناہوں کی بخشش کا اور دوزخ سے اس کے چھٹکارے کا ذریعہ ہو جائے گا اور اس کو بھی اس روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا اس طرح سے کہ اس کا ثواب بھی نہ گھٹے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں ہر شخص کو تو اتنا میسر نہیں جس سے روزہ دار کا روزہ کھلوا سکے۔ (یہ پوچھنے والے روزہ کھلوانے کا مطلب یہ سمجھے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دیتا ہے جو کسی کا روزہ ایک چھوارے پر یا پیاس بھر پانی پر یا دودھ کی لسی پر (جو دودھ میں پانی ملا کر بنائی جاتی ہے) کھلوا دے۔ الخ (ابن خزیمہ) اور رمضان کے متعلق ایک تیسری عبادت اور بھی ہے یعنی اعتکاف، رمضان کے اخیر دس دن میں جو ایسی سنت ہے کہ سب کے ذمہ ہے لیکن اگر بستی میں ایک بھی کر لے تو سب کی طرف سے کافی ہے اور اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ یہ ارادہ کر کے مسجد میں پڑا رہے کہ اتنے دن تک بدوں پیشاب یا پاخانہ وغیرہ کی مجبوری کے یہاں سے نہ نکلوں گا اور روزہ اور تراویح کی طرح اس میں بھی نفس کی ایک پیاری چیز چھوٹتی ہے یعنی کھلے مہار پھرنا اور اسی طرح اس میں بھی دکھلاوا نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی کو کیا خبر کہ مسجد میں کسی خاص نیت سے بیٹھا ہے یا ویسے ہی آ گیا ہے۔ آگے اس کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے دو حج اور دو عمرہ جیسا (ثواب) ہوگا۔ (بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے حق میں فرمایا کہ وہ تمام گناہوں سے رُکا رہتا ہے اور اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی تمام نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوٰۃ از ابن ماجہ) اور ایک فضیلت اسمیں یہ بھی ہے کہ اسمیں مسجد میں حاضر رہنا پڑتا ہے، اور مسجد میں حاضر رہنے کی فضیلت گذر چکی ہے البتہ عورتیں گھر ہی میں اپنی نماز پڑھنے کی جگہ اعتکاف کریں اور یہ سب عبادتیں جس دن ختم ہوتی ہیں یعنی عید کا دن اس کی بھی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ انہوں نے میرا فرض ادا کیا پھر دُعا کے لیے نکلے ہیں، اپنی عزت وجلال اور کرم و شانِ بلند کی قسم میں ضرور ان کی عرض قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے کہ واپس جاؤ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا پس وہ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔ (مشکوٰۃ از بیہقی)

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیز گاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

حج بیت اللہ

عن عائشة رضی الله عنه قالت قال رسول الله صلی اللہ علیه وسلم انما جعل الطواف بالبیت وبین الصفا والمروة ورمی الجمار لاقامة ذکر الله.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے گرد پھرنا۔ اور صفا مروہ کے درمیان پھیرے کرنا۔ اور کنکریوں کا مارنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی یاد کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (عین ابوداؤد باب الرمل)

تشریح: یعنی گوظاہر والوں کو تعجب ہوسکتا ہے کہ اس گھومنے دوڑنے کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو، یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اور اس سے علاقہ بڑھتا ہے اور محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا پھر محبوب کے گھر کے بل بل قربان ہونا اس کے کوچہ میں دوڑے دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ (اب طواف میں) شانے ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادرہ سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو (مکہ میں) قوت دے دی اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا (اور یہ فعل شروع ہوا تھا ان ہی کو اپنی قوت دکھلانے کے لیے جیسا روایات میں آیا ہے) اور باوجود اس کے (کہ اب مصلحت نہیں رہی مگر) ہم اس فعل کو نہ چھوڑیں گے جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں (آپ کے اتباع اور حکم سے کرتے تھے) کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر حجۃ الوداع میں عمل فرمایا جب کہ مکہ میں ایک بھی کافر نہ تھا۔ (عین ابوداؤد الرمل)

فائدہ: اگر حج میں عاشقی کا رنگ غالب نہ ہوتا تو جب عقلی ضرورت ختم ہوگئی تھی یہ فعل بھی موقوف کر دیا جاتا۔

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرِ اسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ (کسی کو) نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں (کبھی) تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (عین ابوداؤد باب تقبیل الحجر)

فائدہ: محبوب کے علاقہ کی چیز کو چومنے کا سبب بجز عشق کے اور کون سی مصلحت ہوسکتی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس قول سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مسلمان حجرِ اسود کو معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو وہی ہوتا ہے جو نفع وضرر کا مالک ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کی طرف رُخ کیا پھر اس پر اپنے دونوں لب (مُبارک) ایسی حالت میں رکھے کہ بڑی دیر تک روتے رہے پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رو رہے ہیں آپ نے فرمایا اے عمر! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا صرف عشق

سے ہوسکتا ہے۔ خوف وغیرہ سے نہیں ہوسکتا اور افعالِ عاشقانہ تو ارادہ سے بھی ہوسکتے ہیں مگر رونا بدونِ جوش کے ہونہیں سکتا۔ پس حج کا تعلق عشق سے اس حدیث سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک لانبی حدیث) میں فرمایا کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے (جس میں حاجی لوگ عرفات میں ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان لوگوں پر فخر کے ساتھ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس دور دراز راستہ سے اس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان بال ہیں اور غبار آلود بدن ہے اور دھوپ میں چل رہے ہیں میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ (بیہقی و ابن خزیمہ)

فائدہ: اس صورت کا عاشقانہ ہونا ظاہر ہے اور فخر کے ساتھ اس کا ذکر فرمانا اس عاشقانہ صورت کے پیاری ہونے کو بتلا رہا ہے۔ یہ چند حدیثیں حج میں عاشقی کی شان ہونے کی تائید میں بطورِ نمونہ کے لکھ دی گئیں ورنہ حج کے سارے افعال کھلم کھلا اسی عاشقانہ رنگ کے ہیں یعنی مزدلفہ عرفات کے پہاڑوں میں پھرنا، لبیک کہنے میں چیخنا پکارنا، ننگے سر پھرنا، اپنی زندگی کو موت کی شکل بنا لینا یعنی مُردوں کا سا لباس پہننا، ناخن بال تک نہ اکھاڑنا، جوں تک کو نہ مارنا جس سے دیوانوں کی سی صورت بھی ہو جاتی ہے۔ سر منڈانا کسی جانور کا شکار نہ کرنا خاص حد کے اندر درخت نہ کاٹنا گھاس تک نہ توڑنا جس میں کوچہ محبوب کا ادب بھی ہے۔ یہ کام عاقلوں کے ہیں یا عاشقوں کے؟ اور ان میں بعض افعال جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں اس میں ایک خاص وجہ ہے یعنی پردہ کی مصلحت اور خانہ کعبہ کے گرد گھومنا اور صفا مروہ کے بیچ میں دوڑنا اور خاص نشانوں پر کنکر پتھر مارنا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور زار زار رونا اور خاک آلودہ دھوپ میں چلتے ہوئے عرفات میں حاضر ہونا، ان کے عاشقانہ افعال ہونے کا ذکر اوپر حدیثوں میں آچکا ہے اور جس طرح حج میں عشق و محبت کا رنگ ہے اس کے ادا کا جس مقام سے تعلق ہے یعنی مکہ معظّمہ مع اپنے تعلقات کے اس میں بھی محبت کی شان رکھی گئی ہے جس سے حج کا وہ رنگ اور تیز ہو جائے۔ چنانچہ آیت میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ میں اپنی اولاد کو آپ کے معظّم گھر کے قرب آباد کرتا ہوں آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجئے۔ (سورۂ ابراہیم مختصراً آیت ۳۷)

فائدہ: اس دعا کا وہ اثر آنکھوں سے نظر آتا ہے جس کو ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے۔

کوئی مومن ایسا نہیں جس کا دل کعبہ کی محبت میں پھنسا ہوا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ ''لوگوں کے قلوب'' تو یہود و نصاریٰ کی وہاں بھیڑ ہو جاتی لیکن انہوں نے اہل ایمان کو خاص کر دیا (کہ ''کچھ لوگوں کے قلوب کہہ دیا) (عین در منثور) اور حدیث میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ہجرت کے وقت مکہ معظّمہ کو خطاب کر کے) فرمایا تو کیسا کچھ ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا کچھ محبوب ہے اور اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا۔ (عین مشکوٰۃ از ترمذی)

فائدہ: اور جب ہر مومن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہے تو آپ کے محبوب شہر یعنی مکہ معظّمہ سے بھی ضرور محبت ہوگی تو مکہ سے محبت دو پیغمبروں کی دعا کا اثر ہوا، یہ تو حج کی اور مقام کی دینی فضیلت تھی جو کہ اصلی فضیلت ہے اور بعضی دنیوی منفعتیں بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہیں گو حج میں انکی نیت نہ ہونی چاہیے مگر وہ خود حاصل ہوتی ہیں، چنانچہ آگے دو آیتوں میں اس طرف اشارہ ہے۔

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مقام ہے لوگوں کی مصلحت قائم رہنے کا سبب قرار دیا۔ الخ (مائدہ، آیت ۹۷)

فائدہ: مصلحت عام لفظ ہے سو کعبہ کی دینی مصلحتیں تو ظاہر ہیں، اور دنیوی مصلحتیں بعضی یہ ہیں۔ اس کا جائے امن ہونا، وہاں ہر سال مجمع ہونا جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہوسکتا ہے اور اس کے بقا تک عالم کا باقی رہنا حتیٰ کہ جب کفار اس کو منہدم کردیں گے قریب ہی قیامت آجاوے گی جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیان القرآن بحاصلہ)

حضرت ابن ابی حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (کذا فی الروح بیان القرآن) اور حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو کہ سنت مؤکدہ ہے جس کی حقیقت حج ہی کے بعضے عاشقانہ افعال ہیں۔ اسی لیے اس کا لقب حجِ اصغر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ (عین درمنثور عن ابن ابی شیبہ) مگر یہ حج کے زمانے میں بھی ہوتا ہے جس سے دو عبادتیں ایک شان کی جمع ہو جاتی ہیں اور دوسرے زمانے میں بھی ہوتا ہے۔ یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کیا کرو (کہ افعال و شرائط بھی سب بجا لاؤ اور نیت بھی خالص ثواب کی ہو)۔ (بیان القرآن)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری یا ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کردینے والی بیماری حج سے روکنے والی نہ ہو اور وہ پھر بے حج کیے مرجائے اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (عین مشکوٰۃ از دارمی)

فائدہ: فرض حج نہ کرنے میں کتنی سخت دھمکی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ میں اتصال کرلیا کرو (جب کہ زمانہ حج کا ہو) دونوں افلاس کو اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جیسا بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے۔ (بشرطیکہ کوئی دوسرا امر اس کے خلاف اثر کرنے والا نہ پایا جائے) اور جو حج احتیاط سے کیا جائے اس کا عوض بجز جنت کے کچھ نہیں۔ (عین مشکوٰۃ از ترمذی ونسائی)

فائدہ: اس میں حج وعمرہ کا ایک دینی نفع مذکور ہے اور ایک دنیوی نفع اور گناہ سے مراد حقوق اللہ ہیں کیونکہ حقوق العباد تو شہادت سے معاف نہیں ہوتے۔ (الحدیث الا الدین کما فی المشکوٰۃ عن مسلم)

دُعا کیجیے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہوجائے۔

حج ایک عالمگیر عبادت

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم الحاج والعمار وفد الله ان دعوه اجابهم وان استغفروه غفر لهم.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں وہ ان کی مغفرت کرتا ہے۔ (عین مشکوٰۃ از ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا، پھر وہ راستہ ہی میں (ان کاموں کے کرنے سے پہلے) مر گیا اللہ تعالیٰ اس کیلئے غازی اور حاجی اور عمرہ والے کا ثواب لکھے گا۔ (عین مشکوٰۃ از بیہقی)

اور حج کے متعلق ایک تیسرا عمل اور بھی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ شریفہ کی زیارت جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے اور حج میں عشق الٰہی کی شان بھی اس زیارت میں عشقِ نبوی کی شان ہے اور جب حج سے عشقِ الٰہی میں ترقی ہوئی اور زیارت سے عشقِ نبوی میں، جس کے دل میں اللہ و رسول کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا؟ (اس شان عشقی کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص حج کر کے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرے۔ (عین مشکوٰۃ از بیہقی)

فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں زیارتوں کو برابر فرمایا اور جب کسی خاص بات کی تخصیص نہیں تو ہر اثر میں برابر ہوں گی اور ظاہر ہے کہ آپ کا عشق قلب میں پیدا ہوتا تو وفات کے بعد زیارت کرنے کا بھی وہی اثر ہوگا اور حدیث تو اس دعوے کی تائید کے لیے لکھ دی ورنہ اس زیارت کا یہ اثر ترقی عشق نبوی کھلم کھلا آنکھوں سے نظر آتا ہے اور جس طرح حج کے مقام یعنی مکہ معظّمہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا اسی طرح اس زیارت کے مقام یعنی مدینہ منورہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ انہوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی ہے اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی۔ (مشکوٰۃ از مسلم)

فائدہ: نمبر ۸ میں گذرا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کے لیے محبوبیت کی دعا فرمائی ہے تو مدینہ منور کے لیے دوگنی محبوبیت کی دعا ہوگی۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم مکہ سے محبت کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ الخ (مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو سواری کو تیز کر دیتے مدینہ کی محبت کے سبب۔ (مشکوٰۃ از بخاری)

فائدہ: محبوب کا محبوب جب محبوب ہوتا ہے تو ضرور سب مسلمانوں کو مدینہ سے محبت ہوگی۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو یہ بات تین بار فرمائی۔ (مشکوٰۃ از مالک)

اس میں یہ بھی تقریر ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھی اور حج و زیارت سے محبت کا بڑھ جانا اور خود حج و زیارت کی اور ان کے مقاموں کی بھی محبت ہر ایمان والے کے دل میں ہونا دلیل کا محتاج نہیں اور اس محبت کا جو اثر دین پر پڑتا ہے اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ پس اے مقدور والے مسلمانو اس دولت کو نہ چھوڑو۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے،

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ

جو شخص پچاس مرتبہ دن میں اور پچاس مرتبہ رات میں اس درود شریف کا ورد رکھے تو اُس کا ایمان جانے سے محفوظ ہوگا۔ (ص ۱۵۲)

قربانی ذی الحجہ کا خاص عمل

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما عمل ابن اٰدم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم وانه لیاتی یوم القیامة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبوا بها نفسا.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھروں کے حاضر ہوگا (یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص درجہ میں پہنچ جاتا ہے سوتم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔ (زیادہ داموں کے خرچ ہو جانے پر جی بُرا مت کیا کرو)۔ (ابن ماجہ وترمذی وحاکم)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے نسبی یا روحانی باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو اس میں کیا ملتا ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اون (والا جانور) ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی۔ (حاکم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ اُٹھ اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہ، کیونکہ پہلا قطرہ جو قربانی کا زمین پر گرتا ہے اُس کے ساتھ ہی تیرے لیے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی (اور) یاد رکھ، کہ قیامت کے دن اس (قربانی) کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور تیری میزان (عمل) میں ستر حصہ بڑھا کر رکھ دیا جاوے گا (اور ان سب کے بدلے نیکیاں دی جاویں گی)۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ (ثواب مذکور) کیا خاص آلِ محمد کے لیے ہے؟ کیونکہ وہ اس کے لائق بھی ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ خاص کیے جائیں یا آلِ محمد اور سب مسلمانوں کے لیے عام طور پر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آلِ محمد کے لیے ایک طرح سے خاص بھی ہے اور سب مسلمانوں کے لیے عام طور پر بھی ہے۔ (اصبہانی)

فائدہ: ایک طرح سے خاص ہونے کا مطلب ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے فرمایا ہے کہ نیک کام کا ثواب بھی اوروں سے دُونا ہے اور گناہ کا عذاب بھی دُونا ہے۔ سو قرآن مجید سے آپ کی بیویوں کے لیے اور اس حدیث سے آپ کی اولاد کے لیے بھی یہ قانون ثابت ہوتا ہے اور اس کی بناء زیادہ بزرگی ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو کر (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو وہ قربانی اس شخص کے لیے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی کبیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے۔ (حاکم)

فائدہ: اس سے کس قدر ناراضی ٹپکتی ہے۔ کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی کی سہار کرسکتا ہے؟ اور یہ ناراضی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لیے نہیں ہے۔ یہ حدیثیں ترغیب میں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حج میں اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربانی کی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بقرعید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے گائے قربانی کی۔ (مسلم)

فائدہ: یہ ضرور نہیں کہ ایک گائے سب بیویوں کی طرف سے کی ہو بلکہ ممکن ہے کہ سات کے اندر اندر کی ہو اور اونٹ بکری کثرت سے ملتے ہوئے گائے کی قربانی فرمانا اگر اتفاقی طور پر نہ سمجھی جاوے تو ممکن ہے کہ یہود جو بچھڑے کو پوجا کرتے تھے اس شرک کے مٹانے کے لیے آپ نے اس کا اہتمام فرمایا ہو، اور بعض روایتوں میں جو گائے کے گوشت کا مرض (یعنی مضر) ہونا آیا ہے وہ شرعی حکم نہیں ہے بطور پرہیز کے ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھجور کھانے سے ممانعت فرمانے کا مضمون گذر چکا ہے۔ چنانچہ حلیمی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجاز خشک ملک ہے اور گائے کا گوشت بھی خشک ہے۔ (مقاصد حسنہ) اور مقاصد والے نے کہا ہے کہ گویا یہ حجاز والوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ معنی پسند کیے گئے ہیں یعنی سب علماء نے اس کو پسند کیا ہے۔

حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو دُنبے قربانی کیے اور فرمایا ان میں ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ میں نے ان سے (اس کے متعلق) گفتگو کی انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا حق ہے اگر ہم ہر سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ایک حصہ کر دیا کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک دُنبہ کی اپنی طرف سے قربانی فرمائی اور) دوسرے دُنبہ کے ذبح میں فرمایا کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری اُمت میں سے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی۔ (موصلی و کبیر و اوسط)

فائدہ: مطلب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کو ثواب میں شامل کرنا تھا نہ کہ یہ قربانی سب کی طرف سے ایسی طرح ہوگئی کہ اب کسی کے ذمہ باقی نہیں رہی۔

فائدہ: یہ غور کرنے کی بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی میں اُمت کو یاد رکھا تو افسوس ہے کہ اُمتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد نہ رکھیں اور ایک حصہ بھی آپ کی طرف سے نہ کر دیا کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو (یعنی کھلا پلا کر)۔ کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔ (کنز العمال فرعن ابی ہریرۃ)

فائدہ: عالموں نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کیے ہیں ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جاویں گی اور اگر کئی جانور قربانی کیے ہوں یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جاوے گی اور یا ایک ایک منزل میں ایک ایک جانور پر سواری کریں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا ایسا آسان ہو جائے گا جیسے گویا خود ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے اور کنز العمال میں ایک حدیث اس مضمون کی یہ ہے کہ سب سے افضل قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو (حم ک عن رجل) اور ایک حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پیاری قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو۔ (ہق عن رجل)

قربانی کرنا جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اس کا بیان کہ زکوٰۃ کس پر فرض ہوتی ہے روح چہاردہم کے اخیر حصہ کے پہلے مضمون میں گذر چکا ہے اور بعضے ایسے شخص پر بھی واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس کو کسی عالم سے زبانی پوچھ لے اور جس پر قربانی واجب نہ ہو اگر وہ بھی کرے یا اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی کرے تو اس کو بھی بہت ثواب ملتا ہے اور اگر کسی مرے ہوئے کی طرف سے کرے تو اس مرے ہوئے کو بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ اب اس کے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ-۱: اس سے معلوم ہوا کہ قربانی پہلی اُمتوں پر بھی تھی۔

فائدہ-۲: اگرچہ بکری بھیڑ بھی قربانی کے جانور ہیں اور اس لیے وہ بھی دین کی یادگار ہیں مگر آیت میں خاص اونٹ اور گائے کا ذکر فرمانا اس لیے ہے کہ ان کی قربانی بھیڑ بکری کی قربانی سے افضل ہے اور اگر پوری گائے یا اونٹ نہ ہو بلکہ اس کا ساتواں حصہ قربانی میں لے لے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ ساتواں حصہ اور پوری بکری یا بھیڑ قیمت اور گوشت کی مقدار میں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ ہو وہی افضل ہے اور اگر قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو جو زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (شامی از تاتارخانیہ)

فائدہ: ۳۔ قربانی میں اخلاص یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ کے لیے ہے اور اس سے ثواب لینے کے لیے کرے۔

۲۔ آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ (کوثر، آیت ۲)

فائدہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے جب آپ کو اس کی تاکید ہے تو ہم کو کیسے معاف ہو گی؟ جیسے اس کے ساتھ کی چیز ہے یعنی نماز کہ اُمت پر بھی فرض ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔ **اے اللہ!** علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔ **اے اللہ!** ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

آمدنی وخرچ کا انتظام رکھنا

عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تزول قدم ابن اٰدم یوم القیامة حتی یسئل عن خمس (ومن الخمس) وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کسی آدمی کے قدم (حساب کے موقع سے) نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو چکے گا اور (ان پانچ میں دو یہ بھی ہیں کہ) اس کے مال کے متعلق بھی (سوال ہوگا) کہ کہاں سے کمایا (یعنی حلال سے یا حرام سے) اور کاہے میں خرچ کیا؟ الخ (ترمذی)

فائدہ: تفصیل اس کی یہ ہے کہ کمانے میں بھی کوئی کام دین کے خلاف نہ کرے جیسے سود لینا اور رشوت لینا اور کسی کا حق دبا لینا جیسے کسی کی زمین چھین لینا یا موروثی کا دعویٰ کرنا یا کسی کا قرض مار لینا یا کسی کا حصہ میراث کا نہ دینا جیسے بعضے آدمی لڑکیوں کو نہیں دیتے یا اس کے کمانے میں اتنا کھپ جانا کہ نماز کی پروا نہ رہے یا آخرت کو بھول جائے یا زکوٰۃ وحج ادا نہ کرے یا دین کی باتیں سیکھنا یا بزرگوں کے پاس آنا جانا چھوڑ دے اور اسی طرح خرچ کرنے میں بھی کوئی کام دین کے خلاف نہ کرے جیسے گناہوں کے کام میں خرچ کرنا یا شادی غمی کی رسموں میں یا نام کے لیے خرچ کرنا یا محض نفس کے خوش کرنے کی ضرورت سے زیادہ کھانے کپڑے یا مکان کی تعمیر یا سجاوٹ یا سواری شکاری یا بچوں کے کھیل کھلونوں میں خرچ کرنا، سو ان سب احتیاطوں کے ساتھ اگر مال کماوے یا جمع کرے کچھ ڈر نہیں بلکہ بعضی صورتوں میں ایسا کرنا بہتر بلکہ ضروری ہے جیسے بیوی بچوں کا ساتھ ہے اور ان کے کھانے پینے یا ان کو دین سکھلانے میں روپیہ کی حاجت ہے یا دین کی حفاظت میں روپیہ کی ضرورت ہے جیسے علم دین کے مدرسے ہیں یا مسلمانوں کی خدمت یا اسلام کی تبلیغ کی انجمنیں ہیں یا اسلامی یتیم خانے ہیں یا مسجدیں ہیں۔

خاص کر جب دشمنان دین ان چیزوں کے مٹانے کے لیے روپیہ خرچ کرتے ہوں اور حالات ایسے ہوں کہ روپیہ کا مقابلہ روپیہ ہی سے ہو سکتا ہو جیسا اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع کے لیے پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھنے کا حکم فرمایا ہے (سورہ توبہ)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی گھوڑوں کے رکھنے میں خاص درجہ کے ثواب کا اور ان گھوڑوں کی ہر حالت پر بہت بہت نیکیوں کا وعدہ فرمایا ہے (مسلم)۔ پس ایسی حالتوں میں دنیا اور دین کی موجودہ اور آئندہ حاجتوں کی کفایت کی قدر روپیہ حاصل کرنا عبادت ہوگا۔ اگلی حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

(مثلاً کوئی کافر زمیندار کسی مسلمان رعایا کو تنگ کرے، اگر مسلمان کے پاس زمین ہو وہ اس کو پناہ دے سکتا ہے ۱۲)

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال کمائی کی تلاش کرنا فرض ہے بعد فرض (عبادت) کے۔ (بیہقی)

ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا چار شخصوں کے لیے ہے (ان میں سے) ایک وہ بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال بھی دیا اور دین کی واقفیت بھی دی سو وہ

اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے حقوق پر عمل کرتا ہے یہ شخص سب سے افضل درجہ میں ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال خوش نما خوش مزہ چیز ہے جو شخص اس کو حق کے ساتھ (یعنی شرع کے موافق) حاصل کرے اور حق میں (یعنی جائز موقع میں) خرچ کرے تو وہ اچھی مدد دینے والی چیز ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مال اچھے آدمی کے لیے اچھی چیز ہے۔ (احمد)

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں صرف اشرفی اور روپیہ ہی کام دے گا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مال پہلے زمانہ میں (یعنی صحابہ کے وقت میں) ناپسند کیا جاتا تھا (کیونکہ قلب میں دین کی قوت ہوتی تھی اس لیے مال سے قوت حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اس کی خرابیوں پر نظر کر کے اس سے دور رہنا پسند کرتے تھے) لیکن اس زمانہ میں وہ مال مومن کی ڈھال ہے (یعنی اس کو بددیانتی سے بچاتا ہے کیوں کہ قلب میں وہ قوت نہیں۔ پس مال کے نہ ہونے سے پریشان ہو جاتا ہے اور پریشانی میں دین کو برباد کر لیتا ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ہمارے پاس یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بڑے لوگ ہماری صافی بنا لیتے (یعنی ذلیل وخوار سمجھتے اور ذلت سے بعض دفعہ دین کا بھی نقصان ہو جاتا ہے۔ اب مال کے سبب ہماری عزت کرتے ہیں اور عزت کے سبب ہمارا دین محفوظ رہتا ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں کچھ روپیہ پیسہ ہو اس کی درستی کرتا رہے (یعنی اس کو بڑھاتا رہے یا کم از کم اس کو برباد نہ کرے) کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی (اس میں) محتاج ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنے دین ہی پر ہاتھ صاف کرتا ہے (جیسا ڈھال ہونے کے مطلب میں ابھی گذرا ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ حلال مال فضول خرچی کی برداشت نہیں کر سکتا (یعنی اکثر وہ اتنا ہوتا ہی نہیں کہ اس کو بے موقع اُڑایا جاوے اور وہ پھر بھی ختم نہ ہو اس لیے اس کو سنبھال سنبھال کر ضرورت میں خرچ کرے تاکہ جلدی ختم ہونے سے پریشانی نہ ہو (شرح سنہ) آگے حلال مال حاصل کرنے کے ذریعوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا امانت والا تاجر (قیامت میں) پیغمبروں اور ولیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی ودارمی ودارقطنی)

فائدہ: اس میں حلال تجارت کی فضیلت ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائیے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

فضیلت تجارت وزراعت

عن مقدام بن معد یکوب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیه وان نبی الله داود علیه السلام کان یاکل من عمل یدیه

ترجمہ: مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے اچھا نہیں کھایا کہ اپنی دستکاری سے کھائے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر داوٗد علیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے (بخاری)

اور وہ دستکاری زرہ بنانا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اور اس سے حلال دستکاری کی فضیلت معلوم ہوئی۔ البتہ حرام دستکاری گناہ کی چیز ہے، جیسے جاندار کا فوٹو لینا یا تصویر بنانا، باجے بنانا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اور آپ نے بھی چرائی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں اہل مکہ کی بکریاں کچھ قیراطوں پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

فائدہ: قیراط دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے اور دینار ہمارے سکہ سے قریب پونے تین روپے کے ہوتا ہے تو قیراط دو پائی کم دو آنہ کا ہوا غالباً ہر بکری کی چرائی اتنی ٹھہر جاتی ہوگی اور اس سے ایسی مزدوری کی فضیلت معلوم ہوئی جس میں کئی شخصوں کا کام کیا جائے۔

عتبہ بن الندر رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو آٹھ یا دس برس کے لیے نوکر رکھ دیا تھا (حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرانے پر)۔ (احمد وابن ماجہ)

فائدہ: یہ قصہ قرآن مجید میں بھی ہے اس سے ایسی نوکری کی فضیلت ہوئی کہ جس میں ایک ہی شخص کا کام کیا جائے۔

حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین کو) کرایہ پر دینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اسکا کچھ حرج نہیں۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے جائز کرایہ کی آمدنی کی اجازت معلوم ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ کوئی درخت لگاوے یا کھیتی کرے پھر اس سے کوئی آدمی یا کوئی پرندہ یا کوئی مواشی کھاوے مگر اس شخص کے لیے وہ (بجائے) خیرات ہوتا ہے (یعنی خیرات کا ثواب ملتا ہے)۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس سے کھیتی کرنے کی اور اسی طرح درخت یا باغ لگانے کی کیسی فضیلت ثابت ہوتی ہے! تو یہ بھی آمدنی کا ایک پسندیدہ ذریعہ ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آیا آپ نے (اس کے گھر سے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ پانی پینے کا منگا کر اور اس کو نیلام کر کے اس کی قیمت میں سے کچھ اناج اور کلہاڑی خرید کر اس کو دے کر) فرمایا کہ جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچو پھر فرمایا یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ مانگنے کا کام قیامت کے دن تمہارے

چہرہ پر (ذلت کا) ایک داغ ہوکر ظاہر ہو۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حلال پیشہ کیسا ہی گھٹیا ہو۔ (بشرطیکہ دین کی ذلت نہ ہو جیسے مسلمان کسی کافر کی بہت ذلیل خدمت کرے ۱۲) اگر چہ گھاس ہی کھودنا ہو مانگنے سے اچھا ہے اگر چہ شان ہی بنا کر مانگا جاوے جیسے بہت لوگوں نے چندہ مانگنے کا پیشہ کر لیا ہے جس سے اپنی ذلت اور دوسروں پر گرانی ہوتی ہے البتہ اگر دینی کام کے لیے عام خطاب سے چندہ کی ضرورت ظاہر کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (حلال) پیشہ کرنے والے مومن سے محبت کرتا ہے۔ (طبرانی وبیہقی)

فائدہ: اس میں ہر حلال پیشہ آ گیا کسی حلال پیشہ کو ذلیل نہ سمجھنا چاہئے آگے اس کا ذکر ہے کہ اپنی تسلی کے لیے حلال مال کا ذخیرہ رکھنا بھی مصلحت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ (یہود) بنی نضیر کے اموال (مراد زمینیں ہیں جو بذریعہ فتح مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (خرچ کے) لیے مخصوص تھے آپ اس میں سے اپنی بیویوں کا خرچ ایک سال کا دے دیتے تھے اور جو بچتا اس کو ہتھیار اور گھوڑوں (یعنی جہاد کے سامان) میں لگا دیتے۔ (عین بخاری)

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری توبہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا اور اپنے کل مال کو اللہ ورسول کی نذر کر کے اس سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کچھ مال تھام لینا چاہیے یہ تمہارے لیے بہتر (اور مصلحت) ہے (اور وہ مصلحت یہی ہے کہ گذر کا سامان اپنے پاس ہونے سے پریشانی نہیں ہونے پاتی) میں نے عرض کیا تو میں اپنا وہ حصہ تھامے لیتا ہوں جو خیبر میں مجھ کو ملا ہے۔ (عین بخاری)

فائدہ: پہلی حدیث سے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بقدرِ ضرورت ذخیرہ رکھنا اور دوسری حدیث سے حضور کا اس کے لیے مشورہ دینا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایسے شخص سے نفرت رکھتا ہوں جو محض بیکار ہو نہ کسی دنیا کے کام میں ہو اور نہ آخرت کے کام میں ہو۔ (بیہقی وابن شیبہ)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے متعلق کوئی دینی کام نہ ہو اس کو چاہیے کہ معاش کے کسی جائز کام میں لگے بیکار عمر نہ گذارے، باقی دینی کام کرنے والوں کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ معاش کی فکر نہ کریں۔ یہاں تک آمدنی کا ذکر تھا آگے خرچ کا ذکر ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مال کے ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: ضائع کرنے کا مطلب بے موقع خرچ کرنا ہے جس کی کچھ تفصیل حدیث نمبر ایک کے ذیل میں مذکور ہے۔

حضرت انس وابوامامہ وحضرت ابن عباس وحضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے (مجموعاً ومرفوعاً) روایت ہے کہ بیچ کی چال چلنا (یعنی نہ کنجوسی کرے اور نہ فضول اُڑاوے بلکہ سوچ سمجھ کر اور سنبھال کر ہاتھ روک کر کفایت شعاری اور انتظام و اعتدال کے ساتھ ضرورت کے موقعوں میں صرف کرے تو اسطرح خرچ کرنا) آدھی کمائی ہے۔ جو شخص خرچ کرنے میں اسطرح بیچ کی چال چلے گا وہ محتاج نہیں ہوتا اور فضول اڑانے میں زیادہ مال بھی نہیں رہتا۔ (عین مقاصد از عسکری ودیلمی وغیرہا)

فائدہ: اس میں خرچ کے انتظام کا گر بتلا دیا گیا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ زیادہ تر پریشانی و بربادی کا سبب یہی ہے کہ خرچ کا انتظام نہیں رکھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو ہاتھ میں ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر قرض لینا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کے بُرے نتیجے بے شمار ہیں۔ جو کہ دنیا میں بھی دیکھے جاتے ہیں اور آخرت میں بھی، جیسا کہ:

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین کے بارے میں فرمایا (یعنی جو کسی کا مالی حق کسی کے ذمہ آتا ہو) قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص جہاد میں شہید ہو جاوے پھر زندہ ہو کر (دوبارہ) شہید ہو جاوے پھر زندہ ہو کر (سہ بارہ) شہید ہو جاوے اور اس کے ذمہ کسی کا دین آتا ہو وہ جنت میں نہ جاوے گا جب تک اس کا دین ادا نہ کیا جائے گا۔ (نسائی وطبرانی)

فائدہ: البتہ جو دین کسی ایسی ضرورت سے لیا کہ شرع کے نزدیک بھی وہ ضرورت ہے اور اس کے ادا کرنے کی دھن میں بھی لگا رہا اس کی اجازت ہے۔ (لاحادیث فی الترہیب من الدین من الترغیب)

ان سب حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ مال کا آمد وخرچ اگر شرع کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس میں کوئی بُرائی نہیں اور جہاں بُرائی آتی ہے وہ اس صورت میں ہے جب اس کا آمد وخرچ شرع کے خلاف ہو جیسے حدیثوں میں نکاح کرنے کی اور نسل بڑھانے کی تاکید بھی آئی ہے۔ (کمافی الروح الآتی) پھر بی بی اور اولاد کو دشمن بھی فرمایا ہے۔ (تغابن)

یعنی جب آخرت سے روکے (جلالین)۔ یہی حالت مال کی ہے۔

اسی لیے فتنہ ہونے میں بھی مال اور اولاد دونوں کا ساتھ ہی ذکر فرمایا (تغابن) یعنی جب آخرت سے غافل کرے (جلالین)۔ پس ان سب کی ایک حالت ہوئی۔ سو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں خوب برتو مگر غلام بن کر نہ کہ باغی بن کر۔ یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لی ہیں اور بعضی حدیثیں جو دوسری کتابوں سے لی ہیں ان کے نام کے ساتھ لفظ عین بڑھا دیا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

محتاج کون؟

عن ابن ابی نجیح رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مسکین مسکین رجل لیست له امراة قالوا وان کان کثیر المال قال وان کان کثیر المال مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج قالوا وان کانت کثیرة المال قال وان کانت کثیرة المال

ترجمہ: حضرت ابن نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج ہے محتاج ہے وہ مرد جس کی بی بی نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ بہت مال والا ہو (تب بھی وہ محتاج ہے؟) آپ نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والا ہو، (پھر فرمایا) محتاج ہے محتاج ہے وہ عورت جس کے خاوند نہ ہو لوگوں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ بہت مالدار ہو (تب بھی وہ محتاج ہے؟) آپ نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والی ہو۔ (رزین)

فائدہ: کیونکہ مال کا جو مقصود ہے یعنی راحت اور بے فکری نہ اس مرد کو نصیب ہے جس کی بی بی نہ ہو اور نہ اس عورت کو نصیب ہے جس کے خاوند نہ ہو۔ چنانچہ دیکھا بھی جاتا ہے اور نکاح میں بڑے بڑے فائدے ہیں دین کے بھی اور دنیا کے بھی چنانچہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانو! کی جماعت جو شخص تم میں گھرستی کا بوجھ اُٹھانے کی ہمت رکھتا ہو (یعنی بی بی کے حقوق ادا کرسکتا ہو) اس کو نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچی رکھنے والا ہے اور شرمگاہ کو بچانے والا ہے (یعنی حرام نگاہ سے اور حرام فعل سے آسانی کے ساتھ بچ سکتا ہے۔) (ستة الامالک)

فائدہ: اس کا دینی فائدہ ہونا ظاہر ہے اور دنیوی فائدہ ایک تو نمبر ا میں مذکور ہو چکا ہے اور کچھ آگے مذکور ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے لیے مال لاویں گی۔ (بزار)

فائدہ: یہ بات اسی وقت ہے جب میاں بی بی دونوں سمجھ دار اور ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں۔ سو ایسی حالت میں مرد تو یہ سمجھ کر کہ میرے ذمہ خرچ بڑھ گیا ہے، کمانے میں زیادہ کوشش کرے گا اور عورت گھر کا ایسا انتظام کرے گی جو مرد نہیں کر سکتا اور اس حالت میں راحت اور بے فکری لازم ہے اور مال کا یہی فائدہ ہے یہ مطلب ہوا مال لانے کا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کو دیکھے (دل) خوش ہو جاوے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو اس کو بجا لاوے اور اپنی ذات اور مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات کر کے اس کے خلاف نہ کرے۔ (نسائی)

فائدہ: خوشی اور فرمانبرداری اور موافقت کتنے بڑے فائدے ہیں!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سینہ میں چکی پینے سے اور پانی ڈھونے سے نشان پڑ گئے اور جھاڑو کی گرد اور چولھے کے دھوئیں سے کپڑے میلے ہو گئے، کہیں سے کچھ لونڈیاں آئی تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک لونڈی مانگی۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے پروردگار کا فرض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کا کام کرتی رہو۔ (بخاری و مسلم وابوداؤد و ترمذی)

فائدہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی کون ہو گی، جو گھر کا کام نہ کرے، تو گھر کا انتظام رہنا کتنا بڑا فائدہ ہے؟

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو (اگر وہ بیوہ ہے تو پہلے نکاح سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے اور اگر کنواری ہے تو اس کی تندرستی سے اور اس کے خاندان کی نکاح کی ہوئی عورتوں سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے) کیونکہ میں تمہاری کثرت سے اور اُمتوں پر فخر کروں گا (کہ میری اُمت اتنی زیادہ ہے)۔ (ابوداؤد و نسائی)

فائدہ: اولاد کا ہونا بھی کتنا بڑا فائدہ ہے؟ زندگی میں بھی کہ وہ سب سے بڑھ کر اپنے خدمت گذار و مددگار اور فرماں بردار اور خیر خواہ ہوتے ہیں (کما ہو مشاہد فی الاکثر) اور مرنے کے بعد اس کے لیے دعا بھی کرتے ہیں۔ (عین مشکوٰۃ باب العلم از مسلم) اور اگر آگے نسل چلی تو اس کے دینی راستہ پر چلنے والے مدتوں تک رہتے ہیں۔

اور قیامت میں بھی اس طرح کہ جو بچپن میں ہی مر گئے وہ اس کو بخشوائیں گے (کتاب الجنائز) اور جو بالغ ہو کر نیک ہوئے وہ بھی سفارش کریں۔ (روح سوم نمبر ٦ و ٧) اور سب سے بڑی بات یہ کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے جس سے دنیا میں بھی قوت بڑھتی ہے اور قیامت میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو کر فخر فرمائیں گے۔ سو نکاح نہ کرنا اتنے فائدوں کو برباد کرنا ہے۔ اور اگر کسی ملک میں شرع کے موافق باندی مل سکے تو ان فائدوں کے حاصل کرنے میں وہ بھی بجائے بی بی کے ہے۔ پس بدوں معقول عذر کے حلال عورت سے خالی رہنے کی بُرائی آئی ہے۔ چنانچہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عکاف بن بشیر تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا اے عکاف کیا تمہاری بی بی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا اور باندی بھی نہیں؟ عرض کیا باندی بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اور خیر سے تم مالدار بھی ہو، وہ بولے خیر سے میں مالدار بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اس حالت میں شیطان کے بھائی بھی ہو۔ اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے، ہمارا (یعنی اہل اسلام کا) طریقہ نکاح کرنا ہے (یا شرعی باندی رکھنا) تم میں سب سے بدتر مجرد لوگ ہیں۔ شیطان کے پاس کوئی ہتھیار جو نیک لوگوں میں پورا اثر کرنے والا ہو عورتوں سے بڑھ کر نہیں مگر جو لوگ نکاح کیے ہوئے ہیں وہ گندی باتوں سے پاک وصاف ہیں۔

فائدہ: یہ اس حالت میں ہے جب نفس میں عورت کا تقاضا ہو، سب جب حلال نہ ہوگی حرام کا ڈر ظاہر ہے اور یہ سب فائدے دین و دنیا کے جو ذکر کیے گئے پورے طور سے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب میاں بی بی میں محبت ہو اور محبت اس وقت ہوتی ہے جب ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ **یا اللہ!** ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہوجائے۔

عورتوں سے حسن سلوک

عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلثة لهم اجران. الی قوله ورجل کانت عنده امة یطاها نادبها فاحسن تادیبها وعلمها فاحسن تعلیمها ثم اعتقهافتزوجها فله اجران.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اس شخص کی فضیلت فرمائی جس کے پاس کوئی باندی تھی اس نے اس کو (دینی) ادب اور علم اچھی طرح سکھایا۔الخ (عین مشکوۃ از بخاری ومسلم)

فائدہ: ظاہر ہے کہ بی بی کا حق باندی سے زیادہ ہی ہے تو اس کو علم دین سکھلانے کی کیسی کچھ فضیلت ہوگی اور روح دوم نمبر۴ میں اس کا حکم قرآن سے مذکور ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے حق میں (تم کو) اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں، تم (اس کو) قبول کرو کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ سو اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق دے دینا ہے اور اگر اس کو اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو۔ (بخاری ومسلم وترمذی)

فائدہ: سیدھا کرنے کا یہ مطلب کہ ان سے کوئی بات بھی تمہاری طبیعت کے خلاف نہ ہو سو اس کوشش میں کامیابی نہ ہو گی، انجام کار طلاق کی نوبت آئے گی۔ اس لیے معمولی باتوں میں درگذر کرنا چاہیے۔ نیز زیادہ سختی یا بے پروائی کرنے سے کبھی عورت کے دل میں شیطان دین کے خلاف باتیں پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری بی بی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ہے کہ جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ اور جب کپڑا پہنو اس کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو (یعنی قصور پر بھی منہ پر مت مارو، اور بے قصور مارنا تو سب جگہ بُرا ہے) اور نہ اس کو بُرا کو سنا دو اور نہ اس سے ملنا جلنا چھوڑو مگر گھر کے اندر اندر رہ کر (یعنی روٹھ کر گھر سے باہر مت جاؤ)۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی بی بی کو غلام کی سی مار نہ دے پھر شاید دن کے ختم ہونے پر اس سے ہم بستری کرنے لگے۔ (بخاری ومسلم وترمذی)

فائدہ: یعنی پھر کیسے آنکھیں ملیں گی۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں اتنے میں حضرت ابن اُم مکتوم (نابینا) رضی اللہ عنہ آئے اور یہ واقعہ ہم کو پردہ کا حکم ہونے کے بعد کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں ان سے پردے میں جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کیا وہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟ (ترمذی وابوداؤد)

فائدہ: یہ بھی بی بی کا حق ہے کہ اس کو نامحرم سے ایسا گہرا پردہ کروائے کہ نہ یہ اُس کو دیکھے نہ وہ اس کو دیکھے اور اس میں بی بی کے دین کی بھی حفاظت ہے کہ بے پردگی کی خرابیوں سے بچی رہے گی اور اس کی دنیا کی بھی حفاظت ہے۔ اس لیے کہ تجربہ ہے کہ کسی سے جس قدر زیادہ خصوصیت ہوتی ہے اسی قدر اس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور جتنی کوئی چیز عام ہوتی ہے اس سے کم تعلق ہوتا ہے اور پردہ میں یہ خصوصیت ظاہر ہے اس لیے تعلق بھی زیادہ ہوگا اور جتنا تعلق بی بی سے زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا حق زیادہ ادا ہوگا تو پردہ میں بی بی کا دنیا کا نفع بھی زیادہ ہوا۔ آگے خاوند کا حق مذکور ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بی بی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس سے کتنا بڑا حق شوہر کا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گی۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی صرف نماز روزہ کر کے یوں نہ سمجھ بیٹھے کہ میں نے اللہ کا حق ادا کر دیا وہ حق بھی پورا ادا نہیں ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کی نماز اس کے سر سے آگے نہیں بڑھتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) جو اپنے خاوند کی نافرمانی کرے جب تک وہ اس سے باز نہ آ جاوے۔ (اوسط وصغیر و طبرانی)۔ یہاں تک نکاح کی تاکید اور حقوق کا مضمون ہو چکا البتہ اگر نکاح سے روکنے والا کوئی قوی عذر ہو تو اس حالت میں نہ مرد کے لیے نکاح ضروری رہتا ہے نہ عورت کے لیے۔ اگلی حدیثوں میں بعضے عذروں کا بیان ہے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ میری بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ آپ نے اس لڑکی سے فرمایا (نکاح کے بارہ میں) اپنے باپ کا کہنا مان لے۔ اس نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا ، میں نکاح نہ کروں گی جب تک آپ مجھے یہ نہ بتلا دیں کہ خاوند کا حق بی بی کے ذمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (اس میں بعضے بڑے حقوق کا ذکر ہے)۔ اس نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا دین کر بھیجا میں کبھی نکاح نہ کروں گی۔ آپ نے فرمایا عورتوں کا نکاح (جب وہ شرعاً باختیار ہوں) بدوں ان کی اجازت کے مت کرو۔ (بزار)

فائدہ: اس کا عذر یہ تھا کہ اسکو امید نہ تھی کہ خاوند کا حق ادا کر سکوں گی ، آپ نے اسکو مجبور نہیں فرمایا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ عورت جس کے رخسار (محنت مشقت سے) بدرنگ ہو گئے ہوں قیامت کے دن اس طرح ہوں گے جیسے بیچ کی اُنگلی اور شہادت کی اُنگلی۔ یعنی ایسی عورت جو اپنے خاوند سے بیوہ ہو گئی ہو اور شان وشوکت والی اور حسن و جمال والی ہے (جس کے طالب نکاح بہت سے ہو سکتے ہیں مگر) اس نے اپنے کو یتیموں (کی خدمت) کے لیے مقید کر دیا یہاں تک کہ (سیانے ہو کر) جدا ہو گئے یا مر گئے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے جب عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ دوسرا نکاح کرنے سے بچے برباد ہو جائیں گے۔ پہلی حدیث میں پہلے نکاح کا اور دوسری حدیث میں دوسرے نکاح کا عذر ہے۔ یہ عذر عورت کے لیے تھے آگے مردوں کے عذر کا ذکر ہے۔

حضرت یحییٰ بن واقد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک سو اسی سنہ ہو (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پونے دوسو برس کے قریب گذر جاویں جس میں فتنوں کی کثرت ہوگی اور بعضی روایت میں دوسو برس آئے ہیں۔ (کمافی عین تخریج العراقی علی الاحیاء ابی یعلی والخطابی) سو ایسی کسر کو شمار کرنے سے دونوں کا ایک ہی مطلب ہوا) میں (اس وقت) اپنی اُمت کے لیے مجرد رہنے کی اور تعلقات چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ (رزین)

فائدہ: اس کا مفصل مطلب آگے آتا ہے۔

حضرت ابن مسعود وابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بیوی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی کہ یہ لوگ اس شخص کو ناداری سے عار دلائیں گے اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جس کو یہ اُٹھا نہیں سکے گا۔ سو یہ ایسے کاموں میں گھس جاوے گا جس میں اس کا دین جاتا رہے گا پھر یہ برباد ہو جائے گا۔ (عین تخریج مذکور از خطابی وبیہقی)

فائدہ: حاصل اس عذر کا ظاہر ہے کہ جب دین کے ضرر کا قوی اندیشہ ہو اور بعضے آدمی جو کم ہمتی سے نکاح نہیں کرتے اور پرائے ٹکڑوں پر پڑے رہتے ہیں، ان کی نسبت یہ حدیث آئی ہے۔

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ آدمی دوزخی ہیں (ان میں سے) ایک وہ کم ہمت ہے جس کو (دین کی) عقل نہیں جو لوگ تم میں طفیلی بن کر رہتے ہیں نہ اہل وعیال رکھتے ہیں نہ مال رکھتے ہیں۔ (مسلم)

اور بیویوں کی طرح اولاد کے بھی حقوق ہیں جن کا حکم بھی ہے اور انکے ادا کرنے سے یہ بھی زیادہ امید ہے کہ وہ زیادہ خدمت کریں گے، ان میں سے دینی حقوق کا ذکر روح دوم کی نمبر ۴ و ۶ و ۷ میں اور روح سوم نمبر ۶ و ۷ میں ہو چکا ہے اور ان کا دنیوی حق یہ ہے کہ جن چیزوں سے دنیا کا نفع اور آرام ملتا ہے وہ بھی سکھلاوے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر چلانا سکھلاؤ اور عورتوں کو کاتنا سکھلاؤ۔ (عین مقاصد از بیہقی)

فائدہ: ان تین کا نام مثال کے طور پر ہے مراد سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔ یہ سب حدیثیں جمع الفوائد سے لی گئیں اور بعض حدیثیں جو دوسری کتابوں سے لی گئی ہیں ان کے نام کے ساتھ عین بڑھا دیا گیا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے، ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

زھد اور فکر آخرت

عن المستور دبن شداد رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول وما الدنیا والاٰخرة الا مثل ما یجعل احدکم اصبعه فی الیم فلینظر بم یرجع.

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم دنیا کی نسبت بمقابلہ آخرت کے صرف ایسی ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کتنا پانی لے کر واپس آتی ہے؟ اس پانی کو جو نسبت دریا سے ہے وہ نسبت دنیا کو آخرت سے ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کن کٹے مرے ہوئے بکری کے بچے پر گذر ہوا آپ نے فرمایا تم میں کون پسند کرتا ہے کہ یہ (مردہ بچہ) اس کو ایک درہم کے بدلے مل جاوے؟ لوگوں نے عرض کیا (درہم تو بڑی چیز ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ ہم کو کسی ادنیٰ چیز کے بدلے بھی مل جاوے آپ نے فرمایا قسم اللہ کی دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پینے کو نہ دیتا۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کا ضرر کرے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کا ضرر کرے گا سو تم باقی رہنے والی چیز کو (یعنی آخرت کو) فانی ہونے والی چیز پر (یعنی دنیا پر) ترجیح دو۔ (احمد وبیہقی)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ نہ کریں جتنا انسان کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کرتی ہے۔ (ترمذی ودارمی)

فائدہ: یعنی ایسی محبت کہ اس میں دین کے تباہ ہونے کی بھی پرواہ نہ رہے اور یہ بڑائی چاہنا دنیا کا ایک بڑا حصہ ہے خواہ دینی سرداری ہو جیسے استاد یا پیر یا واعظ بن کر اپنی تعظیم وخدمت چاہتا ہو۔ خواہ دنیوی سرداری ہو جیسے رئیس یا حاکم یا صدر انجمن وغیرہ بن کر اپنی شان وشوکت یا حکومت چاہتا ہو، قرآن مجید میں بھی اس کی بُرائی آئی ہے۔ چنانچہ:

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ عالمِ آخرت ہم ان لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ تو (نفس کے لیے) بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد یعنی گناہ اور ظلم کرنا چاہتے ہیں۔ (قصص، آیت ۸۳)

البتہ اگر بے چاہے اللہ تعالیٰ کسی کو بڑائی دیدے اور وہ اس بڑائی سے دین میں کام لے وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ جیسا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت میں فرماوے گا کیا میں نے تجھ کو سرداری نہ دی تھی۔ (مسلم)

اس سے بڑائی کا نعمت ہونا ظاہر ہے اور جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وجاہت والا فرمایا۔ (احزاب۔ آیت ۶۹)

اور جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں وجاہت والا فرمایا۔ (آل عمران آیت ۴۵)

یہاں تک کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو سلطنت تک عطا فرمائی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے۔ (ص وغیرہا) بلکہ دین کی خدمت کے لیے خود سرداری کی خواہش کرنا بھی مضائقہ نہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے ملکی خزانوں پر باختیار ہونے کی خود خواہش کی۔ (یوسف۔ آیت ۵۵)۔

لیکن باوجود جائز ہونے کے پھر بھی اس میں خطرہ ہے۔ چنانچہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص دس آدمیوں پر بھی حکومت رکھتا ہو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں حاضر کیا جائے گا کہ اس کی مشکیں کسی ہوں گی یہاں تک کہ یا تو اس کا انصاف (جو دنیا میں کیا ہوگا) اس کی مشکیں کھلوا دے گا اور یا بے انصافی (جو اس نے دنیا میں کی ہوگی) اس کو ہلاکت میں ڈال دے گی۔ (دارمی)

فائدہ: اس کا خطرہ ہونا ظاہر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، پھر اُٹھے تو آپ کے بدن مبارک میں چٹائی کا نشان ہو گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے لیے بستر بچھا دیں اور (بستر) بنا دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی سوار (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اُس کو چھوڑ کر آگے چل دے۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس شخص کا مال ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور اس کو (حدِ ضرورت سے زیادہ) وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ (احمد وبیہقی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (اپنے خطبہ میں یہ بھی فرماتے تھے کہ) دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (رزین بیہقی عن الحسن مرسلاً)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا ہے جو سفر کرتی ہوئی جا رہی ہے اور یہ آخرت ہے جو سفر کرتی ہوئی آ رہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے کچھ فرزند ہیں سو اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے فرزندوں میں نہ بنو تو ایسا کرو کیونکہ تم آج دار العمل میں ہو اور یہاں حساب نہیں ہے اور تم کل کو آخرت میں ہوگے اور وہاں عمل نہ ہوگا۔ (بیہقی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

فکر آخرت

عن ابن مسعود قال تلا رسول الله صلی الله علیه وسلم فمن یردد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان النور اذا دخل الصدر انفسخ فقیل یا رسول الله هل لتلک من علم یعرف به قال نعم التجافی من دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے پھر آپ نے فرمایا جب نور سینہ میں داخل ہوتا ہے وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے (اس نور کی) پہچان ہو جاوے؟ آپ نے فرمایا ہاں دھوکہ کے گھر سے (یعنی دنیا سے) کنارہ کشی اور ہمیشہ رہنے کے گھر کی طرف (یعنی آخرت کی طرف) توجہ ہو جانا اور موت کے لیے اس کے آنے سے پہلے تیار ہو جانا۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سے یاد کیا کرو لذتوں کی قطع کرنے والی چیز کو یعنی موت کو۔ (ترمذی ونسائی وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت تحفہ ہے مومن کا۔ (بیہقی)

فائدہ: سو تحفہ سے خوش ہونا چاہیے اور اگر کوئی عذاب سے ڈرتا ہو تو اس سے بچنے کی تدبیر کرے، یعنی اللہ ورسول کے احکام کو بجالاوے، کوتاہی پر توبہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں شانے پکڑے پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہ جیسے گویا تو پردیسی ہے (جس کا قیام پردیس میں عارضی ہوتا ہے اس لیے اس سے دل نہیں لگاتا) یا (بلکہ ایسی طرح رہ جیسے گویا تو) راستہ میں چلا جارہا ہے (جس کا بالکل ہی قیام نہیں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب شام کا وقت آوے تو صبح کے وقت کا انتظار مت کر اور جب صبح کا وقت آوے، تو شام کے وقت کا انتظار مت کر۔ (بخاری)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن دنیا سے آخرت کو جانے لگتا ہے تو اس کے پاس سفید چہرہ والے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جانِ پاک اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل، پھر جب اس کو لے لیتے ہیں تو وہ فرشتے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور اس کو اس کفن اور اس خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے مشک کی سی خوشبو مہکتی ہے اور اس کو لے کر (اوپر) چڑھتے ہیں اور (زمین پر رہنے والے) فرشتوں کی جس جماعت پر گذر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کون ہے؟ یہ فرشتے اچھے اچھے القاب سے اس کا نام بتلاتے ہیں کہ یہ فلانا فلانے کا بیٹا ہے، پھر آسمان دنیا تک اس کو پہنچاتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اپنے

قریب والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کا اعمال نامہ علّیین میں لکھو اور اس کو (سوال وجواب کے لیے) زمین کی طرف لے جاؤ سو اس کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے (مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا میں تھی بلکہ اس عالم کے مناسب جس کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر کہتے ہیں یہ کون شخص ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ایک پکارنے والا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آسمان سے پکارتا ہے میرے بندہ نے صحیح صحیح جواب دیا۔ اسکے لیے جنت کا فرش کردو اور اسکو جنت کی پوشاک پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو سو اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے۔ اس کے بعد اسی حدیث میں کافر کا حال بیان کیا گیا جو بالکل اس کی ضد ہے۔ (احمد)

فائدہ: اس کے بعد یہ واقعات ہوں گے۔

الف: صور پھونکا جاوے گا۔

ب: سب مردے زندہ ہوں گے۔

ج: میدان محشر کی بڑی بڑی ہولیں ہوں گی۔

د: حساب کتاب ہوگا۔

ہ: اعمال تولے جائیں گے کسی کا حق رہ گیا ہوگا اس کو نیکیاں دلائی جائیں گی۔

و: خوش قسمتوں کو حوضِ کوثر کا پانی ملے گا۔

ز: پل صراط پر چلنا ہوگا۔

ح: بعضے گناہوں کی سزا کے لیے جہنم میں عذاب ہوگا۔

ط: ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔

ی: جنتی جنت میں جاویں گے وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ان سب واقعات کی تفصیل اکثر مسلمانوں کے کان میں بار ہا پڑی ہے اور جس نے نہ سنا ہو یا پھر معلوم کرنا ہے شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیامت نامہ اُردو پڑھ لے۔ ان سب باتوں کو سوچا کرے اگر سوچنے کا زیادہ وقت نہ ملے تو سوتے ہی وقت ذرا اچھی طرح سوچ لیا کرے۔

اس سے دین میں پختگی اور دل میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور یہ بات اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ ہمیشہ یوں سوچا کرے کہ دنیا ایک ادنیٰ درجہ کی چیز اور پھر ختم ہونے والی ہے خاص کر اپنی عمر تو بہت ہی جلد گذر جائے گی اور آخرت ایک شاندار چیز اور آنے والی ہے جس میں موت تو بہت ہی جلد آ کھڑی ہوگی پھر لگا تار یہ واقعات ہونا شروع ہو جائیں گے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

گناہوں سے بچنا

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم ان العبد اذا اخطأ خطيئة نكت فی قلبه نكتة سوداءُ فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل فی قلبه وان عاد زيدت حتی يعلوا قلبه وهو الران الذی ذكر اللهُ كلا بل ران علی قلوبهم ما كانوا يكسبون.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ ہو جاتا ہے پھر اگر توبہ واستغفار کر لیا تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر (گناہ میں) زیادتی کی تو وہ (سیاہ دھبہ) اور زیادہ ہو جاتا ہے سو یہی ہے وہ زنگ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فرمایا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں (جیسا وہ لوگ سمجھتے ہیں) بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو گناہ سے بچانا کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا ہے۔ (احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تمہاری بیماری اور دوا نہ بتلا دوں، سن لو کہ تمہاری بیماری گناہ ہیں اور تمہاری دوا استغفار ہے۔ (عین ترغیب از بیہقی والاشبہ انہ قول قتادۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دلوں میں ایک قسم کا زنگ لگ جاتا ہے (یعنی گناہوں سے) اور اس کی صفائی استغفار ہے۔ (بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از مسند احمد غالباً)

فائدہ: ظاہر میں بھی محروم ہو جانا تو کبھی ہوتا ہے اور رزق کی برکت سے محروم ہو جانا ہمیشہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، پانچ چیزیں ہیں میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ، جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گی، اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جاوے گا ان سے بارانِ رحمت۔ اگر بہائم بھی نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرما دے گا اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو غیر قوم سے پس بجبر لے لیں گے وہ ان کے اموال کو۔ (عین جزاء الاعمال از ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی قوم میں خیانت ظاہر ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلہ کرنے لگی ان پر دشمن مسلط کر دیا گیا۔ (مالک)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب زمانہ آ رہا ہے کہ کفار کی تمام جماعتیں تمہارے مقابلہ میں ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کھانے والے اپنے خوان کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ ایک کہنے والے نے عرض کیا اور ہم اس روز (کیا) شمار میں کم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ تم اس روز بہت ہو گے لیکن تم کوڑہ (اور ناکارہ) ہو گے جیسے رَو میں کوڑا آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ یہ کمزوری کیا چیز ہے (یعنی اس کا سبب کیا ہے؟) آپ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد و بیہقی)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں سے (گناہوں کا) انتقام لینا چاہتا ہے بچے بکثرت مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں۔ (عین جزاء الاعمال از ابن ابی الدنیا)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں بادشاہوں کا مالک ہوں بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے (بادشاہوں کے) دلوں کو ان پر رحمت اور شفقت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان بادشاہوں کے دلوں کو غضب اور عقوبت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں پھر وہ ان کو سخت عذاب کی تکلیف دیتے ہیں۔ (آہ مختصراً) (ابونعیم)

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی غضبناک ہوتا ہوں اور لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر سات پشت تک پہنچتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از احمد)

فائدہ: یہ مطلب نہیں کہ سات پشت پر لعنت ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسکے نیک ہونے سے جو اولاد کو برکت ملتی وہ نہ ملے گی۔

حضرت وکیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی بے حکمی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود ہجو کرنے لگتا ہے۔ (عین جزاء الاعمال از احمد)

فائدہ: ان حدیثوں میں زیادہ تر مطلق گناہ کی خرابیاں مذکور ہیں، اب بعض بعض گناہوں کی خاص خاص خرابیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں (یعنی بعضی باتوں میں)۔ (مسلم)

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

بڑے گناہ

عن ابی موسی مرفوعا ان اعظم الذنوب عند الله ان یلقاه بها بعد الکبائر اللتی نهی عنها ان یموت رجل وعلیه دین لا یدع له قضاء.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کبائر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص مر جاوے اور اس پر دین (یعنی کسی کا حق مالی) ہو اور اس کے ادا کرنے کے لیے کچھ نہ چھوڑ جاوے۔ (اھ مختصراً احمد وابوداؤد)

گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں سزا بھی نہ ہوتی تب بھی یہ سوچ کر اس سے بچنا ضروری تھا کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو جاتی ہے اگر دنیا میں کوئی اپنے ساتھ احسان کرتا ہو اس کے ناراض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات تو بندہ کے ساتھ بے شمار ہیں۔ اس کے ناراض کرنے کی کیسے ہمت ہوتی ہے اور اب تو سزا کا بھی ڈر ہے خواہ دنیا میں بھی سزا ہو جاوے یا صرف آخرت میں،

چنانچہ دنیا میں ایک سزا یہ بھی ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے کہ اس شخص کو دنیا سے رغبت اور آخرت سے وحشت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے جیسا روح بست وکیم کے شروع مضمون سے بھی یہ صاف سمجھا جاتا ہے

تو اس حالت میں تو گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہیے خواہ دل کے گناہ ہوں خواہ ہاتھ پاؤں کے، خواہ زبان کے۔

پھر خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں خواہ بندوں کے ہوں اور یہ سزا تو سب گناہوں میں مشترک ہے اور بعض بعض گناہوں میں خاص خاص سزائیں بھی آئی ہیں۔

حضرت ابی حرۃ رقاشی رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو ظلم مت کرنا۔ سنو کسی کا مال حلال نہیں بدوں اس کی خوش دلی کے۔ (بیہقی ودارمی)

فائدہ: اس میں جیسے کھلم کھلا کسی کا حق چھین لینا یا مار لینا آ گیا۔ جیسے کسی کا قرض یا میراث کا حصہ وغیرہ دبا لینا، ایسے ہی جو چندہ دباؤ سے یا شرم ولحاظ سے لیا جاتا ہے وہ بھی آ گیا۔

حضرت سالم اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی کی) زمین سے بدوں حق کے ذرا سی بھی لے لے (احمد کی ایک حدیث میں ایک بالشت آیا ہے) اسکو قیامت کے روز ساتوں زمین میں دھنسا دیا جاوے گا۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے پر (ابوداؤد وابن ماجہ وترمذی) اور ثوبان کی روایت میں یہ بھی زیادہ ہے اور (لعنت فرمائی ہے) اس شخص پر جو ان دونوں کے بیچ میں معاملہ ٹھہرانے والا ہو۔ (احمد وبیہقی)

فائدہ: البتہ جہاں بدوں رشوت دیئے ظالم کے ظلم سے نہ بچ سکے وہاں دینا جائز ہے مگر لینا وہاں بھی حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: شراب میں سب نشہ کی چیزیں آ گئیں اور جوئے

میں بیمہ ولاٹری وغیرہ سب آ گئی۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سب چیزوں سے منع فرمایا ہے جو نشہ لاوے (یعنی عقل میں فتور لاوے) یا جو حواس میں فتور لاوے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اسمیں افیون بھی آ گئی اور بعضے حقے بھی آ گئے جن سے دماغ یا ہاتھ پاؤں بے کار ہو جاویں۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو میرے رب نے حکم دیا ہے باجوں کے مٹانے کا جو ہاتھ سے بجائے جاویں اور جو منہ سے بجائے جاویں۔ (احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں آنکھوں کا زنا (شہوت سے) نگاہ کرنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا (شہوت سے) باتیں سننا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) باتیں کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا (شہوت سے کسی کا ہاتھ وغیرہ) پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (شہوت سے) قدم اُٹھا (کر جانا) ہے اور قلب کا (زنا یہ ہے کہ وہ خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے۔ (مسلم)

فائدہ: اور لڑکوں کے ساتھ ایسی باتیں یا ایسے کام کرنا اس سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے اور اس حدیث کے ساتھ اس سے پہلی حدیث کو ملا کر دیکھنا چاہیے کہ ناچ رنگ میں کتنے گناہ جمع ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ (کی نافرمانی کر کے ان) کو تکلیف دینا اور بے خطا جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں بجائے اس کے جھوٹی گواہی دینا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) یہ چیزیں بھی ہیں۔ یتیم کا مال کھانا اور (جنگجو کافر کی) جنگ کے وقت (جب شرع کے موافق جنگ ہو) بھاگ جانا اور پارسا ایمان والی بیبیوں کو جن کو ایسی بُری باتوں کی خبر بھی نہیں تہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) یہ چیزیں بھی ہیں۔ زنا کرنا، چوری کرنا، ڈکیتی کرنا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جس میں وہ چاروں ہیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے گا (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب اس کو امانت دی جائے خواہ مال ہو یا کوئی بات ہو، وہ خیانت کرے اور جب بات کہے جھوٹ بولے، اور جب عہد کرے اس کو توڑ ڈالے اور جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں دینے لگے۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب وعدہ کرے خلاف کرے۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی حکم ارشاد فرمائے ان میں یہ بھی ہے کہ کسی بے خطا کو کسی حاکم کے پاس مت لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کرے (یا اس پر کوئی ظلم کرے) اور جادو مت کرو۔ (ترمذی و ابوداؤد و نسائی)

اور ان گناہوں پر عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ حقارت سے کسی کو ہنسنا، کسی پر طعن کرنا، بُرے لقب سے پکارنا، بدگمانی کرنا، کسی کا عیب تلاش کرنا، غیبت کرنا، بلا وجہ بُرا بھلا کہنا چغلی کھانا، دو رویہ ہونا، یعنی اس کے منہ پر ایسا، اُس کے منہ پر ویسا، تہمت لگانا، دھوکا دینا، عار دلانا، کسی کے نقصان پر خوش ہونا، تکبر و فخر کرنا، ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا، کسی کے مال کا

نقصان کرنا، کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا، چھوٹوں پر رحم نہ کرنا، بڑوں کی عزت نہ کرنا، بھوکوں ننگوں کی حیثیت کے موافق خدمت نہ کرنا، کسی دنیوی رنج سے بولنا چھوڑ دینا، جاندار کی تصور بنانا، زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا، ہٹے کٹے کو بھیک مانگنا، ان امور کے متعلق آیتیں اور حدیثیں روح نہم ونوز دہم میں گذر چکی ہیں، ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا کافروں کا یا فاسقوں کا لباس پہننا، عورتوں کے لیے مردانہ وضع بنانا جیسے مردانہ جوتا پہننا، ان کا بیان روح بست وپنجم میں آوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور بہت سے گناہ ہیں نمونہ کے طور پر لکھ دیئے سب سے بچنا چاہیے اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان سے توبہ کرتا رہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہ تھا۔ (بیہقی مرفوعاً وشرح السنہ موقوفاً) البتہ حقوق العباد میں توبہ کی یہ بھی شرط ہے کہ اہل حقوق سے بھی معاف کرائے۔ چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے ذمہ اس کے بھائی (مسلمان) کا کوئی حق ہو آبرو کا یا کسی چیز کا اس کو آج معاف کرا لینا چاہیے اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔ (بخاری) (مراد قیامت کا دن ہے) بقیہ

اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے لیا جاوے گا (اور صاحب حق کو دے دیا جاوے گا) اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو دوسرے کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ (عین جمع الفوائد از مسلم وترمذی)

دُعا کیجئے

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ

النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ

جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے والے کو مرنے سے پہلے جنت میں اُس کا ٹھکانہ دِکھا دیا جائے گا۔

فضائل صبر وشکر

عن ابی سعید رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکة یشاکها الا کفر اللہ بها من خطایاهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ وحضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو کوئی مصیبت یا کوئی مرض یا کوئی فکر یا کوئی رنج یا کوئی تکلیف یا کوئی مصیبت یا کوئی غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا جو چُبھ جاوے مگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

انسان کو جو حالتیں پیش آتی ہیں خواہ اختیار ہوں خواہ غیر اختیاری، وہ دوطرح کی ہوتی ہیں یا تو طبیعت کے موافق ہوتی ہیں، ایسی حالت کو دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی حیثیت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا گناہوں میں استعمال نہ کرنا یہ شکر ہے اور یا وہ حالتیں طبیعت کے موافق نہیں ہوتیں بلکہ نفس کو ان سے گرانی اور ناگواری ہوتی ہے ایسی حالت کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں میری کوئی مصلحت رکھی ہے اور شکایت نہ کرنا اور اگر وہ کوئی حکم ہے تو اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اگر وہ کوئی مصیبت ہے تو مضبوطی سے اس کی سہار کرنا اور پریشان نہ ہونا یہ صبر ہے اور چونکہ صبر زیادہ مشکل ہے اس لیے اس کا بیان شکر سے پہلے بھی کرتا ہوں اور زیادہ بھی کرتا ہوں۔ اول اس کے کثرت سے پیش آنے والے موقعے بطور مثال کے بتلاتا ہوں پھر اس کے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں۔ وہ مثالیں یہ ہیں مثلاً نفس دین کے کاموں سے گھبراتا ہے اور بھاگتا ہے یا گناہ کے کاموں کا تقاضا کرتا ہے خواہ نماز روزہ سے جی چراتا ہے یا حرام آمدنی کو چھوڑنے سے یا کسی کا حق دینے سے ہچکچاتا ہے، ایسے وقت ہمت کر کے دین کے کام کو بجالاوے اور گناہ سے رُکے اگرچہ دونوں جگہ کسی قدر تکلیف ہی ہو۔ کیونکہ بہت جلدی اس تکلیف سے زیادہ آرام اور مزہ دیکھے گا اور مثلاً اس پر کوئی مصیبت پڑگئی خواہ فقر وفاقہ کی، خواہ بیماری کی، خواہ کسی کے مرنے کی، خواہ کسی دشمن کے ستانے کی، خواہ مال کے نقصان ہو جانے کی، ایسے وقت میں مصیبت کی مصلحتوں کو یاد کرے اور سب سے بڑی مصلحت ثواب ہے جس کا مصیبت پر وعدہ کیا گیا ہے اور اس مصیبت کا بلاضرورت اظہار نہ کرے اور دل میں ہر وقت اس کی سوچ بچار نہ کرے اس سے ایک خاص سکون پیدا ہو جاتا ہے البتہ اگر اس مصیبت کی کوئی تدبیر ہو جیسے حلال مال کا حاصل کرنا یا بیماری کا علاج کرنا یا کسی صاحب قدرت سے مدد لینا یا شریعت سے تحقیق کر کے بدلہ لے لینا یا دعا کرنا اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور مثلاً دین کے کام میں کوئی ظالم روک ٹوک کرے یا دین کو ذلیل کرے، وہاں جان کو جان نہ سمجھے مگر قانون عقلی اور قانونِ شرعی کے خلاف نہ کرے۔ یہ صبر کی ضروری مثالیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو طاعون واقع ہونے کے وقت اپنی بستی میں صبر کیے ہوئے ثواب کی نیت کیے ہوئے ٹھہرا رہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے (تقدیر میں) لکھ دیا ہے مگر ایسے شخص کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (بخاری) اگرچہ مرے نہیں اور مرنے میں بڑے درجہ کی شہادت ہے۔ (مسلم وغیرہ)

فائدہ: لیکن گھر بدلنا یا محلّہ بدلنا یا اسی بستی کے جنگل میں چلا جانا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بیماروں اور مُردوں کے حقوق ادا کرتا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندہ کو اس کی دو پیاری چیزوں (کی مصیبت) میں مبتلا کردوں اس سے مراد دو آنکھیں ہیں جیسا راوی نے یہی تفسیر اسی حدیث میں کی ہے یعنی اس کی آنکھیں جاتی رہیں) پھر وہ صبر کرے، میں ان دونوں کے عوض میں اس کو جنت دوں گا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے مؤمن بندہ کیلئے جب کہ میں دنیا میں رہنے والوں میں سے اسکے کسی پیارے کی جان لے لوں پھر وہ اس کو ثواب سمجھے (اور صبر کرے تو ایسے شخص کیلئے) میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔ (بخاری)

فائدہ: وہ پیارا خواہ اولاد ہو یا بی بی ہو یا شوہر ہو یا اور کوئی رشتہ دار ہو یا دوست ہو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندہ کا بچہ مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندہ کے بچہ کی جان لے لی، وہ کہتے ہیں ہاں، پھر فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں آپ کی حمد (وثناء) کی اور انا للہ وانا الیہ رجعون کہا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (احمد و ترمذی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر ہنستا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور ان کی حالت پر خوش ہوتا ہے (ان تین میں) ایک وہ (بھی) ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جان دینے کو تیار ہو گیا (جہاں اس کی شرطیں پائی جاویں) پھر خواہ جان جاتی رہی اور خواہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غالب کر دیا اور اس کی طرف سے کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندہ کو دیکھو میرے لیے کس طرح اپنی جان کو صابر بنا دیا۔ (اھ مختصراً عین ترغیب از طبرانی)۔ یہ صبر کا بیان ہو چکا اب کچھ شکر کا بیان کرتا ہوں اور یہ شکر جس طرح خود اپنی ذات میں بھی ایک عبادت ہے اسی طرح اس میں ایک یہ بھی خاصیت ہے کہ اس سے ایک دوسری عبادت یعنی صبر آسان ہو جاتا ہے عقلی طور سے بھی اور طبی طور سے بھی۔ عقلی طور سے تو اس طرح کہ جب اللہ کی نعمتوں کے سوچنے کی اور ان پر خوش ہونے کی (جو کہ شکر میں لازم ہے) عادت پختہ ہو جائے گی تو مصیبت وغیرہ کے وقت یہ بھی سوچے گا کہ جس ذات پاک کے اتنے احسانات ہوتے رہتے ہیں اگر اس کی طرف سے کوئی تکلیف بھی پیش آ گئی اور وہ بھی ہماری ہی مصلحت اور ثواب کے لیے (جیسا اوپر حدیثوں سے معلوم ہوا) تو اس کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیے، جیسے دنیا میں اپنے محسنوں کی سختیاں خوشی سے گوارا کر لی جاتی ہیں۔ خاص کر جب بعد میں انعام بھی ملتا ہو اور طبعی طور پر اس طرح کہ نعمتوں کے سوچنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہو جائے گی اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کی سختی ناگوار نہیں ہوتی جیسا دنیا میں عاشق کو اپنے معشوق کی سختیوں میں خاص لطف آتا ہے۔ آگے اس شکر کے متعلق آیتیں اور حدیثیں آتی ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یاد کرو میں تم کو (رحمت سے) یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ (بقرہ۔ آیت ۱۵۲)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم بہت جلد جزا دیں گے شکر کرنے والوں کو۔ (آل عمران، آیت ۱۴۵)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر کرو گے میں تم کو زیادہ نعمت دوں گا (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا

سخت ہے (ناشکری میں اس کا احتمال ہے)۔ (ابراہیم، آیت ۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل گئیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیں مل گئیں، دل شکر کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور بدن جو بلا پر صابر ہو اور بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اسے خیانت نہیں کرنا چاہتی۔ (بیہقی)

خلاصہ: کوئی وقت خالی نہیں کہ انسان پر کوئی نہ کوئی حالت نہ ہوتی ہو، خواہ طبیعت کے موافق خواہ طبیعت کے خلاف اول حالت پر شکر کا حکم ہے، دوسری حالت پر صبر کا حکم ہے، تو صبر و شکر ہر وقت کے کرنے کے کام ہوئے۔

مسلمانو! اس کو نہ بھولنا، پھر دیکھنا ہر وقت کیسی لذت و راحت میں رہو گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیزیں نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وضو کا کامل کرنا ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے) اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (مسلم و ترمذی)

فائدہ: ایسے وقت وضو کرنا صبر کی ایک مثال ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے دلی محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اگرچہ تیری بوٹیاں کاٹ دی جاویں اور تجھ کو (آگ میں) جلا دیا جاوے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: ایسے وقت ایمان پر قائم رہنا صبر کی ایک مثال ہے اور کسی ظالم کی زبردستی کے وقت جو ایسی بات یا ایسا کام شرع سے معاف ہے وہ شرک و کفر میں داخل نہیں کیونکہ دل تو ایمان سے بھرا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر پر سردار بنا کر دریا کے (سفر) میں بھیجا ان لوگوں نے اسی حالت میں اندھیری رات میں کشتی کا بادبان کھول رکھا تھا (اور کشتی چل رہی تھی) اچانک ان کے اوپر سے کسی پکارنے والے نے پکارا اے کشتی والو! ٹھہرو، میں تم کو اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی خبر دیتا ہوں جو اس نے اپنی ذات پر مقرر کر رکھا ہے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا اگر تم کو خبر دینا ہے تو ہم کو خبر دو۔ اس پکارنے والے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ بات مقرر کر لی ہے کہ جو شخص گرمی کے دن میں (روزہ رکھ کر) اپنے کو پیاسا رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی) سیراب فرماوے گا۔ (عین ترغیب از بزار)

فائدہ: یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا ہو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے اور یہ پوری حدیث روح سوم نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب میں زیادہ پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: ظاہر ہے کہ اسطرح ہمیشہ نباہنے میں ضرور کسی نہ کسی وقت نفس کو دشواری ہوتی ہے اسلئے یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ گھیری ہوئی ہے (حرام) خواہشوں کے ساتھ اور جنت گھیری ہوئی ہے ناگوار چیزوں کیساتھ۔ (مسلم)

فائدہ: جو عبادتیں نفس پر دشوار ہیں اور جن گناہوں سے بچنا دشوار ہے اس میں سب آ گئے۔

7

اسلامی اوصاف

عن سهل بن سعد ن الساعدی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال الاناة من الله و العجلة من الشیطان

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترمذی)

فائدہ: ظاہر ہے کہ مشورہ میں جلد بازی کا انسداد ہے اور یہ ان ہی امور میں ہے جس میں دیر کی گنجائش ہے اور دین کا بھی فائدہ ہے کہ شریعت میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے پیغمبر) ان (صحابہ) سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں (خواہ وہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو) سو اللہ تعالیٰ پر اعتماد (کر کے اسی کام کو کر ڈالا) کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ (آل عمران، آیت ۱۵۹)

فائدہ: خاص خاص باتوں سے مراد وہ امور ہیں جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اور مہتم بالشان بھی ہوں یعنی معمولی نہ ہوں کیوں کہ وحی کے بعد اس کی گنجائش نہیں اور معمولی کاموں میں مشورہ منقول نہیں۔ جیسے دو وقت کا کھانا وغیرہ۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کی سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب اور برکت) نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خیر) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کے لیے تدبیریں اور مشورہ کرتے ہیں ان کی سرگوشی میں البتہ خیر یعنی ثواب و برکت ہے۔ (نساء، آیت ۱۱۴)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات مشورہ خفیۃً ہی مصلحت ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان (مؤمنین کا ہر) کام (جو قابل مشورہ ہو جس کا بیان اوپر آ چکا ہے) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے۔ (شوریٰ آیت ۳۸)

فائدہ: مشورہ پر مؤمنین کی مدح فرمانا مشورہ کی مدح کی صاف دلیل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (واقعہ بدر میں جانے کے متعلق صحابہ سے) مشورہ فرمایا۔ (عین مسلم)

حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (کسی مقدمہ میں جب) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (قرآن و حدیث میں حکم نہ ملتا تو) بڑے لوگوں کو اور نیک لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے جب ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کے موافق فیصلہ فرماتے۔ (عین حکمت بالغہ عن ازالۃ الخفاء عن الدارمی)

فائدہ: رائے کا متفق ہونا عمل کی شرط نہیں۔

(لعزمہ علی قتال مانعی الزکوۃ مع اختلاف الجماعۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہل مشورہ علماء ہوتے تھے خواہ بڑی عمر کے ہوں یا جوان ہوں۔ (عین بخاری)

فائدہ: اخیر کی تین حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کا معمول تھا مشورہ لینے کا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی سے مشورہ لینا چاہے تو اس کو مشورہ دینا چاہیے (عین ابن ماجہ)

اب مشورہ کے کچھ آداب ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی معرکہ کا ارادہ فرماتے تو اکثر دوسرے واقعہ کا پردہ فرماتے۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس مشورہ کا ظاہر کرنا مضر ہو اس کو ظاہر نہ کرنا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں (یعنی کسی مجلس میں کسی معاملہ کے متعلق کچھ باتیں ہوں ان کو باہر ذکر نہ کرنا چاہیے۔ اس میں مشورہ کی مجلس بھی آ گئی) مگر تین مجلسیں۔ (ابوداؤد)

فائدہ: ان تین مجلسوں کا حاصل یہ ہے کہ کسی کی جان یا مال یا آبرو لینے کا مشورہ یا تذکرہ ہو اس کو چھپانا جائز نہیں اور جب خاص آدمی کے ضرر کے شبہ میں ظاہر کرنا گناہ ہے تو جس کے ظاہر کرنے میں عام مسلمانوں کا ضرر ہو اس کا ظاہر کرنا تو اور زیادہ گناہ ہوگا۔ چنانچہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے بدنیتی سے نہیں بلکہ غلط فہمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا ہی راز کفار مکہ کو پہنچا دیا تھا، اس پر سورہ ممتحنہ کی شروع کی آیتوں میں تنبیہ کی گئی۔ (عین درمنثور از کتب حدیث) بلکہ جس معاملہ کا بھی تعلق عام مسلمانوں سے ہو اگرچہ اس کے ظاہر کرنے میں کوئی نقصان بھی معلوم نہ ہوتا ہو تب بھی بجز ان لوگوں کے جو عقل اور شرع کے موافق اس معاملہ کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں عام لوگوں کو اس کا ظاہر کرنا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے نقصان کی طرف اس شخص کی نگاہ نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف تو اس (خبر) کو فوراً مشہور کر دیتے ہیں (اس میں ایسے اخبار اور ایسے جلسے بھی آ گئے حالانکہ کبھی وہ غلط ہوتے ہیں کبھی ان کا مشہور کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے) اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے) کے اوپر اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں (یعنی اکابر صحابہ ان کی رائے) کے اوپر حوالے رکھتے (اور خود کچھ دخل نہ دیتے) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے جو ان میں تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ (پھر جیسا یہ حضرات عملدرآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اڑانے والوں کو کرنا چاہیے تھا)۔ (نساء، آیت ۸۳)

فائدہ: اور اس آیت سے اکثر اخباروں کا خلاف حدود ہونا معلوم ہو گیا البتہ جو اخبار حدود کے اندر ہوں ان کا مفید ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے حالات کی تلاش رکھتے تھے اور (خاص) لوگوں سے پوچھتے رہتے کہ (عام) لوگوں میں کیا واقعات (ہو رہے) ہیں۔ (عین شمائل ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی خبر نہ دوں جو (اپنے بعض آثار کے اعتبار سے) روزہ اور صدقہ (زکوٰۃ) اور نماز کے درجہ سے بھی افضل ہے لوگوں نے عرض کیا ضرور خبر دیجئے آپ نے فرمایا وہ آپس کے تعلقات کو درست رکھنا ہے اور آپس کا بگاڑ (دین کو) مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی) اور جن باتوں سے اتفاق پیدا ہوتا ہے یا اتفاق قائم رہتا ہے یعنی آپس کے حقوق کا خیال رکھنا اور جن سے نااتفاقی ہوتی ہے یعنی آپس کے حقوق میں کوتاہی کرنا ان کا بیان روح نہم میں

ہو چکا ہے صفائی معاملہ وحسن معاشرت۔

جن لوگوں کو دین کا تھوڑا سا بھی خیال ہے وہ پہلی بات کا یعنی صفائی معاملہ کا تو کچھ خیال کرتے بھی ہیں اور اس کو دین کی بات بھی سمجھتے ہیں اور مسائل نہ جاننے سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو اور بات ہے اس کا آسان علاج یہ ہے کہ میرا رسالہ صفائی معاملات اور پانچواں حصہ بہشتی زیور کا دیکھ لیں یا سن لیں جو معاملہ پیش آیا کرے اس کا حکم کسی عالم سے پوچھ لیا کریں اور اگر خود کوئی خیال نہیں کرتا تو دوسرا شخص جس کا حق ہے وہ تقاضا کر کے اس کے کان کھول دیتا ہے اس لیے اس جگہ اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن دوسری چیز یعنی حسن معاشرت کا بہت سے دین دار لوگ بھی خیال نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ محض دنیا کا ایک انتظام ہے اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں اس لیے اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اس کے متعلق کچھ آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کی رات میں (اول) بستر پر لیٹ گئے پھر اتنا ہی توقف فرمایا کہ آپ نے یہ سمجھا کہ میں سوگئی سو اپنا چادرہ آہستہ سے لیا اور نعلِ مبارک آہستہ سے پہنے اور دروازہ آہستہ سے کھولا اور باہر تشریف لے گئے پھر دروازہ آہستہ سے بند کر دیا (اور بقیع میں تشریف لے گئے) اور (واپسی پر اس کی وجہ میں یہ) فرمایا کہ میں یہ سمجھا کہ تم سوگئیں اور میں نے تمہارا جگانا پسند نہیں کیا اور مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ تم جاگ کر اکیلی گھبراؤ گی۔ الخ (عین مسلم)

فائدہ: حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آپ نے سب کام اس لیے آہستہ کیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تکلیف نہ ہو خواہ جاگنے کی وجہ سے خواہ صرف گھبرانے کی۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ ہم تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے بعد عشاء آکر لیٹ رہتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لیے سلام تو فرماتے کہ شاید جاگتے ہوں مگر ایسا آہستہ فرماتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔ (عین مسلم بحاصلہ)

دُعا کیجیے

یااللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یااللہ! یااللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یااللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجیے۔

یااللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجیے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجیے۔

یااللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجیے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

غیر مسلموں کی مشابہت سے اجتناب

عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه قال رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان هذه من ثیاب الکفار فلا تلبسهما.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے دیکھے فرمایا یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہیں ان کو مت پہنو۔ (مسلم)

فائدہ: ایسا کپڑا مرد کے لئے خود بھی حرام ہے مگر آپ نے ایک وجہ یہ بھی فرمائی معلوم ہوا کہ اس وجہ میں بھی اثر ہے پس یہ وجہ جہاں بھی پائی جاوے گی یہی حکم ہوگا۔

رکانہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹوپیوں کے اوپر عماموں کا ہونا فرق ہے ہمارے اور مشرکین کے درمیان۔ (ترمذی)

فائدہ: مرقاۃ میں ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ہم عمامہ ٹوپیوں کے اوپر باندھتے ہیں اور مشرکین صرف عمامہ باندھتے ہیں۔ اھ

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (وضع وغیرہ میں) کسی قوم کی شباہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (احمد و ابوداؤد)

فائدہ: یعنی اگر کفار فساق کی وضع بناوے گا وہ گناہ میں ان کا شریک ہوگا۔

ابی ریحانہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا (ان میں یہ بھی ہے یعنی) اور اس سے بھی کہ کوئی شخص اپنے کپڑوں کے نیچے حریر لگاوے مثل عجمیوں کے یا اپنے شانوں پر حریر لگاوے مثل عجمیوں کے۔ (ابوداؤد و نسائی)

فائدہ: اس میں بھی وہی تقریر ہے جو (نمبر۳) میں گذری۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی شباہت بناتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شباہت بناتی ہیں۔ (بخاری)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت کی وضع کا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی جو مرد کی وضع کا لباس پہنے۔ (ابوداؤد)

ابن ملیکہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: آج کل عورتوں میں اس کا بہت رواج ہوگیا اور بعضی تو انگریزی جوتہ پہنتی ہیں جس سے دو گناہ ہوتے ہیں۔ ایک مردوں کی وضع کا دوسرا غیر قوم کی وضع کا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرے اللہ تعالیٰ بال میں بال ملانے والی کو اور ملوانے والی کو (جس سے غرض دھوکہ دینا ہو کہ دیکھنے والوں کو لانبے معلوم ہوں، اور گودنے والی کو اور گدوانے والی کو۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: مردوں کا بھی یہی حکم ہے۔

حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں گئے (حجاج اس وقت بچے تھے کہتے ہیں کہ) میری بہن مغیرہ نے مجھ سے قصہ بیان کیا کہ تم اس وقت بچے تھے اور تمہارے (سر پر) بالوں کے دو چٹلے یا گچھے تھے حضرت انسؓ

نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی اور فرمایا ان کو منڈوادو یا کاٹ دو کیونکہ یہ وضع یہود کی ہے۔ (ابوداؤد)

عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاف رکھواپنے مکانوں کے سامنے کے میدانوں کو اور یہود کے مشابہ مت بنو (وہ میلے کچیلے ہوتے تھے)۔ (ترمذی)

فائدہ: جب گھر سے باہر کے میدانوں کو میلا رکھنا یہود کی مشابہت کے سبب ناجائز ہے تو خود اپنے بدن کے لباس میں مشابہت کیسے جائز ہوگی۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جاہل) دیہاتی لوگ مغرب کی نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجاویں اور (یہ) دیہاتی اس کو عشاء کہتے تھے (یعنی تم اس کو عشاء مت کہو مغرب کہو) اور یہ بھی فرمایا کہ (جاہل) دیہاتی لوگ عشاء کی نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجاویں کیونکہ وہ کتاب اللہ میں عشاء ہے (اور وہ اس کو عتمہ کہتے تھے) اس لئے کہ عتمہ (یعنی اندھیرے) میں اونٹوں کا دودھ دوہا جاتا تھا۔ (مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بول چال میں بھی بلا ضرورت ان لوگوں کی مشابہت نہ چاہئے جو دین سے واقف نہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عربی کمان تھی آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں فارس کی کمان تھی آپ نے فرمایا اس کو پھینک اور (عربی کمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) اس کو لو اور جو اس کے مشابہ ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: فارسی کمان کا بدل عربی کمان تھی اسلئے اسکے استعمال سے منع فرمایا، معلوم ہوا کہ برتنے کی چیزوں میں بھی غیر قوم کی مشابہت سے بچنا چاہئے جیسے کانسی پیتل کے برتن بعضی جگہ غیر قوموں سے خصوصیت رکھتے ہیں۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو عرب لہجے اور آواز میں پڑھو (یعنی صحیح اور بلا تکلف اور اپنے کو اہل عشق کے لہجہ سے اور دونوں اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کے لہجہ سے بچاؤ۔ (بیہقی ورزین)

فائدہ: معلوم ہوا کہ پڑھنے میں بھی غیر قوموں اور بے شرع لوگوں کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔

ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ام سعد دختر ابوجہل کو دیکھا کہ ایک کمان لٹکائے ہوئے تھی اور مردوں کی چال سے چل رہی تھی۔ عبداللہ نے کہا کہ یہ کون ہے میں نے کہا کہ یہ ام سعد دختر ابوجہل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے ایسا شخص ہم سے الگ ہے جو عورت ہو کر مردوں کی مشابہت کرے یا مرد ہو کر عورتوں کی مشابہت کرے۔ (عین ترغیب از احمد وطبرانی واسقط المبہم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارے ذبح کئے ہوئے کو کھائے وہ ایسا مسلمان ہے جس کے لئے اللہ کی ذمہ داری ہے اور اس کے رسول کی سو تم لوگ اللہ کی ذمہ داری میں خیانت مت کرو (یعنی اس کے اسلامی حقوق ضائع مت کرو) (بخاری) اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کی جن چیزوں کو مسلمانوں کے ساتھ خاص تعلق ہے ان کا کھانا بھی نماز وغیرہ کی طرح علامت ہے اسلام کی، سو بعضے آدمی جو گائے کا گوشت بلا عذر کسی کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں اس کا ناپسند ہونا اس سے معلوم ہوا (ویؤیدہ شان نزول قولہ تعالیٰ یآیھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفۃ (البقرہ، آیت ۲۰۸) غرض ہر بات میں اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہئے، دین کی باتوں میں بھی اور دنیا کی باتوں میں بھی۔ چنانچہ

عبداللہ بن عمرؓ سے (ایک لانبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں

میں بٹ جائے گی، سب فرقے دوزخ میں جاویں گے بجز ایک ملت کے۔ لوگوں نے عرض کیا اور وہ فرقہ کونسا ہے (جو دوزخ سے نجات پاوے گا) آپ نے فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ: طریقہ سے مراد واجب طریقہ ہے جس کے خلاف دوزخ کا ڈر ہے اور آپ نے اس طریقہ میں کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی تو اس میں دین کی باتیں بھی آ گئیں اور دنیا کی بھی۔ البتہ کسی چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ ہونا اور اس کا واجب ہونا کبھی قول سے معلوم ہوتا ہے کبھی فعل سے کبھی نص یعنی (صاف عبارت) سے کبھی (اجتہاد اور) اشارہ سے جس کو صرف عالم لوگ سمجھ سکتے ہیں عام لوگوں کو ان کے اتباع سے چارہ نہیں اور بدوں ان کے اتباع کے غیر عالم لوگوں کا دین بچ نہیں سکتا۔

ختم کلام۔ جس قسم کے اعمال کی فہرست کا دیباچہ میں ذکر ہے ان میں اس وقت جس عمل کو سوچتا ہوں وہ ان پچیس حصوں میں پاتا ہوں اجمالاً یا تفصیلاً۔ اس لئے رسالہ کو ختم کرتا ہوں، البتہ اگر ذوقاً کسی کے ذہن میں اور کوئی عمل آوے یا ان میں سے کسی حصہ کی تفصیل مصلحت معلوم ہو وہ اس کا ضمیمہ بن سکتا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے پہنچاتے رہو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (بخاری)

ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے احکام میں چالیس حدیثیں محفوظ کر کے میری امت پر پیش کر دے اللہ تعالیٰ اُس کو فقیہ کر کے اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ (بیہقی)

الحمد للہ کہ ان حصوں میں نوے سے زائد آیتوں کی اور غیر مکرر و مرفوع تین سو چالیس سے زائد حدیثوں کی تبلیغ ہو گئی۔ اگر کوئی ان حصوں کو چھپوا کر تقسیم کرے یہ ثواب اس کو بھی ملے گا۔

امتیازِ قومی

(یعنی اپنا لباس اپنی وضع، اپنی بول چال، اپنا برتاؤ وغیرہ غیر مذہب والوں سے الگ رکھنا) دوسری قوموں کی وضع و عادات بلا ضرورت اختیار کرنے کو شریعت نے منع کیا ہے پھر ان میں بعضی چیزیں تو ایسی ہیں کہ اگر دوسری قوموں سے ان کی خصوصیات نہ بھی رہے تب بھی گناہ رہیں گی جیسے ڈاڑھی منڈانا یا حد سے باہر کترانا یا گھٹنوں سے اونچا پائجامہ یا جانگیہ پہننا کہ ہر حال میں ناجائز ہے۔

اور اگر اس کے ساتھ شرعی وضع کو حقیر سمجھے یا اس کی بُرائی کرے تو پھر گناہ سے گذر کر کفر ہو جاوے گا۔ اور بعضی چیزیں ایسی ہیں کہ اگر دوسری قوموں سے ان کی خصوصیت نہ رہے تو گناہ نہ رہیں گی اور خصوصیت نہ رہنے کی پہچان یہ ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے عام لوگوں کے ذہن میں یہ کھٹک نہ ہو کہ یہ وضع تو فلانے لوگوں کی ہے جیسے انگرکھا یا اچکن پہننا۔ مگر جب تک یہ خصوصیت ہے اس وقت تک منع کیا جاوے گا جیسے ہمارے ملک میں کوٹ پتلون پہننا یا گرگابی پہننا یا دھوتی باندھنا یا عورتوں کو لہنگا پہننا۔ پھر ایسی چیزوں میں جو چیزیں دوسری قوموں کی محض قومی وضع ہیں جیسے کوٹ پتلون وغیرہ یا قومی وضع کی طرح ان کی عام عادت ہے جیسے میز کرسی پر یا چھری کانٹے سے کھانا۔ اس کے اختیار کرنے سے تو صرف گناہ ہی ہوگا کہیں کم کہیں زیادہ اور جو چیزیں دوسری قوموں کی مذہبی وضع ہیں ان کا اختیار کرنا کفر ہوگا جیسے صلیب لٹکانا یا سر پر چوٹی رکھ لینا یا جنیو باندھ لینا یا ماتھے پر قشقہ لگا لینا یا جے پکارنا وغیرہ۔ اور جو چیزیں دوسری قوموں کی نہ قومی وضع ہیں نہ مذہبی وضع ہیں گو ان کی ایجاد ہوں اور عام ضرورت کی چیزیں ہیں جیسے دیا سلائی یا گھڑی یا کوئی حلال دوا یا مختلف سواریاں یا ضرورت کے بعضے نئے آلات جیسے ٹیلیگراف یا ٹیلیفون یا نئے ہتھیار یا نئی ورزشیں جن کا بدل ہماری قوم میں نہ ہو ان کا برتنا جائز ہے نہ کہ گانے

بجانے کی چیزیں جیسے گراموفون یا ہارمونیم وغیرہ۔مگران جائز چیزوں کی تفصیل اپنی عقل سے نہ کریں بلکہ علماء سے پوچھ لیں اور مسلمانوں میں جو فاسق یا بدعتی ہیں خواہ وہ بدعتی دین کے رنگ میں ہوں خواہ دنیا کے رنگ میں ہوں ان کی وضع اختیار کرنا بھی گناہ ہے۔ گو کافروں کی وضع سے کم سہی بلکہ مرد کو عورت کی وضع اور عورت کو مرد کی وضع بنانا گناہ ہے۔ پھران سب ناجائز وضعوں میں اگر پوری وضع بنائی زیادہ گناہ ہوگا اگر ادھوری بنائی اس سے کم ہوگا اوراس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ یہ مسئلہ جس طرح شرعی ہے اسی طرح عقلی بھی ہے کیونکہ مرد کے لئے زنانہ وضع بنانے کو ہر شخص عقل سے بھی بُرا سمجھتا ہے حالانکہ دونوں مسلمان اور صالح ہیں تو جہاں مسلمان اور کافر کا فرق ہو یا صالح و فاسق کا فرق ہو وہاں کافر یا فاسق کی وضع بنانے کو کس کی عقل اجازت دے سکتی ہے۔ اب کچھ آیتیں اور حدیثیں لکھتا ہوں۔

جیسی اوپر مثالیں لکھی گئیں اور بعضی تبدیلی صورت کا سنوارنا ہے اور واجب ہے جیسے لبیں ترشوانا ناخن ترشوانا بغل اور زیر ناف کے بال لینا اور بعضی تبدیلی جائز ہے جیسے مرد کو سر کے بال منڈا دینا یا کٹا دینا یا ڈاڑھی کا جو حصہ ایک مٹھی سے زیادہ ہو کٹا دینا اور اس کا فیصلہ شریعت سے ہوتا ہے نہ کہ رواج سے کیونکہ اول تو رواج کا درجہ شریعت کے برابر نہیں دوسرے ہر جگہ کا رواج مختلف پھر وہ ہر زمانے میں بدلتا بھی رہتا ہے۔

۲۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ظالموں (یعنی نافرمانوں) کی طرف (باعتبار دوستی یا شرکت اعمال واحوال کے) مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔ (ہود۔آیت ۱۱۳)

فائدہ: یہ یقینی بات ہے کہ اپنی وضع وطریقہ چھوڑ کر دوسرے کی وضع اور طریقہ خوشی سے تب ہی اختیار کرتا ہے جب اسکی طرف دل جھکے اور نافرمانوں کی طرف جھکنے پر دوزخ کی وعید فرمائی ہے، اس سے صاف ثابت ہوا کہ ایسی وضع اور طریقہ اختیار کرنا گناہ ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے' ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے' غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچالیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچالیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

چہل حدیث متعلقہ فضائل

درود شریف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

(۱) جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں اور جس پر فرشتے درود بھیجیں اس پر خدائے کریم درود بھیجتا ہے اور جس پر خدائے کریم درود بھیجے تو اس پر تو دنیا کی ہر چیز درود بھیجتی ہے۔

(۲) جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نگراں فرشتوں (کراماً کاتبین) کو حکم فرما دیتے ہیں کہ تین دن تک اس شخص کا کوئی گناہ (صغیرہ) نہ لکھو۔

(۳) جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے درود سے ایک فرشتہ پیدا فرما دیتے ہیں جس کا ایک باز و مشرق میں ہوتا ہے اور ایک مغرب میں اور اس کی گردن اور اس کا سر عرش کے نیچے ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اے خدا تو بھی اپنے بندے پر رحمت نازل فرما جب تک وہ تیرے نبی پر درود بھیج رہا ہے۔''

(۴) جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو دس بار درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس پر سو بار درود بھیجتا ہے اور جو سو بار درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس پر ہزار بار درود بھیجتا ہے اور جو ہزار بار درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں عذاب نہ دے گا۔

(۵) جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں دس نیکیاں لکھتے ہیں اس کی دس بُرائیاں مٹا دیتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کرتے ہیں۔

(۶) فرمایا کہ:۔ ایک دن (حضرت) جبریل میرے پاس آئے اور بولے کہ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس ایک ایسا مژدہ لے کر آیا ہوں جو آپ سے پہلے کسی کے پاس بھی نہیں لایا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر تین بار درود پڑھے گا تو اگر وہ کھڑا ہوگا تو بیٹھنے سے پہلے اس کی مغفرت ہو جائے گی اس وقت (آپ یہ سن کر) اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔''

(۷) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص صبح کے وقت مجھ پر دس بار درود بھیجے گا تو اس کے چالیس سال کے (صغیرہ) گناہ مٹادیئے جائیں گے۔''

(۸) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ (صغیرہ) معاف فرمادیں گے۔''

(۹) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی سو ضرورتیں پوری فرماتا ہے اور اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرمادیتا ہے کہ وہ جس وقت قبر میں دفن کیا جائے تو وہ فرشتہ اس شخص کو جنت کی خوشخبری سنادے جس طرح تم لوگ اپنے کسی (باہر سے آنے والے) بھائی کے لئے تحفہ لے کر جاتے ہو۔''

(۱۰) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص مجھ پر ایک دن میں سو بار درود بھیجتا ہے تو اس دن اس کی سو ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔''

(۱۱) فرمایا کہ:۔ ''مجھ سے زیادہ قریب تم میں سے وہ شخص ہے جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہے۔''

(۱۲) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھ لے اسے مرنے سے پہلے ہی جنت کی خوشخبری دے دی جائے گی۔''

(۱۳) فرمایا کہ:۔ ''(حضرت) جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور بولے یا رسول اللہ جب بھی کوئی شخص آپ پر درود شریف بھیجتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔''

(۱۴) فرمایا کہ:۔ ''وہ دعا جو میرے درود کے بعد ہو وہ نامقبول نہیں ہوتی ہے۔'' (یعنی ضرور قبول کر لی جاتی ہے)

(۱۵) فرمایا کہ:۔ ''مجھ پر درود بھیجنا پل صراط کے لئے نور و روشنی ہے وہ شخص دوزخ میں نہ داخل ہوگا جو مجھ پر درود بھیجتا ہے۔''

(۱۶) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص مجھ پر درود بھیجنا اپنی عبادت مقرر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا وآخرت کی ضرورت پوری فرمادے گا۔''

(۱۷) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا تو جنت کا راستہ بھٹک جائے گا۔''

(۱۸) فرمایا کہ:۔ ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہوا میں ہیں جن کے ہاتھوں میں نورانی کاغذ ہیں (وہ فرشتے) مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر درود کے سوا اور کچھ نہیں لکھتے۔''

(۱۹) فرمایا کہ:۔ ''اگر کوئی بندہ قیامت میں ساری دنیا والوں کی برابر نیکیاں لے کر آئے مگر اس میں مجھ پر درود نہ ہو تو وہ ساری نیکیاں مردود ہو جائیں گی مانی نہ جائیں گی۔''

(۲۰) فرمایا کہ:۔ ''میرا سب سے زیادہ دوست وہ ہے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے۔''

(۲۱) فرمایا کہ:۔ ''جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود استعمال کیا تو فرشتے اس پر برابر درود بھیجتے رہیں گے جب تک میرا نام کتاب میں لکھا رہے گا۔''

(۲۲) فرمایا کہ:۔ ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (گماشتے) زمین میں گشت لگاتے رہتے ہیں جو مجھ کو میری امت کا درود پہنچاتے ہیں تو میں ان کے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔''

(۲۳) فرمایا کہ:۔ ''جوشخص مجھ پر درود بھیجے گا میں روز قیامت اسکا شفیع اور سفارشی بنوں گا اور جو مجھ پر درود نہ بھیجے گا تو اس سے

بے تعلق ہوں۔''

(۲۴) فرمایا کہ:۔''قیامت میں ایک جماعت کے لئے جنت کا حکم ہوگا وہ لوگ راستہ بھٹک جائیں گے (حضرات صحابہ کرامؓ) نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے (دنیا میں) میرا نام سنا اور مجھ پر درود نہیں بھیجا۔''

(۲۵) فرمایا کہ:۔''ایک شخص کے حق میں دوزخ کا حکم کیا جائے گا تو میں کہوں گا اسے میزان (ترازوئے حشر) کی طرف لوٹا لاؤ تب میں ایک چیز جو (بہت چھوٹی) چیونٹی جیسی میرے پاس ہوگی اس کے لئے ترازو میں رکھوں گا اور وہ چیز مجھ پر درود ہوگی پھر تو اس کی ترازو جھک جائے گی اور اعلان کر دیا جائے گا کہ فلاں شخص خوش قسمت ہوگیا۔''

(۲۶) فرمایا کہ:۔''جس محفل میں بھی لوگ جب کبھی اکٹھے ہوئے ہوں اور مجھ پر درود پڑھے بغیر متفرق و منتشر ہوگئے ہوں تو یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہیں جو کسی میت کے پاس سے متفرق ہوگئے ہوں اور اسے غسل نہ دیا گیا ہو (جس طرح میت کے لئے غسل ضروری ہے اسی طرح ہر محفل میں درود پڑھنا بھی ضروری ہے) ورنہ وہ محفل اس میت کی مانند ہوگی جسے غسل نہ دیا گیا ہو۔''

(۲۷) فرمایا کہ:۔''اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے اور اسے تمام مخلوق کے نام دے دیئے ہیں تو اب قیامت تک جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ مجھے اس کے نام کے ساتھ پہنچائے گا اور وہ کہے گا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فلانی کے بیٹے فلاں شخص نے آپ پر درود بھیجا ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

(۲۸) فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنا گناہ کو اتنا زیادہ مٹاتا ہے کہ تختی کی روشنائی کو پانی بھی اتنا نہیں مٹاتا ہے۔''

فرمایا کہ:۔''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم سے اس سے بھی زیادہ قرب ہو جاؤں جتنا کلام زبان سے اور روح بدن سے قریب ہے تو پھر تم نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔''

(۲۹-۳۰) فرمایا کہ:۔''ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے ایک شہر کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کا حکم دیا جس پر اللہ تعالیٰ کو غضب آ گیا تھا مگر اس فرشتہ کو کچھ رحم آ گیا اور اس نے تعمیل حکم (شہر کو اکھیڑ پھینکنے میں جلدی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کو اس فرشتہ پر بھی غصہ آ گیا اور اس کے بازو توڑ دیئے۔ حضرت جبریلؑ اس کے پاس سے گذرے تو اس نے اپنی تکلیف بیان کی جبریلؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو...... اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے چنانچہ اس فرشتے نے درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا قصور معاف فرما دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی برکت سے اس کے بازو واسے واپس کر دیئے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:۔

(۳۱) فرمایا''جس شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بار درود پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کی نماز قبول کر لی جائے گی اس کی ضرورت پوری کی جائے گی اور اس کی دعا رد نہ کی جائے گی۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ پر درود بھیجنے کے متعلق سوال کیا تو:

(۳۲) آپ نے فرمایا کہ:۔''مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں خوب کوشش کرو اور (یوں) کہو''اللھم صل علٰی محمد وعلٰی ال محمد''

(مطلب یہ ہے کہ درود شریف میں آپ کے نام نامی کے ساتھ آل واصحاب کو بھی شامل کرلیا جائے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

(۳۳) فرمایا کہ:۔"مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے حق میں زکوٰۃ ہے (اس سے تمہارے ایمان و اسلام کی صفائی ہوتی رہے گی) اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرتے رہا کرو۔" جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے:

(۳۴) فرمایا کہ:۔"اس شخص کی نماز نہیں (مکمل) جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا ہو۔"

(۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔"اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پھر بھی وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

(۳۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔"جس شخص نے درود بھیجنے کی صورت میں یوں کہہ دیا کہ "جزی الله عنا محمداً خیراً یا جزی الله نبینا محمداً بما هو اهله۔"

(اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جانب سے جزائے خیر دے یا اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جزا دے جو ان کی شایان شان ہو) تو اس شخص نے اپنے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو تھکا دیا وہ اس مختصر سی دعا کی تفصیل لکھتے لکھتے تھک جائیں گے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

(۳۷) فرمایا کہ:۔"اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو (جس طرح قبر میں رہنے والے عبادت نہیں کرتے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں بھی) مجھ پر درود پڑھتے رہا کرو کیونکہ تم کو چاہئے جہاں بھی رہو۔ تمہارے درود مجھ تک پہنچتے رہیں۔"

(۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔"جب بھی کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھے لوٹا دیتے ہیں تا کہ اس کے درود کا جواب دوں (روح لوٹانے کا مطلب علماء نے یہ بتایا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ حق میں مشغول رہتے ہیں اور درود کی خبر پا کر درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔)

(۳۹) فرمایا کہ:۔"روز قیامت تم میں سے وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا رہا ہوگا۔"

(۴۰) فرمایا کہ:۔"جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں سامنا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو تو اس کو چاہئے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرے کیونکہ وہ شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجے گا تو کبھی تنگدست نہ ہوگا اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس کی تمام غلطیاں معاف کردی جائیں گی اور ہمیشہ خوش خرم رہے گا۔ اس کی دعا قبول ہوگی اس کی تمنائیں پوری ہوں گی دشمن کے خلاف اس کی مدد کی جائے گی اور وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو جنت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہوں گے۔"

(گوہر مقصود- از: حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومی مدظلہ العالی) مفتی شہر آگرہ-ہند

اللہ تعالیٰ کا ارشاد

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ ان کا حق عظمت ادا ہو) درود و سلام پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

درود ابراہیمی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (صحاح ستہ)

یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح اور سب سے افضل ہے۔ (ص ۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا اُس کے لئے حضور کی شفاعت واجب ہوگی۔ (ص ۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ

فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ

وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا اس کو خواب میں حضور کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت ہوگی۔ (ص ۴۷)

روزی میں برکت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اُس کا مال بڑھ جائے وہ مذکورہ درود شریف پڑھا کرے۔ (زاد السعید)

مسجد میں آنے اور جانے پر درود

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں جاتے یا مسجد سے نکلتے تو یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)

مکمل درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا تم نامکمل درود شریف نہ پڑھا کرو پھر صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آپ نے مذکورہ درود شریف تعلیم فرمایا۔ (ص ۴۴)

دوزخ سے نجات

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ

حضرت خلاد رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے دن یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھا کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے تکیہ کے نیچے سے ایک کاغذ ملا جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ خلاد بن کثیرؒ کے لئے دوزخ سے آزادی کا پروانہ ہے۔ (۱۸۲)

جنت میں ٹھکانہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے والے کو مرنے سے پہلے جنت میں اُس کا ٹھکانہ دِکھا دیا جائے گا۔ (ص ۸۲)

اَسی سال کی عبادت کا ثواب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

جمعہ کے دن جہاں نماز عصر پڑھی ہو اُس جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے سے اَسی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اَسی سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ (فضائل درود)

پریشانیاں دُور ہوں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الزَّكِيِّ صَلَاةً تُحَلُّ

بِهِ الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ

یہ درود شریف بار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرما دیتے ہیں۔ (ص ۱۱۴)

مغفرت کا ذریعہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

امام اسماعیل بن ابراہیم مزنیؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو اُنہوں نے جواب دیا اس درود شریف کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور عزت واحترام سے جنت میں لے جانے کا حکم دیا۔ (زاد السعید)

ایمان کی حفاظت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ

جو شخص پچاس مرتبہ دن میں اور پچاس مرتبہ رات میں اس درود شریف کا وِرد رکھے تو اُس کا ایمان جانے سے محفوظ ہوگا۔ (ص ۱۵۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

صَلَاةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً

جو شخص نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد ۳۳-۳۳ بار یہ درود شریف پڑھے گا تو اُس شخص کی قبر کے اور روضۂ اقدس کے درمیان ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور روضۂ اقدس کی راحت اس کو نصیب ہوگی۔ (ص ۱۵۳)

ثواب میں سب سے زیادہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

یہ درود شریف پڑھنے میں چھوٹا اور ثواب میں سب سے زیادہ ہے جو شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ اس کو پڑھے تو کبھی محتاج نہ ہوگا۔ (ص ۱۵۳)

ہر درد کی دوا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

بِعَدَدِ كُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہر درد اور بیماری دور ہونے کے لئے اول وآخر مذکورہ درود شریف پڑھیں اور درمیان میں مع بسم اللہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں۔ (ص ۱۶۰)

قرض کی ادائیگی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ظہر کی نماز کے بعد یہ درود شریف سو مرتبہ پڑھنے والے کو تین باتیں حاصل ہوں گی۔
۱۔ کبھی مقروض نہ ہوگا۔
۲۔ اگر قرض ہوگا تو وہ ادا ہو جائے گا خواہ جتنا بھی قرض ہو۔
۳۔ قیامت کے دن اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔ (ص ۱۶۲)

درود باعثِ زیارت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ

جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اُس کو خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ پانچ یا سات جمعہ تک پابندی سے اسکو پڑھیں۔ (ص ۱۶۲)

جنت کے پھل

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

جو شخص روزانہ اس درود شریف کی پابندی کرے وہ جنت کے خاص پھل اور میوے کھائے گا۔ (ص ۱۷۳)

ہزار دن تک ثواب ملنا

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ثواب لکھنے والے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اُس کا ثواب لکھیں گے۔ (ص ۱۷۷)

تمام درودوں کے برابر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ كُلِّ ذِكْرِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ

یہ درود شریف پڑھنا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سارے درود بھیجنے کے برابر ہے۔ (ص ۱۹۰)

عرشِ عظیم کے برابر ثواب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْاَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اس درود شریف کے پڑھنے والے کو آسمان وزمین بھر کر اور عرشِ عظیم کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (ص ۱۸۲)

دُنیا و آخرت کی برکات کا حصول

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ مَا فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ
حَرْفًا حَرْفًا وَبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

دُنیا اور آخرت کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے وظائف ومعمولات کے ختم پر یہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ (ص ۱۹۲)

چاند کی طرح چہرہ ہونا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى
مِنْ صَلٰوتِكَ شَيْءٌ وَّبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ
بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ وَّارْحَمِ النَّبِيَّ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ رَّحْمَتِكَ شَيْءٌ وَّسَلِّمْ عَلَى
النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس درود شریف کے پڑھنے والے کا چہرہ پل صراط سے گزرتے وقت چاند سے زیادہ چمکدار ہوگا۔ (ص ۱۷۵)

کامل درُود

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ

عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ

حضرت انسؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا درود شریف دریافت کیا جس کو کامل درود شریف کہا جا سکے تو آپؐ نے درود بالا تلقین فرمایا۔ (ص ۴۴)

قربِ خاص کا ذریعہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک روز ایک شخص کو اپنے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان بٹھایا، صحابہؓ کو اس پر تعجب ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص مجھ پر مذکورہ درود شریف پڑھتا ہے۔ (ص ۵۰)

دُعا قبول ہونا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ

وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّارْضَ

عَنْهُ رِضًى لَّا سَخَطَ بَعْدَهٗ

جو شخص اذان کے وقت یہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول فرمائیں گے۔ (ص ۵۳)

دُعاءِ قنوت کے بعد درُود شریف

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ

حضرت حسنؓ دُعاءِ قنوت کے بعد مذکورہ الفاظ سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)

مغفرت کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ

جو شخص چھینک آنے پر یہ درود شریف پڑھے گا تو منجانب اللہ ایک پرندہ پیدا ہوگا جو عرش کے نیچے پھڑ پھڑائے گا اور عرض کرے گا کہ اس درود شریف کے پڑھنے والے کو بخش دیجئے۔ (ص ۵۸)

تابعینؒ کا درُود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا میں نے ستر سال سے زیادہ حضرات تابعینؒ کو دورانِ طواف یہ درود شریف پڑھتے ہوئے سنا۔ (ص ۱۰۰)

دُشواری دُور ہونا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ

جس شخص کو کوئی دُشواری لاحق ہو اور وہ تنہائی میں باوضو یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر دل سے دُعا کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ دُشواری دُور ہوگی۔ (ص ۱۳۹)

دس ہزار مرتبہ کے برابر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ

اس درود شریف کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہے۔ (ص ۱۵۰)

ایک ہزار دن تک ثواب

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ایک ہزار دن تک ستر فرشتے اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔ (ص ۱۷۷)

اسی سال کے گناہ معاف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص اسی ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ (ص ۱۲۶)

اولاد کو عزت ملنا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الْعٰلَمِيْنَ
حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَلٰوةً اَنْتَ لَهَا
اَهْلٌ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ كَذٰلِكَ

جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ اس درود شریف کو پابندی سے پڑھے گا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو باعزت رکھے گا۔ (ص ۱۹۲)

جنت میں اپنا مقام دیکھنا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَاٰلِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ

جو شخص جمعہ کے دن ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے تو وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔ (ص ۶۰)

بڑے پیمانہ سے ثواب ملنا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص چاہے کہ بڑے پیمانے کے ساتھ اس کو ثواب دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے۔ (ص ۳۰)

صدقہ کے قائم مقام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس شخص کے پاس صدقہ دینے کے لئے کوئی چیز نہ ہو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے یہ اس کے لئے زکوٰۃ کے قائم مقام ہے۔

بڑا جامِ کوثر عطا ہونا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ
وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَاُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ
اَجْمَعِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوض کوثر سے بڑے پیالے کے ساتھ پانی نوش کرے، اس کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھا کرے۔ (ص ۹۰)

حضور کی زیارت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا
هُوَ اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

جو شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہو تو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے۔ (ص ۱۰۶)

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث - 3

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب و کاوش: مجلس تحقیقات اسلامیہ

زیر نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان ☎061-540513-519240





نام کتاب.............. درس حدیث تاریخ اشاعت.............. صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

ناشر...... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان طباعت.............. سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''درس حدیث'' کی تیسری جلد حاضر خدمت ہے۔

زیردست جلد حضرت ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف ''کتاب المسجد و بیت المسلم'' کے اردو ترجمہ سے مرتب کی گئی ہے جس کے ترجمہ کی سعادت حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب دامت برکاتہم کو حاصل ہوئی حضرت مفتی صاحب نے ترجمہ کرنے کے بعد ''دینی نصاب'' کے نام سے ان اسباق کو ہندوستان سے شائع کرایا تھا۔

ان عام فہم اسباق اور احادیث کی دلنشین تشریح نے آمادہ کیا کہ اس کتاب کو بھی درس حدیث کے مبارک ومتعارف سلسلہ میں شامل کیا جائے حضرات اکابر علماء حق سے مشاورت کے بعد اسکی ترتیب واشاعت کا کام کیا گیا۔

''درس حدیث'' کی اس جلد کا اسلوب ذرا مختلف ہے لیکن مجموعی اعتبار سے یہ جدید اسلوب بھی نفع سے خالی نہیں۔ یہ مکمل جلد بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ اس مجموعہ ''درس حدیث'' کو مسجد.... مدرسہ.... دفتر وغیرہ کسی بھی جگہ سنیں اور سنائیں تو غور وفکر اور عمل کی نیت سے سنیں اور پھر گھر میں، اپنے دوست احباب میں اس درس سے حاصل شدہ علم کی تبلیغ محبت وحکمت سے ضرور کریں۔ اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے کہ ہم دین کی باتیں سننے کے بعد گھر میں جا کر ان کا مذاکرہ نہیں کرتے۔

یاد رکھئے! جس طرح اہل وعیال کی دنیوی راحت وآرام کا ہم خیال رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری ان کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے اپنے گھروں میں بھی احادیث مبارکہ پر مشتمل اس درس کا روزانہ اہتمام کیا جائے۔ اور دنیا کی عظیم ترین ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کو سن کر اپنایا جائے جن کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہیچ ہے۔ اس لئے ان مبارک فرامین سے اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے دامن کو سجانے کی کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے دل ودماغ کی سفید لوح پر اسلامی تاریخ کے درخشندہ ابواب نقش ہو جائیں اور یہی بچے مستقبل میں اچھے مسلمان ثابت ہوں۔

عصر حاضر میں جبکہ ہم مسلمان ہر طرف سے مغلوبیت کے شکار ہیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی اقدار کی طرف لوٹیں شریعت پر عمل کر کے اپنا تعلق اللہ وحدہٗ لاشریک سے مضبوط کریں کہ وہی غالب ہے اور اسی سے تعلق کی برکت سے ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔ بقول شخصے عبادات میں ہمارا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اعمال میں ہمارا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آیئے! ان مبارک احادیث کے مطالعہ سے اپنی عبادات اور اعمال دونوں کا قبلہ سنواریں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واتباعہ اجمعین وارخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین

ان شاءاللہ ''درس حدیث'' کی چوتھی جلد فکر آخرت سے متعلق چالیس احادیث مع تشریح پر مشتمل ہوگی۔ (جلد منظر عام پر)

والسلام **محمد اسحٰق عفی عنہ** ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق اپریل 2005ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ   رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

کھانا کھانے کے آداب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا کہ

یَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰہُ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ

ترجمہ: اے بچے! بسم اللہ کہو اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: یہ عمرو بن ابی سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ربیب ہیں جو اپنی والدہ حضرت امّ سلمہ (اُم المومنین) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور پھر آپ ہی کی پرورش و تربیت میں رہے تھے (ایسے بچے کو جو ماں کے ساتھ آ کر دوسرے باپ کی پرورش میں رہے عربی زبان میں ''ربیب'' کہتے ہیں) ان کے والد محترم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوگئے تو ان کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہوگئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لئے ان سے نکاح کر کے ازواج مطہرات میں شامل اور حرم میں داخل فرما لیا تھا۔ اس وقت سے یہ بھی منجملہ ازواج مطہرات و امہات المومنین ہوگئیں اور ان کے صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہ آپ کے پروردۂ ربیب ہوگئے۔

کسی دن کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ یہ صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہ بھی دستر خوان پر تھے۔ انہوں نے بچوں کی عادت کے مطابق فوراً ہی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ تو آپ نے انہیں مخاطب فرما کر کھانے کے یہ تین آداب تعلیم فرمائے اور ارشاد فرمایا: اے بچے! کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ یعنی ''بسم اللہ'' کر کے کھانا کھاؤ۔ کیونکہ کھانے پینے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ کیونکہ بایاں ہاتھ تو نجاست و گندگی کی صفائی میں کام آتا ہے۔ اسی سے استنجا کیا جاتا ہے اور ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ شیطان اور کافروں کی مشابہت اور ان کا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے کوئی جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے (یا کوئی اور پینے کی چیز شربت، دودھ، چائے وغیرہ پئے) تو داہنے ہاتھ سے پئے، کیونکہ بائیں ہاتھ سے تو شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم شریف)۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ بہت سے مسلمان سنت کو نظر انداز کر کے فیشن پر عمل کرتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے پانی، چائے وغیرہ پیتے ہیں جو قابل ترک ہے۔)

حدیث زیر درس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ سے یہ فرمانا کہ اپنے سامنے اور قریب سے کھاؤ، اس رعایت و مصلحت پر مبنی ہے کہ دستر خوان پر شریک دوسرے کھانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ اگر تم ان کے سامنے سے کھانے لگو گے تو انہیں اس سے ناگواری ہوگی (جسے چاہے وہ زبان سے نہ بھی کہیں مگر دل میں ضرور ناگوار و تکلیف محسوس کریں گے۔)

اس ارشاد گرامی میں معاشرت کا یہ پہلو بھی ملحوظ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کی جائے جس سے اخوت باہم اور دوستی و محبت کے جذبات مجروح ہوتے ہوں اور نفرت و

عداوت پیدا ہوتی ہو۔

ضروری ہدایات

(۱) کھانے کے وہ آداب جو زیرِ درس حدیث میں بیان ہوئے ہیں انہیں دہرالیں۔ یعنی ''بسم اللہ'' پڑھنا، داہنے ہاتھ سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا۔

(۲) اس کے ساتھ کھانے کے مندرجہ ذیل آداب بھی ذہن نشین کر کے اپنے گھر والوں کو بھی یاد کرائیں۔

(الف) لقمہ چھوٹا ہونا چاہئے۔ (ب) خوب اچھی طرح چبا چبا کر اطمینان کے ساتھ کھانا چاہئے (ج) برتن کے کنارے سے کھانا چاہئے، درمیان سے نہیں کھانا چاہئے۔ (د) اگر کوئی لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا زمین پر گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھالینا چاہئے، پھینکنا نہ چاہئے، ہوسکتا ہے اس میں برکت ہو۔ (ہ) انگلیوں کو دھونے سے پہلے خوب چاٹ لینا چاہئے۔ سنت یہی ہے (و) کھانے کے بعد کم از کم '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہہ لینا چاہئے یا پوری دعا پڑھے (دعا یہ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

(۶) اگر کسی دوسرے کے گھر کھانا کھائیں تو اس کے حق میں یوں دعا کریں۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ۔ (یا یہ دعا پڑھیں) اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقِ مَنْ سَقَانَا، اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور رزق حلال کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ کے مطابق کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا اللہ اس درس کے ذریعے حضور علیہ السلام کی جو مبارک تعلیمات کا ہمیں علم ہوا ہے اپنی خاص توفیق سے اس پر عمل کرنے کی بھی ہمت وقوت عطا فرما۔

یا اللہ! اس درس حدیث کے ذریعے ہمیں اسلام کی جن بنیادی باتوں کا علم ہوا ہے اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو محبت تھی ہمیں بھی اس کا ذرہ عطا فرما کہ آپ کے محبوب کے طریقوں پر چلنا ہمارے لئے آسان ہوجائے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات' نورانی اعمال سے ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

كُلُّكُمْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى ، قَالُوْا وَمَنْ اَبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِىْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ اَبٰى.

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا، سوائے اس کے جو انکار کرے، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بھلا ایسا کون ہوگا جو انکار کرے؟ آپ نے فرمایا، جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (سمجھ لو کہ اس نے جنت میں جانے ہی سے) انکار کیا ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا لفظ "کلّکم" ہے (جس کے معنی ہیں تم میں کا ہر شخص) اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت مسلمہ کے جملہ اہل ایمان افراد مراد لئے ہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، شریف ہو یا رذیل، عالم ہو یا عامی، مال دار ہو یا نادار، سب ہی لوگ مراد ہیں، دوسرا فقرہ ہے: "ید خل الجنّة" (جس کے معنی ہیں، جنت میں داخل ہوگا) جس کی تشریح یہ ہے کہ مرنے کے بعد (قیامت اور حشر سے پہلے) صرف اس کی روح جنت میں داخل ہوگی، اور قیامت کے روز وہ شخص بذات خود اپنے جسم وروح کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ اس جنت کو "دارالابرار، دارالمتقین اور دارالسلام" بھی کہتے ہیں۔ دارالابرار تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں صرف "ابرار" (نیکوکار) ہی داخل ہوں گے، جو صاحب ایمان اور اہل طاعت ہوں گے۔ اور اسے "دارالمتقین" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں صرف اہل تقویٰ اور متقی و پرہیزگار لوگ ہی داخل ہوں گے۔ اسے "دارالسلام" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہر طرح کی سلامتی حاصل رہے گی۔ انہیں کوئی غم، تکلیف، مرض اور بڑھاپا وغیرہ کچھ نہ لاحق ہوگا اور نہ انہیں موت آئے گی، ہمیشہ کی زندگی سلامتی اور مسرت وخوشی کی رہے گی۔

اس حدیث میں ایک لفظ "اَبٰی" آیا ہے۔ جس کے معنی انکار کرنے کے ہوتے ہیں تو حدیث کے دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہوا کہ جنت میں وہی لوگ نہ جائیں گے جو خود ہی جنت کا انکار کریں گے اور چھوڑ دیں گے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ خدا اور رسول کی نافرمانی کر کے کفر وشرک میں مبتلا ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے جنت سے محروم رہیں گے ان کے حق میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی نافرمانیوں اور کفر وشرک کے ارتکاب کی وجہ سے خود ہی جنت میں جانا نہ چاہا اور اسے چھوڑ دیا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت وفرمانبرداری ہی کے ذریعہ جنت میں داخلہ ہوتا ہے، کیونکہ اس فرمانبرداری کی وجہ سے نفسانی خواہشات کو دبانے کا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعہ نفس بشری اور روح انسانی پاک وصاف ہو جاتی ہے، اور یہی طہارت و پاکیزگی کا داخلہ جنت کا سبب بن جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا** (وہ شخص فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا) اور "**اَفْلَحَ**" (یعنی فلاح

پانے) کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے دوزخ سے نجات بھی ملے اور جنت میں داخلہ بھی ہو، جب ہی تو اس کی کامیابی مکمل ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" (جسے نارِ جہنم سے دور رکھا گیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوگیا۔)

(۲) خدا اور رسول کی نافرمانی جنت سے محرومی اور داخلۂ جہنم کا سبب ہوتی ہے، اس نافرمانی ہی کی وجہ سے نفس انسانی اور روح انسانی میں خباثت و گندگی آجاتی ہے، اور نفس جب گندہ ہو جاتا ہے تو داخلہ جنت کے لائق ہی نہیں رہ جاتا، کیونکہ یہ بات بتائی جاچکی ہے کہ معصیت کا مطلب نافرمانی ہے، یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے آدمی اس پر عمل نہ کرے اور جس چیز سے روکا گیا ہے آدمی اس سے نہ رُکے، دونوں ہی صورتوں میں نافرمانی کرے، تو جب احکام پر عمل نہ ہوگا، ممنوعات سے پرہیز نہ ہوگا تو طہارت نفس اور تزکیۂ قلب حاصل نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ بھی کیسے ہو سکے گا۔

(۳) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب مسلمان ان مامورات و احکام سے واقف ہوں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ان معاصی و محرمات سے واقف ہوں جن سے روکا گیا ہے۔ اور یہ واقفیت علم دین حاصل کئے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(۴) مامور احکام اور ممنوع باتوں کی واقفیت کے لئے مسلمان کو دینی علم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، جن پر اطاعت رسول کا دارومدار ہے۔ خود دینی عقائد ہوں یا دینی احکام و اعمال ہوں سب ہی کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنائے، سب کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائے اور ہر ہر کام میں سنت نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا مُحَمَّدًا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هُوَ اَهْلُهٗ (معجم کبیر)

جو شخص یہ کہا کرے تو اسکے لئے ستر ہزار فرشتے ایک ہزار دن تک استغفار کرتے رہیں گے۔ (ص۴۰)

نماز کے بعد پڑھنے کی دعا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

یَا مَعَاذُ وَاللّٰہِ اِنِّی لَاُ حِبُّکَ اُوْ صِیکَ یَا مَعَاذُ لَا تَدَ عَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ.

ترجمہ: اے معاذ! بخدا! میں تم سے محبت رکھتا ہوں تم کو تاکید کے ساتھ یہ نصیحت وہدایت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد (یہ دعا کرنا اور یوں کہنا) ہرگز نہ چھوڑنا (ہر نماز کے بعد) کہنا اور دعا مانگنا۔

"اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ"

(اے اللہ! تو میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر وشکر کرتا رہوں اور تیری عبادت بہترین طور پر ادا کرتا رہوں) (ابوداؤد ونسائی)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا نام لے کر اور یا معاذ! کہہ کر مخاطب فرمایا ہے، جس سے غرض یہ تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا نام سنتے ہی حضرت معاذ پوری طرح متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں وہ پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جوان انصاری صحابی ہیں جنہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے علم وتفقہ کا اندازہ ہو چکا تھا اور آپ نے انہیں اس منصب کا اہل سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز اس طرح ان کا امتحان بھی لیا تھا۔

آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے معاذ! (یہ بتاؤ کہ) تم یمن میں پیش آنے والے معاملات ومقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس معاملہ کا حکم تم کو اللہ کی کتاب میں نہ مل سکے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ پھر آپؐ کی سنت وحدیث کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا کہ، اس کا حکم میری حدیث وسنت میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ تب میں اپنی عقل ورائے اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام لوں گا اور اجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت معاذؓ کے یہ جوابات سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت وخوشی کے ساتھ فرمایا: الحمد للہ، خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو ایسی بات سمجھا دی جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار میں قسم بھی کھائی ہے جو نفس حقیقت واقعہ کے مطابق بھی ہے اور عرب میں اس طرح کا استعمال رائج بھی تھا۔ اس لئے کسی کو اس پر کوئی کھٹک نہ ہونی چاہئے۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات مظہر احکام بھی تو تھی، پھر اس طرح کی قسم اُس بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے، تو آپ کا مقصد بھی اس قسم سے یہی ہے کہ حضرت معاذؓ پنجوقتہ نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی تاکید اچھی

طرح سمجھ لیں اور پابندی کے ساتھ یہ دعا ضرور مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل سے بھی ہو، زبان سے بھی ہو اور اس کی نعمتوں کا شکر بھی ہر نعمت ہر آن ہوتا رہے کہ وہ نعمتیں جس مقصد کے لئے دی گئی ہیں۔ اسی میں صرف ہوں۔ عبادات بھی حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوتی رہیں، ان میں کوئی نقصان اور کوتاہی و بے ادبی نہ ہونے پائے ورنہ ان عبادات پر وہ ثمرات وحسنات مرتب نہ ہوں گے جو ان عبادات سے مطلوب ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) ذکر وشکر کے اہتمام کی کوشش کیجئے اور یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر وشکر کا حکم دیا ہے" فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ "(تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کروں گا۔ اور تم لوگ میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو)

(۲) عبادات میں حسن اخلاص کی وجہ سے آتا ہے، اخلاص جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی حسن عبادات میں آئے گا۔ اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر عبادت شریعت کے مطابق ادا کی جائے، جو جگہ اور جو وقت مقرر ہو اسی جگہ اور اسی وقت ادا کی جائے، نہ جگہ بدلی جائے نہ وقت بدلا جائے۔

(۳) ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی ہوتا ہے اس لئے دل وزبان دونوں ہی کو ذکر میں مشغول رکھئے۔ اور جو اذکار سنت سے ثابت ہوں ان کا اہتمام ہونا چاہئے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذکر اور شکر اور حسن عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس درود شریف کے پڑھنے والے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی جس میں اس کے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ (ص ۱۶۷)

قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

" لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، يُحَذِّرُ مَاصَنَعُوْا. "

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا (یہ فرما کر) آپ ہم کو ان کی اس حرکت سے ڈرا رہے ہیں (اور ان کی نقل سے روک رہے ہیں) (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہود ونصاریٰ کی قبر پرستی کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے باخبر وآگاہ فرما رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو دی، کہ انہیں ان کی اس حرکت کی وجہ سے مستقل طور پر اپنی رحمتوں سے دور کردیا، کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ خاص طور پر قابل توجہ اور لائق غور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز وعظ ونصیحت ہے کہ آپؐ بظاہر تو ہمیں یہود ونصاریٰ کی ایک غلط روش کی خبر دے رہے ہیں مگر در پردہ اس طرح یہ خبر دے کر اور ان پر لعنت کی بددعا فرما کر آپؐ ہم مسلمانوں کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں ہم لوگ بھی یہ طریقہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہ ہو جائیں۔

افسوس کے ساتھ یہاں یہ کہنا پڑتا ہے، کہ ہم مسلمانوں ہی میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی بے عملی اور جہالت کی وجہ سے یا کچھ اپنے علماء سوء کی اندھی تقلید کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی قبروں کو (یہود ونصاریٰ کی طرح) مساجد اور سجدہ گاہ بنائے ہوئے ہیں، ان کے مقبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہاں سجدے کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تہدید آمیز اور تحذیر سے بھری ہوئی یہ حدیث پہنچی ہی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ عورتیں دور ہوں، ان پر اللہ کی لعنتیں ہوں جو اپنی حاجت طلبی کے لئے قبروں کی زیارت کرنے جاتی ہیں، انہیں سجدہ گاہ بناتی ہیں اور ان پر چراغ جلاتی ہیں (یا اگربتی سلگاتی ہیں)

اور صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حبشہ میں ایک کنیسہ (گرجا) دیکھا تھا جس میں بہت سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں اگر کوئی مرد صالح وبزرگ آدمی مرجاتا تھا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں بھی بنالیتے تھے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے بری حالت میں ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف میں دی ہوئی ہدایت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے عام فہم سیدھے سادے الفاظ میں اپنے عزیز واحباب کو سمجھایئے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں حدیث کے مطابق ایسے لوگ مستحق لعنت ہیں۔

(۲) اور اپنے دوست احباب کو بتایئے کہ جاہل لوگوں نے جو

طریقہ اپنا رکھا ہے کہ کبھی تو اپنے مردوں کو مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کبھی قبروں پر مسجدیں بنا لیتے ہیں یہ بات شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ اس پر خاموش رہنا اور اس پر روک ٹوک نہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۳) انہیں یہ بھی بتایئے کہ قبروں پر چراغاں کرنا، موم بتی جلانا، اگربتی جلانا یہ سب بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۴) انہیں یہ بھی بتایئے کہ مسجدوں میں تصویریں رکھنا یا قبروں پر تصویریں رکھنا بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں، اور جہاں کہیں ایسا ہو رہا ہے اسے دوکر دینا ضروری ہے۔

(۵) انہیں یہ بھی بتا دیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے ممنوع کیا گیا ہے کہ اس طرح لوگوں کے مبتلائے شرک ہو جانے کا اندیشہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نافرمانی اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے تمام کاموں سے محفوظ رکھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنیں اور جو لوگ ایسے کاموں میں مبتلا ہیں انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

جو شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہو
تو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے۔ (ص ۱۰۶)

2

مسنون وضو

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھراس میں سے پانی اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین بار بہایا اور دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ اس برتن میں ڈال کر پانی لے کر کلی کی اور ناک جھاڑی، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔اس کے بعد فرمایا کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِی ھٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِی ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْھِمَا نَفْسَہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے اسی طریقہ پر وضو کیا پھر فرمایا کہ جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے، پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے (تحیۃ الوضوء) جس میں وہ اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، تو اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ حدیث اگرچہ ظاہر میں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ تاہم یہ حدیث حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے کیونکہ روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے وضو ہی کی طرح وضو فرمایا، پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص میرے اسی وضو کی طرح وضو کرلے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پوری نماز میں کوئی وسوسہ اور دنیاوی بات اس کے دل میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف فرمادیتے ہیں۔

اس حدیث میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا ذکر تو کیا گیا ہے لیکن ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں ہے، اس کی توضیح یہی ہے کہ ناک جھاڑنا اور صاف کرنا تو ناک میں پانی لینے کے بعد ہی ہوتا ہے۔اس لئے وہ بات ضمناً خود ہی معلوم ہوجاتی ہے کہ پہلے ناک میں پانی ڈالا ہوگا، پھر ناک جھاڑی اور صاف کی ہوگی۔ اسی طرح سر کے مسح کے لئے صرف سر کا ذکر ہے، راوی نے کانوں کے مسح کا ذکر نہیں کیا ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ کان سر کے ساتھ اور اس کے تابع ہیں، سر کے ساتھ ہی ان کا مسح ہوتا ہے، علیحدہ سے مستقل مسح کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حدیث زیر درس میں یہ بات جو کہی گئی ہے کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھی جانے والی نماز میں اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، کسی قسم کا وسوسہ وخیال نہ آئے، اس سے دنیاوی بات مراد ہے۔ آخرت کا یا دوزخ، جنت کا خیال آئے تو وہ حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگا۔ اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لیں کہ گناہوں کی معافی صرف صغیر گناہوں کی ہوتی ہے، گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد کے گناہ صاحبِ حق کے معاف کرنے سے معاف ہوں گے۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث مذکورہ میں وضو کے جو فرائض بیان ہوئے ہیں

(یعنی پورا چہرہ دھونا، کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، سر کا مسح کرنا، ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا) انہیں اپنے گھر والوں کو یاد کرادیجئے۔ پھر اعضاء جسم کے لحاظ سے وضو میں جو ترتیب مسنون ہے وہ بتایئے (کہ پہلے چہرہ دھوئیں، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئیں) انہیں یہ بھی بتایئے کہ وضو کے یہ اعضاء ترتیب کے ساتھ لگاتار (بغیر وقفہ کے) دھوئے جائیں گے۔ پورا وضو ایک ہی وقت میں ہونا چاہئے۔ درمیان میں طویل وقفہ نہ ہونا چاہئے کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

وضو کی سنتیں: (۱) پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا، ناک صاف کرنا (۴) دونوں کانوں کا مسح ہونا (۵) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

(۲) انہیں یہ بھی بتایئے کہ وضو کا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو کے وقت طہارت حاصل کرنے کی اور ادائے عبادت کی نیت بھی ہونی چاہئے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس شخص کے پاس صدقہ دینے کے لئے کوئی چیز نہ ہو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے یہ اس کے لئے زکوٰۃ کے قائم مقام ہے۔

غسل کا طریقہ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی رکھا کہ آپ غسل فرمالیں تو

فَأَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شَمَائِلِهٖ فَغَسَلَ مَذَاکِیْرَهٗ ثُمَّ دَلَکَ یَدَیْهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَاسَهٗ ثَلاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰی عَنْ مَقَامِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَیْهِ.

ترجمہ: آپ نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دو یا تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنے ہاتھ مٹی پر رگڑ کر دھوئے۔ پھر کلی کی اور ناک (میں پانی لے کر) صاف کیا۔ پھر اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر تین بار اپنا سر دھویا، پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس روایت کی راویہ حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ ہیں۔ یہ غسل آپ نے ان کے مکان میں فرمایا ہوگا۔

حدیث شریف میں ''شرمگاہ'' کے معنی میں لفظ ''مذاکیر'' استعمال کیا گیا ہے۔ غسل جنابت میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ پاک کئے جائیں گے۔ پھر ''شرمگاہ'' اور نجاست دھوئی جائے گی۔ حدیث زیر درس میں شرمگاہ کے دھونے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر دھونے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ نجاست کی جگہوں پر ہاتھ لگنے کی وجہ سے ہاتھ میں بدبو آ جاتی ہے، اسے دور کرنے کے لئے ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے سے وہ بدبو دور ہو جاتی ہے۔ صفائی و پاکیزگی کی یہ ضرورت اب صابن کے استعمال سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن سنت کا ثواب و فضیلت تو مٹی ہی سے صاف کرنے میں حاصل ہوگی۔

اس حدیث میں پہلی حدیث کے برخلاف ناک میں صرف پانی ڈالنے کا تو ذکر ہے لیکن ناک جھاڑنے اور صاف کرنے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں ہی لازم وملزوم ہیں۔ کہیں ایک کو ذکر کیا لیکن دوسرے کو ذکر نہیں کیا۔ اور کہیں دونوں کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اگلے فقرہ میں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا ذکر ہوا۔ مگر سر اور کان کے مسح کا ذکر رہ گیا۔ بلکہ سر کو تین بار دھونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا۔ اس روایت کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ نے وضو میں سر دھونے سے پہلے سر اور کانوں کا مسح بھی فرما لیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے سر مبارک دھونے سے پہلے سر کے بالوں کی جڑ میں پانی کے ساتھ خلال فرما لیا تھا تا کہ سردی کی وجہ سے زکام کا اثر نہ ہونے پائے۔ اس روایت میں پاؤں دھونے کے لئے اس پہلی جگہ سے ہٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس کی غرض بھی صرف یہ ہے کہ بعض جگہوں پر غسل کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتا ہے اس لئے وہاں

دوسری جگہ پاؤں دھوئے اور جوتے پہن لئے۔

ضروری ہدایات

(۱) آپ اپنے زیر تربیت افراد یعنی اپنے بچوں اور بیوی وغیرہ کو یہ بتا دیں کہ غسل کی یہی کیفیت اور یہی طریقہ مسنون و مطلوب ہے، جن موقعوں پر شریعت میں غسل واجب یا مسنون ہے (چاہے وہ غسل جنابت ہو یا حیض ونفاس کا غسل ہو، یا جمعہ کا غسل ہو، یا حج وغیرہ کے احرام کا غسل ہو، یا وقوف عرفہ کے لئے یا دخول مکہ کے لئے ہو سب کا یہی طریقہ ہے)

(۲) نیز استنجاء کے بعد ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے یا صابن سے دھونے کے متعلق یہ بات بتا دیں کہ اس سے اسلام کی نظافت اور طہارت پسندی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح سر کے بالوں کی جڑوں کا پہلے سے خلال کر لینا کہ یکدم پانی سر میں پہنچنے سے زکام کا اثر نہ ہو جائے۔ یہ طبی رعایت اسلامی تعلیمات کی خوبی کا پتہ دیتی ہے۔

(۳) اور یہ بھی کو تاکید کے ساتھ بتا دیں کہ غسل کے وقت بدن پر جب پانی بہایا جائے تو اس وقت ساتھ ہی ساتھ بدن کو اچھی طرح رگڑنا اور ملنا بھی چاہئے۔ بدن کا کوئی حصہ بال برابر بھی سوکھا نہ رہنے پائے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روئیں اور ہر بال کی جڑ میں جنابت کی نجاست کا اثر رہتا ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو تمام دینی احکام کا صحیح علم اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ
وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص چاہے کہ بڑے پیمانے کے ساتھ اس کو ثواب دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے۔ (ص۳۲)

تیمّم

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جنابت ہوگئی جہاں مجھے پانی نہ مل سکا تو میں نے تیمّم کے لئے زمین پر لوٹ لگائی (کہ پورے بدن پر مٹی لگ جائے) اور نماز پڑھ لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ

وَاِنَّمَا یَکْفِیْکَ ھٰذَا وَضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِکَفَّیْہِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِیْھِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ وَ کَفَّیْہِ.

ترجمہ: تمہارے لئے صرف اتنا ہی کافی تھا (یہ فرما کر) آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے (اور ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی کو جھاڑنے کے لئے) ہاتھوں پر منہ سے پھونک ماری پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیا (بخاری ومسلم) (اور دار قطنی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں پر گٹوں تک مسح کیا۔) (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث شریف میں ''اَجْنَبْتُ'' کا لفظ آیا ہے یعنی مجھ کو جنابت ہوگئی، احتلام ہوگیا، غسل واجب ہوگیا اور یہ حالت سفر میں تھے، وہاں پانی نہ تھا، اس کے بعد دوسرا لفظ ''تَمَعَّکْتُ'' آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے کپڑے اتار کر زمین پر لوٹ لگائی کہ سارے بدن پر مٹی لگ جائے (یعنی حضرت عمارؓ کو قرآن مجید کی آیت معلوم تھی، تیمّم کا حکم بھی معلوم تھا۔ مگر یہ سمجھے کہ غسل کے تیمّم کے لئے شاید پورے بدن پر مٹی لگانی پڑتی ہوگی۔ اسی لئے اپنی سمجھ کے مطابق یہی کیا) اور سفر سے واپس آنے پر اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ غسل کے تیمّم کا طریقہ بھی یہی کافی تھا کہ اس طرح تیمّم کر لیتے۔ یہ فرما کر آپ نے تیمّم کر کے انہیں دکھلا دیا۔ اور مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں پر پھونک اس لئے ماری کہ چہرے پر مٹی لگ کر بھبھوت نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیمّم کے وقت دو بار ہاتھ مارے تھے ایک بار چہرے پر ملا تھا دوسری بار دونوں ہاتھ گٹوں تک ملے تھے۔ احتیاط اسی میں ہے، احناف کا مسلک بھی اسی احتیاط پر مبنی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف میں تیمّم کے دونوں ہی طریقے مروی ہے (پہلا طریقہ دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر تیمّم کرنے کا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے) اوپر بتایا جا چکا ہے کہ احتیاط حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے کہ دونوں عضو کے لئے تازہ مٹی پر ہاتھ پھیرا گیا ہو۔ اس میں طہارت زیادہ ہے)

(۲) مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد انہیں منہ سے پھونکنے کا منشاء نظافت وصفائی ہے (جسے اسلام میں جزو ایمان بتایا گیا ہے۔) منہ سے مٹی نہ پھونکیں گے تو بھبھوت بن جائے گا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر ہر موقعہ کے مطابق شرعی حکم پر سنت کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اسے قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین

گناہوں کو ختم کرنے والے اعمال

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحاب کرام سے) فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسے کام نہ بتادوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کر کے مٹادیں اور جن کی وجہ سے گناہوں کا کفارفرمادیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ہاں ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیں! آپ نے فرمایا

اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَااِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَالِكُمُ الرِّبَاطُ.

ترجمہ: ایسے وقت میں وضو کرنا جب (سردی یا کسی بھی وجہ سے) وضو کرنا گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت خوب اچھی طرح سے تمام اعضاء وضو کو دھونا اور مسجد تک جانے کے لئے زیادہ قدم چل کر جانا، اور ایک نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں لگ جانا (یہ تین کام گنانے کے بعد) آپ نے فرمایا جو شخص یہ تینوں کام کر لیتا ہے تو سمجھئے کہ وہ سرحد کی فوج میں رات بھر حفاظت اور پہرہ میں لگا رہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان کئے ہوئے مضمون کی اہمیت ظاہر فرمانے کے لئے اپنے مخاطب صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ، کیا میں تم کو ایسے کام نہ بتادوں الخ؟ یہ استفہام اسی لئے تھا کہ چونکہ کچھ اہم بات بیان ہونے جارہی ہے، اس لئے تمام مخاطب پوری طرح متوجہ ہوجائیں اور سمجھ لیں کہ اس وقت کوئی اہم بات ارشاد فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے کہ حدیث زیر درس میں نہایت اہمیت و فضیلت رکھنے والے تین چھوٹے چھوٹے اور نہایت آسان کام بتا کران پر بڑے اجروثواب ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ یعنی جس وقت وضو کرنا زیادہ سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت طبیعت کے تقاضے کے خلاف خوب اچھی طرح مبالغہ کے ساتھ تمام اعضاء وضو کو دھو کر وضو کیا جائے۔ اور مسجد میں نماز جماعت کے لئے جتنے زیادہ قدم طے کئے جائیں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔

اس موقع پر الفاظ حدیث میں پہلے تو ایک لفظ ''خطایا'' آیا ہے۔ یہ خطیۂ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں جان بوجھ کر کوئی گناہ کرنا۔ دوسرا ایک لفظ ''ذنب'' آیا ہے۔ ذنب ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت و مواخذہ اور پکڑ ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ''ذنب'' اور گناہ اپنی مرضی واختیار سے جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ اس حدیث میں وضو کے وقت ''اسباغ'' کا لفظ آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وضو میں تمام اعضائے وضو کو خوب مبالغہ کے ساتھ اچھی طرح دھویا جائے کہ کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ اسی موقع پر دوسرا ایک لفظ ''علی المکارہ'' آیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وضو کرنا ناگوار ہو اس ناگواری کے باوجود خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کے لئے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے۔ دوسرے فقرہ میں ایک لفظ ''**کثرة الخطا الی المساجد**'' آیا ہے یہ لفظ ''خُطَا'' (حرف خا کے پیش کے ساتھ) خطوہ کی جمع ہے جس کے معنی ''قدم'' کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مسجد میں با جماعت نماز پڑھنے کے لئے زیادہ قدم چل کر دور سے آنا بھی بہت بڑی فضیلت اور اجروثواب کا کام ہے۔ جن کے مکان، دکان،

کارخانے وغیرہ مسجد سے دور ہوں اور وہ زیادہ قدم چل کر مسجد آئیں وہ اس کے مستحق ہوں گے۔

تیسرا فقرہ ’’انتظار الصّلٰوۃ بعد الصلٰوۃ‘‘ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد ہی سے دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں لگ جائے۔ فجر کے بعد ظہر کا، ظہر کے بعد عصر کا اور عصر کے بعد مغرب کا انتظار اور مغرب کے بعد نماز عشاء کی فکر وانتظار میں لگا رہے۔ یہ انتظار بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ان تینوں کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ان مجاہدین کو ملتا ہے جو اسلامی فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی میں ملتا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنا کر یہ بات بھی بتائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیت کرنے اور انہیں دینی راہ پر چلانے کا کس درجہ شوق تھا کہ آپ اپنی بات پہنچانے اور اس پر انہیں آمادہ کرنے کے لئے کس کس طریقہ سے ترغیب اور شوق دلانے والے عنوان اختیار فرماتے تھے۔

(۲) یہ بات بھی بتادیں کہ حدیث زیر درس میں ’’رباط‘‘ کا جو لفظ آیا ہے اس سے جو رباط مراد ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے’’ یعنی اے ایمان والو، صبر کرو اور جب دوسروں سے مقابلہ ہو تو مقابلہ میں بھی صبر وثبات اختیار کرو۔ اور مقابلہ درپیش نہ ہو تو بھی مقابلہ کے لئے مستعد وتیار رہو) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے کہ فلاح پاجاؤ گے) لہذا جو شخص اس رباط حقیقی پر عمل کرنے سے عاجز ہو کہ اس پر عمل کی صورت موجود نہ ہو تو وہ اس حدیث میں بتائے ہوئے اعمال پر عمل کر کے رباط کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔

(۳) آپ سامعین کو بتادیں کہ مکان، دکان کا مسجد سے دور ہونا ثواب کو کس قدر بڑھا دیتا ہے جتنے زیادہ قدم چلیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ جو کوتاہیاں ہم سے ہوچکیں انہیں معاف فرمائے اور آئندہ کیلئے گناہوں سے بچا کر نیک اعمال والا بنائے اور رباط کا ثواب عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْعٰلَمِیْنَ
حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَلٰوۃً اَنْتَ لَهَا
اَهْلٌ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ كَذٰلِكَ

جو شخص صبح وشام سات سات مرتبہ اس درود شریف کو پابندی سے پڑھے گا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو باعزت رکھے گا۔ (ص ۱۶۴)

نو صفات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْاِخْلَاصِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْعَدْلِ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدِ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَ اَنْ اَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیْ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ نُطْقِیْ ذِکْرًا وَصَمْتِیْ فِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَۃً.

ترجمہ: مجھ کو میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔(۱) اخلاص کا حکم دیا ہے پوشیدہ طور پر بھی، ظاہر میں بھی (۲) عدل وانصاف کا حکم دیا ہے خوشی کی حالت میں بھی اور غضب کی حالت میں بھی (۳) اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے مالداری کی حالت میں بھی اور ناداری کی حالت میں بھی (۴) اور یہ حکم دیا ہے کہ جو میرے ساتھ زیادتی کرے اسے معاف کردوں (۵) اور جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے جوڑ کر رہوں (۶) جو مجھے محروم رکھے میں اسے محروم نہ رکھوں بلکہ اسے عطا کروں (۷) میری گویائی اور میرا بولنا اللہ تعالیٰ کا ایک ذکر رہے (۸) میری خاموشی اللہ کی فکر میں گزرے (۹) اور میری ہر نظر عبرت رہے۔ (اخرجہ ابن الاثیر فی جامع الاصول وفی المشکوۃ والقرطبی عن رزین)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف نو کی گنتی فرمائی۔ اس کے ساتھ معدود کے لئے کوئی لفظ نہیں فرمایا ہے۔ بعد میں ذکر ہونے والی نو باتیں معدود ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح فرمائی ہے۔

(۱) پہلی چیز اخلاص ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کی جائے اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔

(۲) دوسری چیز عدل وانصاف ہے۔ انسان کو چاہئے کہ خوشی کی حالت ہو یا غصہ وغضب کی حالت ہو ہر حال میں عدل و انصاف ملحوظ رکھے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہو چاہے وہ کوئی بھی بات ہو اور کوئی بھی فیصلہ ہو۔ اور چاہے خوشی میں ہو یا غضب کی حالت میں ہو۔ عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اعتدال ومیانہ روی ہر بات اور ہر معاملہ میں اختیار کی جائے۔

(۴) جو کوئی ظلم وزیادتی کرے اس سے بدلہ نہ لیا جائے۔ بلکہ اسے معاف کر دیا جائے۔

(۵) جو شخص تم سے قطع تعلق کرے اس سے مل کر اور جوڑ کر رہو۔

(۶) جو شخص تم کو محروم رکھے تم اسے دیتے رہو، تم اسے محروم نہ کرو۔

یہ چھ باتیں اور ہدایتیں مکارِ اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں۔

(۷) ساتویں بات یہ ہے کہ مسلمان کی گویائی وتکلم (اس کا بولنا) صرف اللہ کے ذکر میں ہونا چاہئے۔ اس کی ہر بات اور اس کے ہر کلام کی روح اور جان اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہونا چاہئے۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ اس کا سکوت بھی یونہی اور بیکار نہ ہو بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلقت ومخلوقات میں اس کی قدرت و مصنوعات کی فکر میں صرف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کس

طرح راضی وخوش کر سکتا ہے؟

(۹) نویں بات یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ومصنوعات پر جب نظر کرے تو وہ نظر عبرت ہو۔ اس سے عبرت حاصل کرے اور اس پر غور کرے کہ وہ خود کس طرح صلاح وفلاح حاصل کر سکتا ہے؟

ضروری ہدایات

(۱) آپ اپنے احباب کو یہ بتائیں کہ یہ یہ صفات انسانی اسلامی مکارم اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں جن سے آراستہ ومتصف ہونا ہر مسلمان کے کمالِ اسلام کے لئے ضروری ہے، انہیں حاصل کرنے پر ذوق وشوق اور رغبت کے ساتھ محنت ہونی چاہئے۔

(۲) اور یہ بھی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ''اخلاص'' کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ''اخلاص'' کے ساتھ دینی اعمال انجام دینا فرض ہے۔ اسی طرح عدل و انصاف اختیار کرنا بھی قرآن مجید کی رو سے ضروری ہے۔ (اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (عدل کرو یہ عدل سے بہت زیادہ قریب ہے) اسی طرح اعتدال ومیانہ روی اختیار کرنا بھی واجبات دین سے ہے۔

(۳) تیسری چوتھی اور پانچویں ہدایات کے متعلق اپنے احباب اور اپنے بچوں کو سمجھایئے اور بتایئے کہ یہ باتیں بھی حسن اخلاق کی ہیں کہ ظلم وزیادتی کرنے والے کو معاف کیا جائے، نہ دینے والے کو دیا جائے اور قطع تعلق کرنے والے سے رشتہ وتعلق جوڑا جائے۔

(۴) اپنے سامعین کو ترغیب دیں کہ حسن اخلاق کی یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں کہ دوسرے لوگ انہی صفات کی وجہ سے انہیں پہچان لیا کریں کہ یہ شخص مسلمان اور پیرو سیرت نبوی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ

جو شخص جمعہ کے دن ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے تو وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔ (ص ۶۰)

ایمان اور استقامت

حضرت عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ میں پھر اسلام کے بارے میں آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.

ترجمہ: یہ کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لے آیا۔ اور پھر اسی بات پر ثابت قدم رہو۔ اسی پر استقامت کرو، (اپنی زندگی میں کوئی ایسی بات نہ کرو جو اس اعلان کے خلاف ہو) (مسلم شریف)

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں یہ چند باتیں تشریح طلب ہیں:۔

(۱) سائل (یعنی حضرت عبداللہ ثقفیؓ) نے آپ کے نام کی جگہ ''یارسول اللہ'' کہہ کر آپ کو مخاطب کیا ہے۔ اس میں دو باتیں ملحوظ ہیں ایک تو یہ کہ اس عنوان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ صاحب ایمان مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری بات کہ اس طرح قرآن مجید کی اس ممانعت کی تعمیل بھی ہوگئی جس میں آپ کا نام نامی لے کر آپ کو مخاطب کرنے سے روکا ہے۔ سائل نے بھی یہی کیا کہ آپ کے نام کی جگہ ''یا رسول اللہ'' کہا۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں آپ کو متعدد جگہ مخاطب کیا ہے، لیکن ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا ہے بلکہ ''یاأَیُّھَا النَّبی'' اور ''یایھا الرسول'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

(۲) پوچھنے والے نے ''فی الاسلام'' (اسلام کے بارے میں) سوال کیا ہے جس سے مراد شریعت اسلامی ہے جس کی روشنی میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں، یعنی اسلامی عقائد و عبادات، احکام و آداب اور اخلاق وغیرہ۔

(۳) ان سائل صحابی نے یہ بات کیوں کہی کہ پھر آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھو؟ یہ اسلئے کہ آپ مجھے ایسی ہی بات بتائیں جو میری نجات دوزخ اور داخلہ جنت کے لئے کافی ہو جائے۔

(۴) اس سوال کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ مختصر اور کافی جواب ایسا ہے کہ یہ جواب بجائے خود آپ کا اعجاز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان لاؤ اور اس کا برملا اظہار بھی کرو اور پھر اس پر استقامت بھی رکھو۔ کیونکہ ایمان تین باتوں کا مجموعہ ہے۔ دل سے اعتقاد ہو، زبان سے اقرار اور ارکان جسم سے اس پر عمل بھی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو یہ جواب دیتے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ قول جو سورۂ فصلت اور سورہ احقاف میں آیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا'' اپنے پیش نظر رکھی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں کو، دوستوں کو اور دیگر ساتھیوں کو اس حدیث کی روشنی میں سمجھا دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب ضروری ہے، حضرات صحابہؓ میں سے کوئی شخص یوں کبھی نہیں کہتا تھا (بے ادبی نقل معاف ہو) کہ ''محمد'' نے کہا یا میں نے محمد کو دیکھا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فلاں بات کا حکم دیا

ہے یا فلاں کام کرنے سے منع کیا ہے۔ بلکہ ہر موقع پر نام کے بجائے رسول اللہ کہتے تھے یا نبی اللہ کہتے تھے۔

(۲) اور ان سب کو ''ایمان'' اور ایمان پر استقامت کی فضیلت واہمیت سمجھایئے اور یہ بھی بتایئے کہ ایمان تین باتوں کے مجموعہ سے تکمیل پاتا ہے یعنی عقیدہ، اقرار اور احکام شرع پر عمل جب یہ تین باتیں پائی جائیں گی ایمان کامل ومکمل ہوگا۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ انسان کی نجات وکامیابی کا صحیح اور واحد ذریعہ یہی ایمان ہے۔

(۳) اور سب دوستوں کے سامنے یہ حقیقت بھی رکھئے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عملی تعلیم کے حریص وخواہشمند اسی لئے رہتے تھے کہ ایمان کی تکمیل ہوجائے اور اس کے ذریعہ دین ودنیا میں سعادت حاصل ہو اور دارین میں نجات وفلاح سے شادکام ہوں۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ بالا یمان نصیب فرمائے۔ آمین

صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ایک ہزار دن تک ستر فرشتے اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔ (ص ۱۷۷)

اچھی چیزوں کا صدقہ کرو

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے مسجد تشریف لائے (مسجد میں دیکھا کہ کسی شخص نے کھجور کے گچھے (کئی ایک) یا ایک ہی گچھا مسجد میں (ستونوں کے درمیان الگنی سے باندھ کر) لٹکا رکھا ہے۔ آپ کے دست مبارک میں عصا تھا، تو آپ اسی لاٹھی سے کھجور کے گچھوں پر مار مار کران کی کھنکناہٹ کی آواز نکالنے لگے اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے کہ

لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِاَطْيَبَ مِنْهَا اِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَاكُلُ الْحَشْفَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ترجمہ: اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اس سے اچھی کھجوروں کو صدقہ کر سکتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے ایسا ردی وخراب صدقہ کرنے والا قیامت میں ردی ہی کھجور کھائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح: یہاں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں اور اسی ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد مبارک بھی نقل ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے مسجد کے لئے نکلے اور صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں (صحابہ کرام) میں سے کسی نے کھجور کے کئی گچھے یا ایک ہی گچھا تارسی کی الگنی سے مسجد نبوی کے دو ستونوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔ "قِنو" یعنی گچھا۔ اس کی جمع آقناء ہے یعنی کئی گچھے۔ راویٔ حدیث کو شک ہے کہ ایک ہی گچھا تھا یا کئی گچھے تھے۔ شمال افریقہ کے لوگ اسے قِنو کے بجائے عرجون کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں لاٹھی تھی جس سے آپ نے ان گچھوں کو کھڑ کھڑانا شروع کر دیا (یعنی کھجوریں سوکھ کر بالکل چھوہارے بن گئی تھیں کہ ان پر لاٹھی مارنے سے کھنکناہٹ کی آواز نکلنے لگی تھی) اسی کے ساتھ آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو ان سوکھی کھجوروں سے اچھی کھجوریں بھی تو اس کے پاس ہوں گی، وہ اچھی کھجوریں صدقہ کر دیتا۔ لیکن اس کے بخل نے ایسا نہ کرنے دیا۔ مارے کنجوسی کے یہ سوکھی کھجوریں صدقہ کیا۔ اب اس شخص کو قیامت میں ایسی ہی سوکھی کھجوریں ملیں گی (حشف ردی کھجور کو کہتے ہیں) اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت میں جزائے عمل کے مطابق ہوگی، اچھی کھجور صدقہ کرنے پر اچھی کھجوریں ملیں گی، سوکھی کھجور صدقہ کرنے پر سوکھی کھجوریں ملیں گی۔

ضروری ہدایات

(۱) بچوں کو بھائیوں کو اور دوستوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام ادب اور آپ کے حسن اخلاق سے مطلع کیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا "ادب محمدیؐ" کس درجہ بلند وعظیم تھا کہ صاحب صدقہ کو دریافت کئے بغیر ایسے صدقہ کی مذمت و برائی تو کر دی لیکن اس شخص کو کسی بھی طرح سے شرمندہ نہیں کیا۔

(۲) لوگوں کو بتایئے کہ آخرت میں برائی کا بدلہ برائی ہی سے دیا جاتا ہے مگر برائی کا بدلہ صرف برائی کے برابر ہی ہوتا ہے۔ اور نیکی کی جزا دس گنا کر کے دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ اِلَّا مِثْلَهَا ''یعنی نیکی کرنے والے کو ایک نیکی کی جزا دس گنا ملے گی اور جو برائی کرے تو اسے ایک ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(۳) اپنے سب متعلقین کو حضرات صحابہؓ کے اس طریقہ فضل و کرم کی طرف متوجہ کیجئے اور انہیں بتایئے کہ ان حضرات کا یہ معمول تھا کہ وہ کھجور کے گچھے لا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے کہ جو لوگ نادار ہوں، خرید نہ سکتے ہوں وہ اس طرح کھجور کھا لیں اور کوئی کسی کا ممنون احسان نہ ہو۔ (مختلف پھلوں کے موسم میں اہل باغ کو یہ مردہ سنت زندہ کرنی چاہئے۔ دیندار تک صدقہ پہنچنے کی بہترین شکل ہے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں صدقہ دینے والا بنائے، بخل سے بچائے اور سخی بنائے، آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص اسی ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف فرما دیں گے۔ (ص ۱۶۶)

قتال کا مقصد

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً ارَسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَقَوْلُهٗ لَیْسَ مَادُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عُشْرِیًّا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (بخاری)

ترجمہ: بخاری کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد و قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ بھی شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے اور اس کی کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (اور دین اسلام کے سارے احکام پر عمل کرنے لگیں کہ) نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا قول یہ بھی ہے کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قدرتی کانوں سے نکلنے والی چیزوں پر پانچواں حصہ زکوٰۃ نکلے گی۔ (بخاری) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ آسمان کی بارش یا چشمے سے سینچے ہوئے غلہ اور پھل پر اور عشری زمین کی پیداوار پر عشر واجب ہوگا اور جو کنویں وغیرہ سے سینچا جائے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ دیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ" ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں غیر مسلم لوگوں سے اس وقت تک قتال و جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا اقرار نہ کریں۔ اگر وہ یہ اقرار نہیں کرتے تو میں ان سے قتال کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود برحق مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیں اور ان سے محبت کرنے لگیں، ان کی اطاعت کرنے لگیں، نماز قائم کرنے لگیں یعنی پنج وقتہ نمازیں ان کے شرائط و آداب کے ساتھ مسجد میں پڑھنے لگیں۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگیں یعنی جس قسم کا مال ہو اس کی جو مقدار زکوٰۃ میں واجب ہو وہ ادا کرنے لگیں۔ حدیث میں "خمس اواق" کا ایک فقرہ آیا ہے۔ اواق اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ کا وزن چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ چاندی سونا وغیرہ کی کان کو "رکاز" کہتے ہیں، اس میں سے پانچواں حصہ زکوٰۃ میں نکالا جائے گا اور مصرف زکوٰۃ میں خرچ کیا جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے سب متعلقین کو سمجھایئے اور بتایئے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے اور اس کا اقرار کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے اقرار و شہادت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھے، آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور آپ کی رسالت کی پوری پیروی کرے۔

(۲) لوگوں کو سمجھایئے کہ زکوٰۃ نماز کی بہن ہے۔ لہٰذا جس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو نماز کی طرح اسے بھی ضرور ادا کرے۔ زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا بہت سخت گناہ ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو کلمہ کے سب تقاضوں کو پورا کرنے والا بنائے۔ نماز- روزہ- زکوٰۃ- حج- جہاد سب کی توفیق دے۔ آمین

صلہ رحمی

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى، اَنَا الرَّحْمٰنُ وَهٰذِهِ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں رحمٰن ہوں، اور میں نے اس رحم (صلہ رحمی) کے لئے اپنے اسی نام سے مشتق کر کے ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ تو جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے "رحم" کے تعلق کو جوڑ کر رہتا ہے تو میں اس سے جوڑ کر رہتا ہوں اور جو اسے توڑتا ہے میں اس سے قطع تعلق کر لیتا ہوں۔ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی)

تشریح: یہ حدیث حدیث قدسی ہے (حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب فرما کر کوئی ارشاد نقل فرمائیں)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات خاص کے لئے ایک نام "رحمٰن" بتایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے "هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ" حدیث زیر درس کی تشریح بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب مخلوق کا خلق ہو چکا تو "رحم" کھڑا ہو گیا اور بولا کہ میرا یہ قیام "قطعِ رحم" سے محفوظ رہنے کی خاطر آپ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ہاں! تمہاری بات منظور ہے۔ کیا تو اس پر راضی ہے کہ میں یہ اعلان کر دوں کہ جو تجھے جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا، اور جو تجھے قطع کرے گا میں اس سے قطع تعلق کر لوں گا۔ رحم نے کہا، ہاں ہاں یہی ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا، تجھے یہی مقام دے دیا گیا ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ لہذا مبارک ہیں وہ لوگ جو قطع رحمی سے بچتے اور صلہ رحمی اختیار کرتے ہیں۔ صلہ رحمی ان مندرجہ ذیل باتوں سے برقرار و پائیدار رہتی ہے۔

(۱) تکلیف وایذارسانی کو روکنا۔

(۲) اکرام واحترام کا برتاؤ کرنا۔

(۳) حسن سلوک وخیر خواہی، داد و دہش کرتے رہنا۔

قطع رحمی ان باتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان سے احتراز کیا جائے۔

(۱) زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانا۔

(۲) اہانت و بے حرمتی و بے عزتی کرنا۔

(۳) حسن سلوک، خیر خواہی، داد و دہش نہ کرنا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں، بھائیوں اور سب گھر والوں کو بتایئے اور یاد دلایئے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ کوشش کر کے جتنے نام یاد کر سکیں یاد کر لیں کہ دعا کے وقت ان ناموں کے ساتھ ساتھ بھی دعا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" (اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اچھے اچھے نام ہیں، جس نام سے چاہو اس سے دعا کیا کرو)

(۲) اپنے بچوں کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گویائی کا مادہ دیا ہے۔ اس کی تمام مخلوقات حیوان ہو یا جمادات سے ہو یا کسی بھی قسم کی مخلوق سے ہو، اللہ تعالیٰ جب بھی اس کو بلوانا چاہیں گے وہ بولے گی۔ اس کی دلیل سورہ "فُصِّلَتْ" میں مذکور ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (اور کافر اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی اور کیسے دیدی؟ وہ (جواب میں) کہیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صلہ رحمی کرنیوالا بنائے قطع رحمی اور نفرت و ناچاقی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال

(۱) عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنَ قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: نماز کے مقررہ وقت پر نماز پڑھ لینا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک۔ پھر میں نے پوچھا، پھر اس کے بعد کونسا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال سے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ یہ پتہ چلا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اس کے پسندیدہ اعمال پر عمل کر کے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وخوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ نماز مقررہ وقت پر ادا کی جائے۔ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور حسن سلوک کیا جائے جس کی صورت یہی ہے کہ جائز و پسندیدہ کاموں میں ان کی اطاعت کی جائے، انہیں تکلیف سے بچایا جائے، ان کے ساتھ بھلائی کی جائے، انہیں دیا لیا جائے اور ایک پسندیدہ کام اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ جو زبان سے بھی ہوتا ہے، مال سے بھی ہوتا ہے اور آلات حرب سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں ہو، نصرتِ دین اور نصرتِ مومنین کی نیت سے ہو، لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچانے کی نیت سے ہو۔

اور ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے اس میں ''عقوق الوالدین'' (والدین کی نافرمانی) کا ذکر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ والدین کی نافرمانی بھی گناہ کبیرہ ہے بلکہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال سے ہے اور عقوق الوالدین اس کی ضد ہے۔ لہذا ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے اور ان کی نافرمانی کے معاملہ میں ڈرتے رہنا چاہئے۔ اسی کے ذریعہ ہم لوگ سعادت جنت ونعمت آخرت میں خدائے قادر ومتقدر کے ہاں حاصل کر سکتے ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں اور نوجوانوں سب کو بتایئے کہ حسن سلوک کے معاملہ میں ماں، باپ پر مقدم ہے۔ بخاری شریف کی حدیث کی وجہ سے جس میں ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تیری ماں، انہوں نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ

نے فرمایا تیری ماں۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ تیری ماں۔ انہوں نے کہا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ پھر تیرا باپ مستحق ہے۔

(۲) اپنے بچوں بڑوں سب کو یہ بھی بتایئے کہ والدین کے کچھ حقوق ان کی وفات کے بعد اولاد کے ذمہ ہوتے ہیں (۱) ان کی نماز جنازہ پڑھے (۲) ان کے لئے استغفار (اور ایصال ثواب کرے) (۳) انہوں نے دوسروں سے جو جائز عہدو پیمان کئے ہوں انہیں پورا کرے جن رشتہ داروں سے والدین کا واسطہ ہوان رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھے۔ ان کے دوست واحباب کا اکرام کرے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پسندیدہ عمل کرنے والا بنائے' نوجوانوں کو والدین کا فرمانبردار بنائے' ہم میں جن کے والدین میں سے کوئی فوت ہو چکا ہے اس کی بخشش فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ

جس شخص کو کوئی دُشواری لاحق ہو اور وہ تنہائی میں باوضو یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر دل سے دُعا کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ دُشواری دُور ہوگی۔ (ص ۱۳۹)

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنَ النِّعَمِ وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، کیونکہ وہ تمہیں کیسی کیسی نعمتیں اور اچھی اچھی چیزیں کھلاتا ہے۔ اور محبتِ الٰہیہ کی وجہ سے تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔ (ترمذی شریف)

تشریح: غَذَا يَغْذُوْ عربی میں غذا دینے کے معنی میں آتا ہے۔ جس سے جسم کی نشوونما ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کے انواع واقسام کی غذائیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں جن کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار انعامات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے ہیں، لہٰذا ہمارے لئے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ محبوب ہو اور جو لوگ محبوب ہوں ان سے بھی محبت کی جائے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنَ النِّعَمِ" کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں (جن کا تم شمار بھی نہیں کر سکتے) اس لئے اللہ تعالیٰ سے تمہاری محبت ایک فطری تقاضا ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَان" "انسان احسان کا بندہ اور غلام ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار احسانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت وغلامی فطری طور پر ضروری ہے۔

اس کے بعد آپ نے دوسرا فقرہ یہ فرمایا ہے "وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰى" یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے تقاضے میں تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت رکھیں اس سے بھی محبت رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصطفےٰ بنایا، آپ کو اپنی رسالت بلکہ ختم رسالت کے لئے پسند فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء و رسل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں آسمانوں پر بلایا اور وہیں جانے وہاں کیا کچھ آپ سے فرمایا (وَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى)

(از مترجم: حدیث بالا پر غور کرنے سے خدا اور رسول کی محبت کے معاملہ میں اصل ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل محبت تو اللہ تعالیٰ سے ہو اور اس کے تقاضے اور نتیجے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور پھر آپ کے واسطہ سے بقیہ دوسرے محبوبین سے محبت رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ اتباعِ رسول ہے جو محبت رسول کا نتیجہ ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ کے رسول کی محبت اور ہر چیز اور ہر اس شخص کی محبت جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب ہو، ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے۔ (ہر مسلمان اس پہلو سے اپنے ایمان کا خود جائزہ لے اور اپنے ایمان پر خود اپنے نمبر تجویز کرے)

(۲) اپنے بچوں، نوجوانوں اور خواتین و حضرات سب کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی واقعی اور سچی محبت کا یہ لازمی تقاضا اور نتیجہ ہونا چاہئے کہ ان کی مکمل اطاعت کی جائے، خوشی کی حالت میں بھی اور رنج و غم کی حالت میں بھی۔ اگر اس درجہ کی اطاعت نہیں ہے تو محبت صادق نہیں ہے۔

(۳) انہیں بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرتے رہنا اللہ تعالیٰ سے محبت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اسی سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ہو جاتی ہے۔

(۴) انہیں یہ بھی بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غفلت اور انہیں یاد رکھنے اور شکر کرنے سے غفلت اللہ تعالیٰ سے محبت و تعلق میں ضعف پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے محفوظ رکھیں۔

(۵) انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اصل ذریعہ اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت ہے۔ آپؐ کی شریعت اور آپ کی سنت کی جس درجہ متابعت ہوگی اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی جب اتباعِ سنت کا یہ اثر پوری طرح منکشف ہو جائے گا اور اتباعِ سنت کا شوق بڑھ جائے گا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد
افضل صلواتک

اِس درود شریف کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہے۔ (ص ۱۵۰)

کامیاب جماعت

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى اِلٰى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اِلٰى ثَلٰثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً فِي الْجَنَّةِ، وَقِيْلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ.

ترجمہ: یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے اور عنقریب ہی (میرے بعد) میری یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اور سارے ہی فرقے دوزخ میں جائیں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ ایک جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا، وہ لوگ ہوں گے جو اس راستہ پر چلتے ہوں گے جس راستہ پر آج میں اور میرے صحابہ چل رہے ہیں۔ (رواہ الترمذی وصحہ)

تشریح: یہ حدیث جو ایک پیشگوئی پر بھی مشتمل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت قرار دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امّی ہونے کے باوجود ماضی میں گزرے ہوئے یہود و نصاریٰ کے فرقوں کی تعداد بھی صحیح صحیح بتادی (ورنہ دونوں فرقے اس اطلاع و اخبار اور اس پیشگوئی کے وقت موجود تھے مگر اس کی تردید کسی نے نہیں کی) اور آپ نے اپنی امت میں بھی اختلاف و افتراق کی بابت پیشگوئی فرمادی کہ عنقریب یہ امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اور ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ کے علاوہ بقیہ بہتر دوزخ میں جائیں گے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ فرقے اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت صحیح طریقہ پر (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے) ادا نہیں کریں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے نفوس کا تزکیہ نہ ہو سکے گا اور داخلۂ جنت کے لئے یہ تزکیہ نفس ضروری شرط ہے۔

ان فرقوں کی عبادتوں میں خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کے خلاف کمی، زیادتی، ردوبدل، نئی بدعات بھی شامل کرلی گئی ہوں گی، جس کی وجہ سے ان عبادات کے ثمرات ایسے مرتب ہوں گے جن سے روح کی پاکیزگی اور نفوس کی صفائی و جلا حاصل ہوئی ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے اسی فیصلہ کا اعلان پہلے ہی فرما چکے ہیں۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (بیشک وہی کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا) اور اس کامیابی سے مراد "داخلۂ جنت" ہے اس کے بغیر کامیابی کہاں؟ کامیابی تو جب ہی ہوگی جب دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہوجائے۔

حدیث شریف کے آخر میں نجات پانے والے فرقہ کی تعیین فرمادی گئی ہے کہ یہ نجات و کامیابی والے وہی لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے۔ اس بات میں یہ اشارہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ یہ داخلۂ جنت اور کامیابی متابعتِ رسول اور اتباعِ سنت کے نتیجہ ہی میں حاصل ہوگی اور اس متابعت سے کامل متابعت مراد ہے۔ یعنی رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی متابعت عقیدوں میں بھی ہو، اعمال و عبادات میں بھی ہو، اخلاق و عادات میں بھی

ہو۔ ایسی متابعت سے نفس وروح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور ''دخول جنت'' کا حق ہوتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں بھی متابعت ترک کی گئی اور خلاف سنت طریقہ اختیار کیا گیا تو تزکیۂ نفس نہ ہو سکے گا، جس کا انجام ہلاکت وخسران ہی ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب و متعلقین کو بتایئے کہ اختلاف وافتراق بہت بری بلا اور انتہائی منحوس چیز ہے۔ اختلاف وافتراق سے دور رہنے و بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل علم سے رجوع کیا جائے اور اہل علم کتاب و سنت کی روشنی میں اختلاف کا حل بتا کر اختلاف دور کر دیں۔

اور یہ بھی بتا دیجئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ اہل اسلام کے مقتدا ہیں، اس لئے ان میں سے کسی صحابی پر طعن وتنقید کسی شخص کے لئے کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ وطریقہ پر رکھے۔ آمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰھْلِ بَیْتِہٖ

جو شخص چھینک آنے پر یہ درود شریف پڑھے گا تو منجانب اللہ ایک پرندہ پیدا ہوگا جو عرش کے نیچے پھڑ پھڑائے گا اور عرض کرے گا کہ اس درود شریف کے پڑھنے والے کو بخش دیجئے۔ (ص ۵۸)

شیطان سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّيْطٰنُ فَيَسْتَهِلُّ صارخاً مِنْ نَخْسَةِ الشَّيْطٰنِ اِلَّاابْنُ مَرْيَمَ وَاُمُّهٗ، ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ " وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "

ترجمہ: ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسے شیطان ناخن سے چٹکی بکوٹے لیتا ہے، اسی وجہ سے بچہ چیخ کر روتا ہے، صرف حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہما السلام شیطان کے بکوٹنے سے محفوظ رہے ہیں۔ (راویٔ حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت سنانے کے بعد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (ان کی اس خصوصیت کی وجہ سمجھنے کے لئے) یہ آیت پڑھ لو۔" وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "۔ (رواہ مسلم)

تشریح: حدیث شریف میں "مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا "ہر بچہ" (کوئی بھی بچہ) یعنی یہ لفظ بالکل عام مفہوم میں بولا گیا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر جن بچوں کو شیطان کی چٹکی بکوٹے سے مستثنیٰ کیا گیا ہے صرف وہی بچے مستثنیٰ مانے جائیں گے، اور بقیہ سارے بچوں کے ساتھ شیطان کا یہ نخسہ (چٹکی بکوٹا) ہوگا۔

"نخسہ" کے لغوی معنی تو مہمیز اور آنکس وغیرہ کے ہیں جو جانوروں کو تیز چلانے کے لئے ان کے بدن میں چبھویا جاتا ہے۔ (ممکن ہے شیطان بھی کوئی چیز چبھوتا ہو یا چٹکی بکوٹے لیتا ہو) شیطان سے مراد اصل شیطان ابلیس بھی ہوسکتا ہے اور اس کی ذریت بھی ہوسکتی ہے۔

ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور "اُمّہٗ" سے مراد حضرت مریم بنت عمران وحنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے محفوظ رکھا۔ حضرت حنہ نے کہا تھا، " وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "۔

راویٔ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس موقع پر لوگوں کو اس آیت کی طرف متوجہ فرمادیا کہ ان دونوں کے شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہنے کی وجہ سمجھنا چاہیں تو یہ آیت پڑھ لیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب و متعلقین کو بتایئے کہ بچے کا پیدائش کے وقت چیخنا رونا شیطان کے کچوکے سے ہوتا ہے۔ کوئی بھی بچہ اس سے بچتا نہیں ہے۔ شیطان شاید اس طرح اسے اپنا بنانا اور اس پر اپنا ٹھپہ اور نشان لگانا چاہتا ہے۔ جس طرح جانور پالنے والے اپنے جانوروں پر نشان اور ٹھپہ لگالیتے ہیں۔

(۲) ان کو بتایئے کہ شیطان کے اس کچوکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی بے گناہی کی وجہ سے بچ گئے۔ کیونکہ وہ اپنی پوری زندگی بالکل محفوظ و معصوم ہی رہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ قیامت میں جب سب لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اپنے لئے شفاعت کی درخواست کریں گے تو دوسرے حضرات اپنی اپنی غلطیاں یاد کر کے شفاعت سے معذرت کردیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی غلطی کا ذکر نہ کریں گے۔

(۳) مسلمان صاحب ایمان عورتوں کو بتائیے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں رکھیں۔ لوہے، لکڑی اور ہڈی، ڈورے وغیرہ کی حفاظت میں نہ رکھا کریں۔ جیسا کہ جاہل عورتیں کرتی ہیں۔

(۴) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں دینے کی صورت معوذتین کے ذریعہ پناہ حاصل کرنے کی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں سورۂ صمد (اخلاص) اور معوذتین (سورۃ فلق و سورۃ ناس) کو ہر نماز کے بعد اور سونے کے وقت پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

سوتے وقت یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ یہ سورتیں تین تین بار پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو اپنے سر اور جسم کے اگلے (سامنے کے) حصہ پر پھیر لیا کرے۔ (بخاری و مسلم)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین و مرد سب کو اپنی حفاظت و امان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے، آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا میں نے ستر سال سے زیادہ حضرات تابعینؒ کو دورانِ طواف یہ درود شریف پڑھتے ہوئے سنا۔ (ص ۱۰۰)

اللہ کا ذکر

(۱) مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. (بخاری)

(۲) مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. (مسلم)

ترجمہ: (۱) اس شخص کی کیفیت وحالت جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہو اور اس شخص کی کیفیت وحالت جو اپنے پروردگار کا ذکر نہ کرتا ہو ایسی ہے جیسے زندہ آدمی ہو اور مردہ آدمی ہو۔ (۲) اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہو اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو ایسی ہے جیسے ایک زندہ ہو اور دوسرا مردہ ہو۔

تشریح: زیر درست حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کی حالت وکیفیت زندہ انسان جیسی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو اس کی حالت وکیفیت مردہ انسان جیسی ہے۔

ان احادیث بالا کی وضاحت یوں ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی ہوتا ہے۔ تو ذکر کی وجہ سے اس کی زندگی کا ثبوت ہمیں مل جاتا ہے۔ چونکہ علم وادراک اور کسی بات کو سمجھنا اور پھر اسے محفوظ کر لینا دل سے متعلق ہے۔ اور کسی بات کو بیان کرنا، مافی الضمیر کو ادا کرنا دل کی بات کو ظاہر کر دینا یہ سارے کام زبان سے متعلق ہیں، تو جب کوئی ذکر کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا دل بھی زندہ ہے اور اس کی زبان میں بھی جان ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ زندہ ہے۔

اور اس کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف مخلوق انسان کے لئے یہ پوری کائنات پیدا فرمائی ہے کہ انسان کی ضروریات زندگی اس سے فراہم ہوں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس نے انسان کی غرض تخلیق یہ بتائی کہ خود انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ بندگی وغلامی اگرچہ سرانجام تو اسی طرح پاتی ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کی جائے اور اس کے محرمات وممنوعات سے پرہیز وگریز کیا جائے، اور اس سب کا مدار مختصر لفظوں میں اسی ذکر وشکر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر دل میں رچ بس جائے گا تو مومن کامل الایمان، کامل الاعمال بھی ہو جائے گا۔

دوسری حدیث شریف جو مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے وہ بھی پہلی حدیث بخاری جیسی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ذکر اللہ سے غافل انسان اور ذکر اللہ میں مشغول انسان کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ذکر اللہ سے خالی مکان اور ذکر اللہ سے معمور مکان کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ ذکر اللہ سے معمور مکان آباد اور زندہ ہے اور ذکر اللہ سے خالی مکان ویران اور مردہ ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے گھر میں سب کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ ذکر اللہ میں کس درجہ اجر وثواب رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلبی اور ذکر لسانی یہ دونوں ہی مومن ذاکر کی حفاظت کے لئے بہت محفوظ و مضبوط قلعے ہیں جو ذاکر تک شیطان کو پہنچنے نہیں دیتے، نہ ہی وہ شیطان ذاکر کو گمراہ کر سکتا ہے۔ کہ اس سے گناہوں کا ارتکاب کرا کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کر سکتا ہے۔

(۲) جو اوراد اور دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (مثلاً پنج وقتہ نمازوں کے بعد کی دعائیں، سونے کے وقت کی دعائیں، کھانے پینے کے بعد کی دعائیں، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعائیں وغیرہ) یاد کر کے پڑھتے رہا کریں۔ یہ سب ذکر اللہ میں شامل ہیں۔

(۳) تلاوتِ قرآن کی صورت میں سب سے بڑھ کر ذکر وشکر کی ادائیگی بھی ہو جاتی ہے۔ اور ثواب بھی سب سے زیادہ ملتا ہے۔

قبر کا مرحلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ! وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ (مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم) فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَال لَہٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِالْکَافِرُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَاکُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَایَقُوْلُ النَّاسُ ، فَیُقَالُ لَہٗ لَادَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُ مَنْ یَلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ .

ترجمہ: کوئی بندہ جب (مرنے کے بعد) قبر میں دفن کردیا جاتا ہے اور اس کے سنگھی ساتھی وہاں سے رخصت ہوکر لوٹ آتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں جانے پاتے ہیں یہاں تک کہ) جانے والوں کے جوتوں کی آواز وہ سنتا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں (یہ سوال کرتے ہیں کہ) تم ان صاحب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ تو جو شخص مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اسے کہا جاتا ہے تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ لو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے اور جو منافق اور کافر ہوتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس سے بھی یہی کہتے ہیں کہ تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ کہتا ہے، میں کچھ نہیں جانتا، میں بھی وہی کہتا تھا جو اور لوگ کہتے تھے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو کچھ جانا نہ اچھوں کی پیروی کی، پھر اسے مارا جائے گا لوہے کے ہتھوڑوں سے کہ وہ چیخ اٹھے گا جسے جن و انسان کے سوا اور مخلوق سنے گی۔ (ابوداؤد، احمد، الحاکم)

تشریح: حدیث زیر درس میں دوسرا فقرہ یہ آیا ہے "وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنازہ کی مشایعت میں (جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے کو مشایعت کہتے ہیں) جنازہ کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گئے تھے، وہ لوگ جب وہاں سے لوٹتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوتے کہ) وہ شخص جانے والوں کے جوتوں کی آوازیں سنتا رہتا ہے (سماع موتیٰ کے لئے یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تم ان صاحب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ "ان صاحب" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں "مَنْ نَبِیُّکَ" کے عنوان سے سوال ذکر کیا گیا ہے۔ اور روایت میں جو بات کہی گئی ہے کہ تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ لو، اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کی جگہ جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔ اس روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں تجویز فرما رکھا ہے جو اس کے اعمال

کے مطابق دیا جائے گا۔ چنانچہ مومن کو جنت میں جو ٹھکانہ ملے گا وہ کسی کافر کے لئے تجویز رہا ہوگا، مگر کافر اپنے برے اعمال کی وجہ سے مستحق دوزخ قرار پا گیا تو جنت میں اس کا جو ٹھکانہ تھا وہ مومن کو دے دیا گیا۔ جس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔ ''وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ'' (اے میرے رب مجھ کو جنت نعیم کے وارثوں میں سے بنا دیجئے۔)

حدیث مذکور میں کافر کے ساتھ منافق کا لفظ بھی آیا ہے ''منافق'' وہ ہوتا ہے جو دل سے تو کافر ہی ہوتا ہے مگر اپنی جان بچانے کے لئے صرف زبان سے ایمان کا اظہار کر دیتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح اس کا مال و جان بھی محفوظ رہے۔

''تَلَیْتَ'' کے معنی پیروی کرنے اور نقش قدم پر چلنے کے ہیں یعنی تو نے نہ کچھ سمجھا نہ بوجھا اور نہ اہل ایمان کی سچی پیروی ہی کی۔ یہ فقرہ کافر و منافق کے حق میں بددعا ہے۔ اور ثقلین سے مراد جن و انس ہر دو مخلوق ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) خود بھی یاد رکھئے اور اپنے احباب کو بھی اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں ارشاد یاد دلاتے رہیے۔ ''یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ'' (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ان کی مضبوط بات (کلمہ توحید کی وجہ سے دنیا میں بھی ثابت قدم رکھیں گے اور آخرت میں بھی) اور ''اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا'' (دوزخی لوگوں کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا۔) ان آیتوں سے سوال و عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

(۲) اور سب کو یہ بات بتائیے کہ جو شخص سوال قبر یا قبر میں آرام و تکلیف ہونے کا انکار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار کرتا ہے جو بے شبہ کفر ہے۔

(۳) اپنے گھر والوں اور احباب متعلقین سب کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائیے جو (بعض روایات کے مطابق) نماز کے آخری تشہد میں آیا ہے وہ یہ ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ (متفق علیہ)

دُعا کیجئے: اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین و عزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ

حضرت حسنؓ دُعاءِ قنوت کے بعد مذکورہ الفاظ سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)

ایمان اور اعمال صالح کا توسل

بخاری و مسلم کی روایت میں پچھلی امت کے تین آدمیوں کا ایک واقعہ نقل ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

اَنَّ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاوَوْا اِلٰی غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْطَبَقَتْ عَلَیْهِمْ صَخْرَةٌ فَتَوَسَّلَ اَحَدُهُمْ بِبِرِّ وَالِدَیْهِ وَالثَّانِی بِتَرْکِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَالثَّالِثُ بِرَدِّ حَقٍّ اِلٰی مُسْتَحِقِّهٖ " بَعْدَ اَنْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا صَالِحَةً عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ یُفَرِّجُهَا عَنْکُمْ فَدَعَوْا وَتَوَسَّلُوْا فَفَرَّجَ عَنْهُمُ الصَّخْرَةَ وَخَرَجُوْا مِنَ الْغَارِ سَالِمِیْنَ ."

تشریح آمیز ترجمہ:

"تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ بارش آگئی انہوں نے قریب ہی ایک پہاڑ کے ایک غار میں بارش سے پناہ لے لی کہ اچانک پہاڑ پر سے ایک چٹان گر گئی اور غار کا دہانہ اس چٹان سے بند ہو گیا (جس کی وجہ سے ان کے لئے اب اس غار سے باہر نکلنے کی کوئی امید اور کوئی صورت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے آپس میں کہا کہ ساتھیو! اب ہم لوگ اپنی پچھلی زندگی کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ ہم نے اپنی زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا و خوشنودی کے لئے کوئی کام کیا ہو تو اس وقت اُس کے واسطے اور توسّل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس مصیبت و پریشانی سے نجات دیدیں) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں بال بچوں والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے بوڑھے ماں باپ بھی ہیں، میں روزانہ شام کو جنگل سے اپنی بکریاں چرا کر جب گھر لوٹتا تو ان بکریوں کا دودھ پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا اس کے بعد اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔ ایک روز مجھے جنگل سے آنے میں دیر ہو گئی اور میرے ماں باپ سو گئے۔ گھر آنے پر میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور ماں باپ کے لئے لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ وہ اٹھیں تو انہیں پلا دوں، اِدھر میرے بچے بھوک کی وجہ سے میرے پاؤں پر پڑے لوٹتے اور مچلتے رہے۔ لیکن میں نے انہیں نہیں پلایا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں۔ میں ساری رات اسی طرح ان کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور ماں باپ جاگ گئے۔ تو اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ میرا یہ طرز عمل صرف تیری خوشی کے لئے تھا تو اس چٹان کو غار کے دہانے سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ چٹان تھوڑی سی کھسکا دی کہ وہ لوگ آسمان دیکھنے لگے۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میری ایک چچازاد بہن تھی جسے میں بہت زیادہ چاہتا تھا کہ شاید ہی کوئی مرد کسی عورت کو اتنا چاہتا ہو ایک بار میں نے اس سے اپنے جنسی خواہش پوری کرنے کی بات کہی، اس نے انکار کر دیا اور کچھ روپے مانگے کہ اگر اتنی رقم دیدو تو خواہش پوری کر سکتے ہو، میں نے اسے وہ رقم دیدی اور اس کی رانوں کے درمیان بیٹھ گیا کہ اپنی خواہش پوری کرلوں۔ عین وقت پر اس لڑکی نے کہا کہ دیکھو، خدا سے ڈرو اور ناحق و ناجائز طور پر یہ کام نہ کرو۔ اتنا سنتے ہی میں وہاں سے ہٹ گیا اور حرام کام نہیں کیا۔ اگر حرام سے یہ پرہیز تیرے خوف ہی سے کیا گیا تھا تو اس کے توسل سے ہمیں نجات دیدے۔ اب دوبارہ وہ چٹان ذرا اور

کھسک گئی۔ پھر تیسرے نے کہا کہ میرے کھیت پر ایک مزدور نے کام کیا تھا اور مزدوری کا غلہ میرے پاس امانت رکھ گیا تھا میں نے فصل پر اسے بودیا تھا اس کی آمدنی ہوئی، پھر یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا، جس کی آمدنی سے بہت سے جانور بھی ہوگئے تھے۔ مدتوں بعد وہ آدمی آیا اور اپنی مزدوری مانگی۔ میں نے اس کی مزدوری سے حاصل ہونے والا غلہ اور مویشی اس کے سپرد کردیئے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا، اس کی وجہ سے یہ چٹان ہم پر سے ہٹادے۔ اور اب یہ چٹان اتنی کھسک گئی کہ یہ تینوں باہر نکل آئے۔

ضروری ہدایات

(۱) روایت میں مذکوران تینوں اعمال کی اہمیت اپنے افراد خانہ اور دیگر احباب کو سمجھایئے بالخصوص دوسرے شخص کا واقعہ جس نے اپنی چچازاد بہن کے ساتھ زنا کا پکا ارادہ اور پوری تیاری کر لی تھی، عنقریب مبتلائے زنا ہوجاتا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایسی نفسانی خواہش سے باز رہ گیا تھا، یہ صورت حال روایت و حکایت میں بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، مگر عملی طور پر بہت بڑی بات اور بڑی ہمت کا کام تھا۔ ایسے وقت میں محفوظ رہ جانا صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے ہوتا ہے۔

(۲) نیز یہ بات بھی بچوں بڑوں سب کو ذہن نشین کرایئے کہ اپنی حاجات پوری ہونے کے لئے یا پریشانیوں سے نجات کے لئے یا درجات کی بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو توسل چاہا جاتا ہے۔ وہ ایمان اور اعمال صالحہ کا توسل ہونا چاہئے یا شرک و معصیت سے بچنے اور پرہیز کرنے کا ہونا چاہئے۔ صالحین سے دعا مانگنا یا ان کی نذرو منت ماننا یا ان کی قبروں پر جانور ذبح کرنا وغیرہ یہ باتیں توسل الی اللہ کا مصداق نہیں بلکہ شرک ہیں (لیکن صالحین سے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جاسکتی ہے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک و صالح اعمال کرنے والا بنائے، ہر مصیبت و آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ
وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَارْضَ
عَنْهُ رِضًى لَّا سَخَطَ بَعْدَهٗ

جو شخص اذان کے وقت یہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول فرمائیں گے۔ (ص ۵۳)

روزہ کی برکات

حضور رسول پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی ارشاد فرمائی کہ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ . (متفق علیہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل تو اس کے لئے ہوتا ہے بجز روزے کے کہ یہ روزہ صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں بذات خود ہی اس کی جزا دوں گا (یا میں خود ہی اس کی جزا بنوں گا) (یہ بھی فرمایا کہ) روزہ مسلمان کے لئے ڈھال ہے (اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے) لہذا جب کسی کا روزہ ہو تو فحش کلامی اور بیہودہ گوئی نہ کرے، نہ شور وغل اور چیخ وپکار کرے اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ) روزہ دار کو دو دو خوشیاں ملتی ہے، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب (جنت میں) خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اپنے روزے کی بدولت خوش ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ''ابن آدم کا ہر عمل تو خود اسی کا ہوتا ہے لیکن عمل روزہ تو میرے لئے ہوتا ہے۔'' اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف روزہ ہی ایک ایسا عمل ہے جس میں ''ریا'' کو دخل نہیں ہوتا، اور روزہ کا یہی پہلو اللہ تعالیٰ کو اس درجہ پسند ہے کہ روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس کی جزا حق تعالیٰ بذات خود فرمائیں گے اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ بذات خود دیں گے وہ کیسا کچھ انعام ہوگا۔ روزہ کو ''ڈھال'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور مومن بندہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ اسی وقت تک ڈھال رہے گا جب تک اسے توپھاڑ نہ ڈالے گناہوں کا ارتکاب کر کے یا چغلی غیبت کر کے۔ اسی وجہ سے حدیث زیر درس میں فحش کلامی اور جھگڑے سے بھی روکا گیا ہے۔

حدیث زیر درست میں یہ بھی فرمایا گیا ہے ''لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ الخ'' یعنی روزہ میں کئی گھنٹے تک کھانے پینے سے رکے رہنے کی وجہ سے منہ میں ایک طرح کی جو مہک آجاتی ہے (جیسی رات کو سونے کی وجہ سے بھی آجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے یہاں (بوقت جزا) وہ مہک بڑی قیمتی ہوگی، وہ مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملیں گی۔ ایک تو روزہ کھولنے کے وقت خوشی ہوگی جو بالکل فطری بات ہے۔ دوسری خوشی قیامت میں ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر روزہ کا انعام حاصل کرلے گا تب اسے اندازہ ہوگا کہ روزہ کیسی عظیم عبادت تھی جس کے انعامات ایسے ایسے ملے۔

ضروری ہدایات

(۱) یہ بات سب لوگوں کو بتائیے کہ عبادات کا فائدہ اس کے ''احسان، خلوص'' پر موقوف ہوتا ہے۔ جس عبادت میں جس قدر خلوص اور جس درجہ کا احسان ہوگا اتنا ہی فائدہ حاصل ہوگا۔ اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ نیت میں خلوص ہو اور طریقہ ادا سنت کے مطابق ہو۔

(۲) اور یہ بھی بتائیے کہ روزہ کے لئے کچھ باتیں مسنون ہیں، سحری کھانا، سحری کھانے میں تاخیر کرنے، بالکل اخیر وقت میں سحری کھانا، افطار میں تاخیر نہ کرنا، بعد غروب فوراً افطار کرنا، کھجور سے افطار کرنا۔

(۳) اپنے متعلقین واحباب سب کو ان نفل روزوں کی فضیلت بتادیں کہ ایام بیض کے روزے رکھنا ایسا ہے جیسے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ (ایام بیض چاند کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کو کہتے ہیں۔)

اسی طرح عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے پورے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ صوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، ان روزوں کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اور عاشورا کے روزہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

دُعا کیجئے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے روزے، اور دیگر ایام کے روزے جو مسنون ہیں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکات واجر سے معمور فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک روز ایک شخص کو اپنے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان بٹھایا، صحابہؓ کو اس پر تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا یہ شخص مجھ پر مذکورہ درود شریف پڑھتا ہے۔ (ص ۵۰)

ارکانِ اسلام

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم و اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔(۱) اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور اس بات کی شہادت کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور (۲) نماز قائم کرنا (پورے ادب کے ساتھ نماز پڑھنا) اور (۳) زکوٰۃ دینا اور (۴) بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تشریح: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''دین اسلامی'' کی پوری عمارت کو پانچ ستونوں پر استوار کیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ بیان کی ہے (ہر دو شہادتین (شہادت توحید الٰہ اور شہادت رسالت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) ماہ رمضان کے روزے رکھنا (۵) خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ ان میں سے پہلا ستون ادائے شہادتین بقیہ چار چیزوں کی صحت کے لئے بنیادی شرط ہے۔ جب تک ادائے شہادتین نہ ہوگا دوسری عبادات قابل قبول نہ ہوں گی۔ کیونکہ کوئی بھی انسان کسی بھی حکم شریعت کا مکلّف و پابند نہیں ہوگا جب تک کہ وہ پہلے اپنے آپ کو اس پابندی کا اہل نہ بنائے اور یہ اہلیت اسی ادائے شہادتین سے اس کو ملتی ہے۔ جب اتنی بات معلوم ہوگئی تو اب ادائے شہادت توحید کا مطلب سمجھئے۔

کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم (پختہ اعتقاد) کی بنیاد پر یہ اقرار واعتراف کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات واحد معبود بنائے جانے کی مستحق اور لائق عبادت ہے اور اس عبادت و بندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان انتہائی محبت وعظمت اور بے نہایت خوف وخشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے ہر حکم کی بجا آوری کرے۔

اور کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی ادائے شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم کی بنیاد پر اس بات کا بھی اقرار واعتراف کرے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے خاص اور سب سے آخری رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام جن وانس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا ہے کہ آپ انہیں کفر کی تاریکی وظلمت سے نکال کر اسلام کے نور اور اس کی روشنی تک پہنچادیں۔

اور اقامتِ صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ پنج وقتہ نمازیں (یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) پوری شرائط صحت اور رعایت واجبات وسنن اور آداب کے ساتھ اپنے مقررہ وقت میں ادا کی جائیں۔ اور ادائے زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ نکال کر ان مستحقین کو دی جائے جن کا بیان سورۂ توبہ کی آیت ''اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ'' میں کیا گیا ہے۔ یا روزہ سے متعلق حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) سب کو بتائیے کہ ارکان اربعہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج

) کی صحت و مقبولیت بغیر شہادت توحید و رسالت نہیں ہوتی ۔ لہٰذا جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھے اور اس بات کی گواہی نہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے، تو اس کی کوئی بھی عبادت مقبول نہ ہوگی ۔ اسی طرح حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کی شہادت بھی بنیادی شرط ہے۔

(۲) سب لوگوں کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ اگر کوئی شخص توحید و رسالت کی شہادت تو دیتا ہے مگر وہ نماز نہیں پڑھتا ہے ۔ (نماز کا منکر ہے) تو وہ (مرتد سمجھا جائے گا) قتل کر دیا جائے گا ۔ اسی طرح جو شخص زکوٰۃ نہ ادا کرے گا اس سے زبردستی زکوٰۃ لی جائے گی ۔

(۳) یہ صورت روزہ و حج میں بھی ہوگی کہ منکر تارکِ صوم و حج جوان کی ادا پر قدرت رکھتے ہوئے ادا نہ کرے تو وہ قتل کر دیا جائے گا ۔

(۴) سب لوگوں کو یہ بھی بتائیے ۔ کہ حج فرض ہو جانے کے بعد اگر چہ اس کی ادائیگی علی الفور ضروری نہیں ہوتی ، بلکہ تاخیر کی گنجائش بھی رہتی ہے ۔ لیکن تقاضائے ایمان و اسلام یہی ہے کہ مسلمان اس کی ادائیگی جلد سے جلد کر لے جو موقع مل جائے اسے ضائع نہ کرے ۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی زندگی کتنی ہے ۔ اور کب موت آ جائے گی ۔ لہٰذا جب بھی حج کی قدرت ہو جائے جلد سے جلد حج کر لے ۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے اور اسلام کو پوری طرح زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ
عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ

حضرت انسؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا درود شریف دریافت کیا جس کو کامل درود شریف کہا جا سکے تو آپؐ نے درودِ بالا تلقین فرمایا ۔ (ص ۴۴)

اذان، پہلی صف اور صبح وعشاء کی نماز

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا . (بخاری و مسلم)

ترجمہ: اگر لوگ جانتے ہوتے کہ اذان دینے میں اور صف اول کی نماز میں کتنا ثواب ہے اور پھر انہیں یہ موقع قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ ہوسکتا تو لوگ اس کے لئے قرعہ اندازی بھی کر لیتے اور اگر جان لیتے کہ مسجد کو جلدی جانے میں کتنا ثواب ہے تو اس میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کیا کرتے۔ اور اگر لوگ جانتے ہوتے کہ اذان دینے میں اور صف اول کی نماز عشاء کے لئے اندھیرے میں جانا اور (نیند قربان کر کے) فجر کے وقت مسجد جانا کس درجہ ثواب رکھتا ہے تو ضرور جاتے، چاہے گھٹنے ہی کے بل جاتے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ اگر لوگ جانتے ہوتے کی تعبیر سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ کام بے حد اجر وثواب رکھتے ہیں جس کی حد لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ حدیث شریف میں صرف ندا کا لفظ فرمایا گیا ہے، اس سے مراد ندائے صلوٰۃ یعنی اذان ہے۔ اور صف اول وہی ہے جو اس لفظ سے سمجھی جاتی ہے یعنی امام سے ملی ہوئی صف صف اول ہے۔

روایت حدیث میں ''ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا'' کے فقرے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اذان اور صف اول کی فضیلت حاصل کرنے میں لوگوں کو اس درجہ رغبت وشوق ہو جائے گا کہ اس کے لئے قرعہ اندازی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ روایت حدیث میں ایک لفظ ''تھجیر'' آیا ہے کہ اگر لوگوں کو تہجیر کی فضیلت معلوم ہو جائے تو اس میں بھی ایک دوسرے پر سبقت کرنے کے لئے فکر کرنے لگیں۔ تو اس تہجیر کا مفہوم بھی وہی ہے جو تبکیر کا ہے۔ یعنی جلدی جانا، خاص طور پر جمعہ اور ظہر کی نماز میں جلدی کرنا مراد ہے کیونکہ تہجیر کا لفظ ''ہاجرۃ'' سے ماخوذ ہے اور ''ہاجرۃ'' سخت گرمی کے لئے بولا جاتا ہے۔ روایت میں ایک لفظ ''عتمۃ'' آیا ہے اس سے عشاء کی نماز مراد ہے۔ آخر روایت میں ایک لفظ ''حَبْوًا'' آیا ہے۔ اس سے مراد ہے گھٹنوں کے بل چلنا۔ جیسے بچے چلتے ہیں۔ جسے ہم لوگ ''بکیاں'' چلنا کہتے ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) احباب اور بچوں کو اذان کی فضیلت اور اس کا وہ اجر وثواب بتلایئے۔

(۲) اور یہ بات بھی سمجھا دیں کہ صف اول کی فضیلت جس طرح نماز میں مطلوب ہے اسی طرح اور دوسری عبادات میں بھی مطلوب ہے میدان جہاد میں بھی صف اول کا جہاد بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ہر نیکی کے کام میں سبقت کر کے صف اول میں رہنا چاہئے۔

(۳) قرعہ اندازی کی مشروعیت اور جواز کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے اور (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ملتا ہے کہ آپ ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرما کر انہیں اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے) قرآن مجید میں بھی

"فَسَاهَمَ" کالفظ آیا ہے۔ اس سے مراد یہی قرعہ اندازی ہے۔

(۴) نماز عشاء اور نماز فجر کی یہ فضیلت بتادیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا آدھی رات تک نفل نماز پڑھی، اور جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی تو گویا پوری رات نفل پڑھتا رہا۔ (مسلم شریف)

(۵) اذان کے سلسلہ میں اپنے دوستوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ اذان سننے والے کو اذان کا جواب بھی دینا چاہئے یعنی کلماتِ اذان کو دُہرانا چاہئے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے کلمات نہ دہرائے بلکہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھے اور اذان ختم ہونے پر درود ابراہیمی پڑھے اور یہ دعا پڑھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہوجائیگا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا ۨالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا ۨالَّذِىْ وَعَدْتَّهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کے تمام کاموں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى
مِنْ صَلٰوتِكَ شَيْءٌ وَّبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ
بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ وَّارْحَمِ النَّبِيَّ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ رَحْمَتِكَ شَيْءٌ وَّسَلِّمْ عَلَى
النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس درود شریف کے پڑھنے والے
کا چہرہ پل صراط سے گزرتے وقت چاند سے زیادہ چمکدار ہوگا۔ (ص ۱۷۵)

تقدیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے موجود تھی (کیونکہ یہ ذات اس وقت بھی تھی جبکہ کوئی چیز نہ تو اس سے پہلے موجود تھی نہ اس کے ساتھ تھی) اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اللہ نے ہر بات ذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی تھی۔ (بخاری)

تشریح: حدیث شریف میں پہلے فقرے "كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرَهُ" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جو انہیں ان کے پروردگار نے بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر چیز سے پہلے تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی دوسری چیز نہ تو اس کے ساتھ تھی نہ اس سے پہلے تھی۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب بیداری کی دعا میں فرمایا کرتے تھے "اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ" (اے ذات پاک تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد بھی کوئی نہ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ" یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا) یہ بتا رہا ہے کہ پانی عرش کی تخلیق سے پہلے وجود میں آچکا تھا، عرش کی تخلیق پانی کے بعد ہوئی ہے۔

اور آپ کا یہ فرمانا "وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ" تو یہاں "فی الذکر" سے مراد "محل ذکر" ہے یعنی لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے سارے مقدرات لکھوا دیئے۔

"لوح محفوظ" کس قدر زبردست ہے کہ سارے مقدرات لکھ دیئے گئے تو حدیث شریف میں اس کی چوڑائی سو سال کی مسافت بتائی گئی ہے (جب چوڑائی اتنی ہے تو اس کی لمبائی بھی اسی تناسب سے ہوگی)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ! قلم بولا کیا لکھوں؟ فرمایا، لکھ جو کچھ اب سے لے کر قیام قیامت تک ہونے والا ہے، جبکہ اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ جزا وسزا کا فیصلہ اور اس کے مطابق عمل درآمد پورا ہو چکے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اللہ تعالیٰ کا ازلی وابدی ہونا اپنے بچوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز بھی نہ تھی، وہی اول ہے ازل میں صرف وہی تھا اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔

(۲) مخلوقات کی ترتیب وجود مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی:۔ سب سے پہلے پانی، پھر عرش، پھر قلم، پھر ساتوں آسمان وزمین، پھر فرشتے، پھر جن، پھر آدم اور ان کی اولاد۔

(۳) انہیں یہ بھی بتا دیجئے کہ تقدیر ان باتوں کو کہتے ہیں جو تمام مخلوقات کے بارے میں قلم نے (لوح محفوظ) میں لکھ دی ہیں (مخلوقات کی مذکورہ ترتیب میں "لوح" کی تخلیق بیان نہیں ہوئی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کی تخلیق یا تو قلم کے ساتھ ہی ہوئی ہے یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔ بعض روایات میں اول

مخلوقات میں عقل کا بھی ذکر آتا ہے۔ معارف القرآن میں حضرت مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ مندرجہ ذیل چار مخلوق اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے پیدا فرمائی ہیں:

(۱) قلم (۲) عرش (۳) جنت عدن (۴) حضرت آدمؑ

اسی فیصلہ تقدیر کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "تم مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہو اللہ تعالیٰ نے جسے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دیا تھا (بعض دوسری روایات میں پچاس ہزار سال کی مدت بیان نہیں ہوئی ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔)

(۴) سب کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر میں اگر کوئی بھلائی یا برائی لکھی گئی ہو گی تو وہ اس سے بچ نہ سکے گا۔ اور جس بھلائی یا برائی سے بچنا مقدر ہو چکا ہے وہ اسے ہرگز نہ پہنچے گی۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نظام پر کامل یقین نصیب فرمائے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ مَا فِیْ جَمِیْعِ الْقُرْاٰنِ

حَرْفًا حَرْفًا وَبِعَدَدِ کُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

دُنیا اور آخرت کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے وظائف ومعمولات
کے ختم پر یہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ (ص ۱۹۲)

تخلیق آدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ فَجَعَلَهٗ طِيْنًا ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ حَمَاءً مَسْنُوْنًا خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ صَلْصَالًا كَالْفَخَّارِ كَانَ اِبْلِيْسُ يَمُرُّ بِهٖ فَيَقُوْلُ لَقَدْ خُلِقْتَ لِاَمْرٍ عَظِيْمٍ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُوْحِهٖ وَكَانَ اَوَّلُ مَا جَرٰى فِيْهِ الرُّوْحُ بَصَرَهٗ وَخَيَاشِيْمَهٗ فَعَطَسَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ يَرْحَمُكَ رَبُّكَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تراب (مٹی) سے پیدا کیا، پھر اسے (پانی سے تر کر کے) گارا بنالیا پھر کچھ وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ خمیر اٹھ کر بودار ہوگیا تب انہیں (اپنے دست قدرت سے) پیدا کیا اور اس کا جسمانی ڈھانچہ تیار کیا۔ پھر کچھ وقت کے لئے چھوڑ دیا یہاں تک کہ پکی ہوئی مٹی کی طرح کھکھنانے لگا (اسی حالت میں) شیطان اس کے پاس سے گزرتا تو بولی بولتا کہ آپ ایک بڑے عظیم مقصد (خلافۃ اللہ فی الارض) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں (روح پھونک کر) جان ڈال دی۔ یہ روح سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور ناک کے نتھنوں میں دوڑی تو انہیں چھینک آگئی، تو (الہام ربانی سے) انہوں نے "الحمد للہ" کہا، تو اللہ تعالیٰ نے دعا دی کہ تم پر تمہارا رب رحم فرمائے۔ (ترمذی ونسائی)

تشریح: حدیث زیر درس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تراب (خشک مٹی) سے بتائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی "تراب سے پیدائش کا ذکر آیا ہے سورۂ فاطر میں ہے "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ" یعنی اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم کو تو مٹی سے پیدا کیا اور اولاد و ذریت کو نطفہ سے پیدا کیا۔ حضرت آدم کی پیدائش مٹی سے اس طرح ہوئی کہ مٹی کو پانی ڈال کر اسے گارا بنالیا پھر کچھ دنوں اسے چھوڑے رکھا کہ گارے کا رنگ بدل گیا، بو پیدا ہوگئی تب حضرت آدم کی تخلیق کی، ان کا ڈھانچہ بنایا، پھر اسے بہت دنوں تک اسی حالت پر رہنے دیا۔ یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کھنکھنانے لگا۔ تب اس میں اپنی روح ڈال دی۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ روح سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے "خیاشیم" میں ڈالی گئی۔ خیاشیم "خیشوم" کی جمع ہے۔ خیشوم ناک کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔ اور ناک میں جو رگیں ہیں وہ بھی خیشوم کہلاتی ہے۔

ناک میں جان پڑنے پر حضرت آدم کو چھینک آگئی، تو انہوں نے الحمد للہ کہا یہ الحمد للہ کہنا اللہ تعالیٰ کے الہام والقاء کا نتیجہ تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے میں روح ڈالے جانے سے پہلے شیطان اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جس "امر عظیم" (مقصد عظیم) کے لئے ان کی پیدائش کا مقصد بتاتا تھا وہ امر عظیم احکام خداوندی کی پابندی اور ان کا مکلّف ہونا ہے اور پھر اس کی بجا آوری پر خدا تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کا مستحق ہونا ہے۔

(۲) اپنے بچوں اور سب دوستوں کو بتایئے اور یاد دلایئے کہ چھینک آنے پر چھینکنے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ الحمد اللہ کہے اور اسے سننے والے کے لئے ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' کہہ کر جواب دینا مسنون ہے۔ اور چھینکنے والے کو اس کا جواب یوں دینا چاہئے ''یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکَ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ'' یا یوں کہے ''یَھْدِیْکَ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکَ''۔

(۳) اور سب کو ''الحمدُ'' کا مفہوم و مطلب سمجھا دیجئے کہ اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی خوبی اور اچھائی کے ساتھ یاد کرنا۔ اور یہ اس کے شکر کی سب سے اچھی صورت ہے لہٰذا جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت حاصل ہو اس وقت ''الحمدُ للّٰہ'' کہنا چاہئے۔ خاص کر کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد (اسی طرح جب بھی کوئی تکلیف و پریشانی دور ہو ''الحمدُ للّٰہ'' کہنا چاہئے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خلافت و نیابت کے منصب کے مطابق عمل کرنے اور اس ذمہ داری پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

اس درود شریف کے پڑھنے والے کو آسمان و زمین بھر کر اور عرشِ عظیم کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (ص ۱۸۲)

عورتوں کا مزاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ اِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِذَا ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.

ترجمہ: عورتوں کے بارے میں ایک دوسرے کو تاکید کے ساتھ سمجھاتے رہا کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہوتی ہے تو جب تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں کے بارے میں یہ بات یاد رکھو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اِسْتَوْصُوْا'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کو عورتوں کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا رہے، ان کی بد مزاجی و بد زبانی کے جواب میں تم بھی انہی جیسا معاملہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ ان میں یہ کمزوری فطری ہے وہ اپنے خلقت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں اور اپنے اخلاق میں بھی کمزور ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ عورت (ٹیڑھی) پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''پسلی'' کو کلمہ ''کُن'' سے حکم دیا اور وہ پسلی حضرت حوا کی شکل میں مجسم تیار ہوگئی۔

پسلی سے پیدائش کا ذکر کرنے میں عورت کے ''مزاجی و فطری'' ٹیڑھے پن کی طرف اشارہ فرمانا مقصود ہے کہ یہ کمزوری تو اس کا لازمہ فطرت ہے۔ اسے نظر انداز کرنا ہی پڑے گا۔

پھر آپ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ پسلی کا زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے۔ اس ارشاد سے عورت کی تیز زبانی اور بد زبانی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اسی پہلو سے آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ ''اگر اسے سیدھا کرنے چلو گے تو توڑ بیٹھو گے''، یعنی اسے طلاق دیدو گے جو جدائی کا سبب ہو جائے گی اور اگر اس کی حالت پر ہی اسے رہنے دو گے تو اس کی بدکلامی و بد زبانی اور بد مزاجی برداشت کرلو گے تو پھر ہمیشہ کی رفاقت رہے گی اور زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔

انتباہ: حدیث کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی تو وہی ہے جس کو اوپر ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا معنی ''قبول وصیت'' کا ہے اور یہی معنی زیادہ مشہور ہے جسکا ترجمہ اس طرح ہے کہ ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سلسلہ میں میری وصیت قبول کرو، میں اس کی تاکید کرتا ہوں اس کو مانو''

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ عورتوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ وصیت ایک بھلائی اور امر خیر کیلئے کی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ وصیت ایک بھلائی اور امر خیر کے لئے کی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ''اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا'' ''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت و تاکید برابر کرتے رہا ہو۔ جس کی

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھو، بد سلوکی نہ کرو اور اس کی بدکلامی و بدمزاجی سے درگزر کرتے رہا کرو۔ کیونکہ یہ کمزوری اس کی پیدائشی وفطری کمزوری ہے۔

(۲) اور سب کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ خدا اور رسول کے نزدیک طلاق بہت ہی بری چیز ہے۔ اس کی اجازت اسی وقت دی گئی ہے جب زوجین میں باہم نباہ کی کوئی امید نہ ہو اور ایک دوسرے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اندیشہ نقصان کے بغیر بے ضرورت طلاق دینا درست بات نہیں ہے کیونکہ ایسی طلاق سے عورت کو اذیت ہوتی ہے اور مسلمان کو ایذا دینا تکلیف پہنچانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۳) اور یہ بھی سمجھا دیجئے کہ مناسب بات یہی ہے کہ مرد کو عورت کی بدمزاجی و بدکلامی تھوڑی بہت تو برداشت ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ عورت کی فطری و پیدائشی کمزوری ہے جس میں وہ بہرحال کچھ نہ کچھ تو معذور ہی ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کے گھر شاد و آباد رکھے، لڑائی جھگڑے اور ناچاقی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

بِعَدَدِ کُلِّ ذِکْرِہٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ

یہ درود شریف پڑھنا حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سارے درود بھیجنے کے برابر ہے۔ (ص۱۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سزا

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا کہ

اِنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم بِشِمَالِہٖ فَقَالَ: کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِعُتُ قَالَ لَا استطعت مَا مَنَعَہٗ اِلَّا الْکِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَھَا اِلٰی فِیْہِ .

ترجمہ: ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹوکا اور فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ وہ بولا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا (حالانکہ وہ کھا سکتا تھا) تو آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے، وہ از راہ تکبر نہیں کھا رہا تھا۔ حضرت سلمہؓ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد بتاتے ہیں کہ پھر وہ شخص (زندگی بھر) اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔ (مسلم شریف)

تشریح: حضرت سلمہؓ نے اس شخص کے بائیں ہاتھ سے کھانے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے اس کا نام نہیں بتایا کہ یہ غیبت نہ ہو جائے۔ کیونکہ غیبت اسی کو کہتے ہیں کہ کسی کا تذکرہ اس طرح کیا جائے کہ اگر وہ سن لے تو اسے ناگوار ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے داہنے ہاتھ سے کھانے کی تلقین از راہ نصیحت فرمائی تھی کہ اس کے حق میں یہی بہتر تھا، کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا تو شیطان کا کام ہے، مگر اس شخص کو تکبر نے آپ کی نصیحت و ہدایت قبول کرنے سے باز رکھا اور اس نے انکار کر دیا تو آپ نے بھی اس کے لئے بددعا فرمادی۔ متکبر شخص ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقابل آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

چنانچہ وہ شخص بھی ہلاک و برباد ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے اس کا ہاتھ اسی وقت شل ہو گیا اور پھر عمر بھر داہنا ہاتھ وہ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتایئے کہ کھانا پینا دونوں ہی داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے اور جو شخص بغیر عذر بائیں ہاتھ سے کھاتا یا پیتا ہے تو وہ شیطان کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے اور حدیث کا حکم ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی قوم میں شمار ہوتا ہے (بہت سے لوگ فیشن اور ترقی پسندی ظاہری کرنے کو بلا عذر اور بے جھجک بائیں ہاتھ سے چائے، شربت اور پانی پیتے ہیں، انہیں درس میں آئے ہوئے واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔)

(۲) لوگوں کو کبر اور تکبر سے ڈرایئے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کیجئے کیونکہ متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل نہ کرے گا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا۔

(۳) سامعین کو بتایئے کہ مسلمان کی غیبت سے بچنا واجب ہے اور یہ کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا تذکرہ اس کی عدم موجودگی میں کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے برا لگے۔

(۴) نیز سب لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ومخالفت سے ڈرایئے کہ تکبر اور عناد کی راہ سے جو مخالفت ہوتی ہے اس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہوتی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت و اطاعت نصیب کرے۔ نافرمانی و محرومی سے بچائے۔ آمین

سچائی اختیار کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّوَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَلَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا، وَاِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَ اِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا .

ترجمہ: تم لوگ سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرو کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے، اگر آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ''صدیق'' (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے اور تم لوگ جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاتے رہو، ہرگز جھوٹ نہ بولو کیونکہ جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور برائی دوزخ تک پہنچا دیتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ''کذاب'' (پکا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ'' فرما کر سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی سچائی کو اپنے لئے اس طرح لازم کرلو کہ نہ تم سچائی کو چھوڑو اور نہ سچائی تم کو چھوڑے، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہو جاؤ۔ اپنی نیت، اپنے قول، اپنے عمل ہر بات میں ظاہری طور پر بھی اور باطن میں بھی سچے بن کر رہو کہ صادقین میں تمہارا نام درج ہو جائے۔ دنیا میں بھی سب تم کو سچا سمجھیں اور آخرت میں بھی تم کو نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت نصیب ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق کو لازم کر لینے کا جو حکم دیا تو اس کی یہ وجہ بھی بتادی کہ صدق کی وجہ سے تم کو نیکی کا راستہ مل جائے گا اور وہ راستہ تم کو جنت تک پہنچا دے گا۔ پھر اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں فرمایا مزید شوق و رغبت پیدا کرنے کے لئے یہ بھی سمجھا دیا کہ جو شخص ہمیشہ صدق و سچائی سے کام لیتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ''صدیق'' (بہت سچا) لکھ لیا جائے گا اور پھر جنت میں صف اول کے لوگوں کے ساتھ رہے گا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ حد درجہ شفقت و عنایت بھی ہے اس لئے آپ نے اس کے برعکس جو صورت تھی وہ بھی سمجھا دی کہ دیکھو جھوٹ سے بہت دور رہنا۔ کیونکہ جھوٹ خدا کی نافرمانی کے راستے پر تم کو ڈال دے گا اور وہ راستہ سیدھا دوزخ تک پہنچا دے گا۔ اور پھر کذب و دروغ گوئی سے مزید نفرت دلانے کے لئے یہ بھی بتا دیا کہ آدمی جب برابر جھوٹ بولتا رہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں (کذاب) (پکا جھوٹا) لکھ لیا جائے گا اور پھر دوزخ میں ایسے جھوٹوں کے ساتھ رہے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں۔ آمین!)

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں، دوستوں اور سب متعلقین کو صدق اور سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کی رغبت دلایئے اور دروغ گوئی (جھوٹ) سے پرہیز واجتناب کی تاکید کیجئے۔ اور اگر کبھی نوبت آجائے تو فوراً توبہ کرلی جائے۔

(۲) انہیں یہ بات ذہن نشین کرادیجئے کہ آدمی جب سچائی اور راست گوئی کا عادی ہوجاتا ہے تو پھر یہ عادت اس کی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے۔ پھر چھوٹتی نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے تو پھر یہ جھوٹ کی عادت اس کی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے، اور چھوٹتی نہیں ہے، سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ اسی طرح سے جاری ہے۔ لہٰذا اس بات کا بہت اہتمام ہونا چاہئے کہ جھوٹ کا ارتکاب ہوجانے پر فوراً سچے دل سے توبہ کرلی جائے اور پھر دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے، (یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ توبہ صرف کان پکڑ لینے اور گال پر ہاتھ مار لینے کو نہیں کہتے بلکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ پچھلے گناہ پر دل سے پوری ندامت وشرمساری ہو اور آئندہ کے لئے دل میں پکا ارادہ ہو کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہ ہوگا) مگر یہ توبہ ذرا دشوار کام ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ حل بتایا ہے کہ جب کوئی گناہ بڑا ہوجائے تو فوراً کوئی نیکی کرلو (نفل نماز پڑھ لو، صدقہ کردو) یہ نیکی اس برائی کا خاتمہ کردے گی۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو سچا بنائے، سچوں کی رفاقت عطا کرے اور سچوں ہی کے ساتھ ہمارا انجام ہو۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ثواب لکھنے والے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اُس کا ثواب لکھیں گے۔ (ص ۱۷۷)

اہل جنت کے درجات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءُ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ كَمَا تَرَاءُ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَيْنَهُمْ، قَالُوْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُ هُمْ؟ قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ .

ترجمہ: اہل جنت بالائی منزل کے لوگوں کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آخیر شب میں کسی چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو، جو افق مشرق یا افق مغرب میں دکھائی دیتا ہے۔ اہل جنت اور بالائی منزل کے لوگوں میں ایسا ہی فاصلہ ہوگا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے کہا یارسول اللہ! کیا بالائی منزل پر حضرات انبیاء کے منازل ہوں گے جن تک ان کے علاوہ کوئی نہ پہنچے گا آپ نے جواب میں فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ منازل عالیہ ان اہل ایمان کے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر پختہ اور سچا ایمان لائے ہوں گے اور اپنے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: ”اس حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے دراجات و مقامات کے درمیان تفاضل بیان فرمایا ہے۔ اور تفاوت و تفاضل ان کی ایمانی قوت کی زیادتی اور اعمال صالحہ کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔ جس کا ایمان جتنا قوی ہے اور جس کے اعمال خیر جتنے زائد ہوں گے وہ اتنے ہی بلند درجے میں ہوگا۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب وتقویٰ کے باعث یہ تفاضل ہوگا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل جنت اوپر کی منزلوں میں ان کی بلندی و دوری کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ دور چمکتے ہوئے تارے دیکھتے ہیں، آپ نے جب یہ خبر دی تو بعض صحابہ کرام نے کہا کہ وہ اوپری درجہ کی منزل انبیاء کرام کی ہوگی جہاں دوسرے لوگ نہ پہنچ سکیں گے؟ تو آپؐ نے انہیں یوں جواب دیا، کہ نہیں، یہ بات نہیں ہے، جس ذات کے قبضہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ منازل ان اہل ایمان کے ہوں گے جو صدق دل سے اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی وہ منازل پیغمبروں کے لئے مخصوص نہیں ہوں گے تم لوگوں نے صحیح نہیں سمجھا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے متعلقین کو بتایئے کہ اہل جنت کے درجات میں تفاوت و تفاضل اس وجہ سے ہوگا کہ ان کے ایمان کی قوت اور اعمال صالحہ کی کیفیت ادا، اور ان کی مقدار میں کمی بیشی ہوگی۔ جن کا ایمان قوی اور جن کے اعمال صالحہ بکثرت اور پرخلوص ہوں گے ان کے درجات بلند ہوں گے۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب اور تقویٰ کے باعث بھی ان کے درجات میں فرق ہوگا۔

(۲) اور سب دوستوں کو نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور باہم مقابلہ و منافست کا شوق دلایئے اور اس کی ترغیب دیجئے گا تاکہ آخرت میں جنت کے اونچے درجے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرمائے، اور اپنی رضا کا مقام جنت عطا فرمائے۔ آمین

حسن نیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا مَا قَطَعْنَا وَادِیًا وَلَا وَطِئْنَا مَوْطِئًا یَغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا اَنْفَقْنَا نَفَقَةً وَلَا اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ اِلَّا شَرَکُوْنَا فِیْ ذَالِکَ وَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ فَقِیْلَ لَهٗ کَیْفَ ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرَکُوْا بِحُسْنِ النِّیَّةِ.

ترجمہ: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں (کہ اس غزوۂ تبوک کے موقع پر) ہم نے جو وادی بھی سفر میں طے کی یا جس ایسے مقام سے گزرے جہاں سے ہمارا گزر جانا جو کافروں کو مشتعل کر دیتا ہو اور ہم نے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا یا جب کبھی ہم فاقہ اور بھوک میں مبتلا ہوئے، ان میں سے ہر بات میں وہ لوگ مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے شریک رہے ہیں۔ اس بات کو سن کر آپ سے کہا گیا کہ اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھلا یہ کیسے ہوا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ انہیں عذر نے ہمارے ساتھ سفر نہ کرنے دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انکی حسن نیت پر انہیں ہمارے ساتھ اجر و ثواب میں شریک کر دیا۔ (بخاری وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چیستاں اور پہیلی کے انداز میں ان بے سروسامان اور معذور مگر مخلص صحابہؓ کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے اپنے مختلف اعذار کی وجہ سے دلی خواہش رکھنے کے باوجود غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ ہی میں رہ گئے تھے اور دوسرے حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موسم کی گرمی وشدت، راستے کی تکلیف وصعوبت، بھوک اور فاقہ برداشت کرتے ہوئے غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مدینہ میں رہ جانے والے یہ معذور صحابہؓ اپنے حسن نیت اور دلی خواہش کی بدولت ہمارے ساتھ اجر و ثواب میں شریک مانے گئے ہیں۔ انہیں بھی ہمارے ساتھ اجر و ثواب ملے گا۔ کیونکہ یہ معذور تھے۔ کسی کے پاس سواری نہ تھی، کسی کے پاس زادِ راہ نہ تھا، کوئی مریض تھا۔ مگر دل میں سب کے خواہش جہاد موجود تھی اجر و ثواب کے حقدار ہوگئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کا یہ ارشاد سن کر تعجب ہوا تو آپ نے پوری بات سمجھا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلی ارادے اور حسن نیت سے واقف ہیں، ان کی نیت کو دیکھتے ہوئے اجر و ثواب میں شریک کر دیا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب اور گھر والوں کو "حسن نیت کی فضیلت وبرکت سمجھائیے کیونکہ مومن کبھی کبھی اپنے حسن نیت کی بدولت وہ درجہ مقام حاصل کر لیتا ہے جو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے یہ بات ہر وقت ملحوظ ذہنی چاہئے کہ اللہ ورسول نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان تمام باتوں میں حسن نیت کی ضرورت ہے۔

(۳) سب کو یہ بات بتا دیجئے کہ جو شخص کوئی نیک عمل کیا کرتا تھا پھر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکا تو اسے اس حالت میں پورا اجر دیا جائے گا جیسا کہ اس کام کے کرنے کے وقت دیا جاتا تھا جب وہ قدرت رکھتا تھا مثلاً کوئی شخص نفل نماز پڑھا کرتا تھا یا نفل روزہ رکھا کرتا تھا پھر وہ مریض ہوگیا یا کوئی سفر پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکا تو اس کے لئے ویسا ہی اجر لکھا جائے گا، جیسا کہ حالت صحت واقامت میں لکھا جاتا تھا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو صالح اعمال، صالح نیت کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ نیک اعمال جن کی ہم استطاعت نہیں رکھتے اپنے فضل سے ان کا اجر بھی ہمارے حصہ میں کر دے۔ آمین

علم حاصل کرنے کا مقصد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

مَنْ طَلَبَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ .

ترجمہ: جس شخص نے ایسا کوئی علم حاصل کیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے حاصل کیا جاتا ہے مگر اس شخص کی غرض تعلیم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ صرف دنیا ہی کمائے گا تو یہ شخص روز قیامت جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی والا علم صرف قرآن و سنت کا علم ہے کیونکہ کتاب و سنت ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی علم سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مطلوب باتوں اور کاموں کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے نزدیک ناپسند، مکروہ و حرام باتوں سے واقفیت و باخبری ہوتی ہے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ان باتوں سے واقفیت کیلئے جس طرح کتاب و سنت کا علم ضروری ہے اسی طرح ان علوم کی طلب و تحصیل بھی ضروری ہوگی جو کتاب و سنت کا علم حاصل کرنے کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً عربی زبان اور اس کی لغات کا علم اور اس سے متعلق دوسرے علوم و فنون (صرف ونحو، معانی و بیان اور بدیع وغیرہ) اور دین و شریعت میں آئی ہوئی تمام تفصیلات اور مختلف متعارض احکام میں طریقۂ تطبیق سے واقفیت بھی ضروری قرار پائے گی۔

حدیث زیر درس کی رو سے یہ جملہ علوم و فنون اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے حاصل کئے جانے چاہئیں۔

اب اگر کوئی شخص ان خالص دینی علوم کو تحصیل دنیا اور کسب مال و زر کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ اسی وجہ سے دینی علوم کے طالب کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ ان علوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے لئے حاصل کرے یہ دینی علوم تحصیل دنیا کے لئے ہرگز حاصل نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شخص دنیاوی علوم (مثلاً علوم ہندسہ (جامیٹری) علم طب (ڈاکٹری) علم کیمیا (کیمسٹری) اور کسی قسم کی صنعت و حرفت کو بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کی نیت سے حاصل کرتا ہے (جو اس وقت جبکہ مادیت کا غلبہ ہے، بہت ہی نادر ہے) تو یہ شخص بھی ان دنیاوی علوم کی طلب میں مستحق اجر و ثواب ٹھہرے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو سمجھائیے کہ دینی امور میں اور علوم دین کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی نیت (جسے اخلاص کہتے ہیں) واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علوم شرعی کی تحصیل کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کے ساتھ ساتھ دنیا حاصل کرنے کی بھی نیت رکھے گا تو یہ اخلاص کے منافی ہوگا۔ اور قبول نہ ہوگا۔ ایسے شخص کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلص ہی سے قبول فرماتے ہیں۔

(۲) اور سب کو علم دین اور علم شریعت و احکام کی فضیلت و ضرورت سے آگاہ کیجئے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ تمام کاموں میں ہمیت اپنی رضا نصیب فرمائے، اور خسیس و گھٹیا چیزوں کی نیت سے بچائے۔ آمین

عمر، جوانی، مال اور علم کا سوال

لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْهِ.

ترجمہ: قیامت کے دن کسی بھی بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہ اٹھیں گے جب تک کہ اس سے ان چار باتوں کا سوال نہ ہو جائے۔ اس کی عمر سے متعلق سوال ہوگا کہ عمر کن کاموں میں صرف کی؟ اس کی جوانی سے متعلق سوال ہوگا کہ جوانی کن باتوں میں گزاری؟ اس کے مال سے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کے علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (بزار وطبرانی)

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب تک ان سوالوں کے جوابات نہ دے گا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر جنت یا دوزخ میں نہ جائے گا۔ بندے سے یہ سوالات اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ انسان کی عمر سے متعلق سوال ہو جانے کے بعد اس کی جوانی سے متعلق سوال کیوں ہوگا؟ جبکہ جوانی بھی عمر ہی کا ایک حصہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور ذکر الخاص بعد العام لایا گیا ہے۔ جوانی چونکہ قوت وطاقت اور جد وجہد کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص زمانۂ شباب میں سدھرا اور سنبھلا رہا تو غالب گمان یہی کیا جائے گا کہ وہ اسی صلاح پر مستقیم بھی رہا ہوگا۔ اور اگر کوئی جوانی ہی میں بگڑ گیا تو عام طور پر اس کا سدھار مشکل ہو جاتا ہے۔

مال سے متعلق صرف اس کی آمد وخرچ کا سوال نہ ہوگا بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کس ذریعہ سے آیا تھا؟ وہ ذریعہ جائز اور مشروع تھا یا ناجائز ذریعہ تھا؟ پھر خرچ کا سوال ہوگا کہ وہ مال کن مصارف میں خرچ کیا۔ اگر آمدنی بھی جائز تھی اور خرچ بھی شریعت کی حدود میں کیا تو نجات پا گیا ورنہ ہلاک ہو گیا۔

آخری سوال علم پر عمل سے متعلق ہوگا کہ جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟ اگر علم پر عمل کیا تھا تو کامیاب ہو جائے گا ورنہ ناکام ہوگا۔ علم پر عمل کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم دوسروں تک پہنچائے بھی اور کوشش کرے کہ وہ بھی عمل کریں۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو موت اور بعث وجزا کی یاد دہانی کرائیے اور انہیں سفرِ آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا ''زادِ سفر'' تیار کرنے کے لئے متوجہ کیجئے۔

(۲) لوگوں کو نصیحت کیجئے کہ وہ ان چاروں سوالات کی جواب دہی کے لئے پورے احتیاط کے ساتھ تیار رہیں ان سے ہرگز غفلت نہ برتیں، تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عتاب وعذاب سے نجات حاصل کر کے داخلۂ جنت کے لئے کامیاب ہو جائیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ چار سوالات کے جواب میں کامیابی حاصل کرنے والا بنائے، ہمارے مال، جان، علم وعمل سب میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

افضل عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ جِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِهٖ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ .

ترجمہ: سب سے افضل اعمال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، پھر اس کے بعد لائق قبول حج کرنا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں ''الاعمال'' کا لفظ آیا ہے جس سے آپ کی مراد اعمال صالحہ ہیں۔ خواہ وہ ایسے اعمال ہوں جو دل سے تعلق رکھتے ہوں جیسے اعتقادات اور دلی ارادے اور نیات، یا وہ ایسے اعمال ہوں جو از قبیلہ اقوال ہوں جیسے سچی بات کہنا، سچی گواہی دینا، تلاوت قرآن کرنا، ذکر یا دعا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (بھلائی کی تبلیغ، برائی سے روکنا وغیرہ) یا وہ ایسے اعمال ہوں جو ہاتھ پیر سے کئے جائیں جیسے جہاد، حج، نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، اسلامی حکومت میں سرحدوں کی حفاظت۔)

اعمال کے اس وسیع مفہوم کو نظر میں رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین اعمال سب سے افضل ہیں اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ایمان ہے۔ ایمان کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کے بغیر دوسرے نیک اعمال مقبول ومعتبر ہی نہیں ہوتے۔ بے فائدہ رہتے اور اکارت جاتے ہیں۔ ایمان کے بعد جہاد کا ذکر کیا ہے جس میں ہر طرح کا جہاد شامل ہے، بے عمل اور بدعمل لوگوں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد کرنا، کافروں کے ساتھ دین کی دعوت کی محنت کرنا اور انکار پر ان سے جہاد وقتال کرنا۔ ان کے علاوہ خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ نفس کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو اختیار کرے اور ان کی ناپسند چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ تیسرے چیز ''حج مبرور'' ہے، حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حکم کی رعایت کرتے ہوئے ادا کیا جائے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے پرہیز کیا جائے۔ اعمال خیر کی کثرت کی جائے۔ ایسے حج کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ''افضل اعمال'' صرف یہی تین اعمال نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی کچھ اور اعمال ہیں جنہیں حدیث شریف میں ''افضل اعمال'' فرمایا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اپنے وقت مقررہ پر ہی نماز ادا کی جائے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام اعمال صالحہ کرنے والا بنائے۔ آمین

5

عمرہ اور حج مبرور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْعُمْرَةُ اِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ .

ترجمہ: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک جو چھوٹے موٹے گناہ ہو گئے ہوں گے یہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور حج مبرور اس کی جزا تو صرف جنت ہی ہے۔ (بخاری)

تشریح: حدیث شریف میں عمرہ کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے کہ عمرہ کی بدولت وہ تمام چھوٹے موٹے گناہ جو دو عمروں کے درمیان ہو گئے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں تو یہ فضیلت اس عمرہ کی بیان کی گئی ہے جو تمام شرائط و فرائض اور واجبات و آداب کی رعایت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کامل و مکمل ادا کیا گیا ہو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں ملنے والا ثواب ہو۔ دکھاوا اور ناموری مقصود نہ ہو، تو ایسے عمرہ کا ثواب اور فضیلت یہ ہے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ احادیث میں جہاں کہیں کسی عبادت پر گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے حضرات محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب یہی بتایا ہے کہ ایسی حدیثوں میں صغیرہ گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ کبائر کی مغفرت کے لئے صدق دل سے توبہ ضروری ہے۔ اور یہ توبہ بھی اس وقت کارآمد ہوگی جب وہ گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں، حقوق العباد کے گناہوں میں صاحبِ حق سے معافی حاصل کرنا بھی ضروری ہے، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ "حج مبرور (مقبول) کی جزا تو جنت ہی ہے" اہل ایمان کو ایک عظیم خوشخبری دیدی کہ جس شخص نے حج کے تمام شرائط و آداب ملحوظ رکھتے ہوئے حج کر لیا تو اس کے گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ حج کے انعام میں اسے جنت بھی ملے گی جس سے بڑھ کر کوئی دوسری جزا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جنت دار السلام بھی ہے اور دار الابرار بھی ہے۔ اور جس کی نعمتیں حد سے زائد ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کے قرب و دیدار کی نعمتیں بھی ملیں گی۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ عمرہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کی جائے۔ اس کا طواف کیا جائے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جائے، پھر سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کے احرام ختم کر دے۔ عورت انگلیوں کی پور کے برابر بال کتر لے۔

(۲) لوگوں کو بتائیے کہ عمرہ کو کبھی حج کے ساتھ ملا لیتے ہیں اور کبھی حج سے پہلے عمرہ کرتے ہیں اور جب اس سے فارغ ہو جاتے ہیں تو حج کا احرام باندھتے ہیں اسی کو تمتع (بالعمرة الی الحج) کہا گیا ہے۔ حج تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہوتی ہے یا تو ایک بھیڑ، بکری قربانی کرے یا بڑے جانور (گائے، بھینس، اونٹ) کے ساتویں حصہ کی قربانی کرے۔ اور اگر قربانی نہ کر سکے تو تین روزے وہیں ایام حج میں رکھے۔ اور سات روزے واپس اپنے گھر آ جانے کے بعد رکھے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمرہ و حج برور کی نعمت نصیب فرمائے۔ اور جس کو یہ سعادت ایک دفعہ حاصل ہو چکی ہے انہیں بار بار عطا فرمائے۔ آمین

بعض احکام حج

خَمسٌ يُقتَلنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحِدَاةُ.

ترجمہ: یہ پانچ جانور ہیں جو حدود حرم میں مارے جاسکتے ہیں (ان کا مارنا حالتِ احرام میں جائز ہے) سانپ، بچھو، شکاری کوا (جو ملکے رنگ کا ہوتا ہے) اور چوہا، اور کٹکھنا کتا اور چیل۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حیۃ عام سانپ کو کہتے ہیں، مراد سانپ کی ہر قسم ہے۔ عقرب بچھو کو کہتے ہیں، الغراب الابقع وہ کوا ہے جس کے بعض پر سیاہ اور بعض پر سفید ہوتے ہیں۔ فارہ چوہے کو کہتے ہیں جو فطری طور پر نقصان اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور کلب عقور، وہ کتا جو دانت سے کاٹ لیتا ہو۔ چیل مشہور شکاری پرندہ ہے۔

ان پانچ جانوروں کو حرم میں قتل کرنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اجازت اسی وجہ سے دی گئی ہے کہ عام طور پر ان سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ان جانوروں کے علاوہ بھی کوئی جانور اذیت پہنچائے تو اسے بھی مارا جاسکتا ہے۔ (جیسے بعض بھیڑیئے، لکڑ بگھے وغیرہ آدم خور بن جاتے ہیں۔)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں انسانی راحت وآرام اور صحت وبقاء کے پہلو کو قطعاً فراموش نہیں کیا گیا۔ دیکھئے حرم میں اگرچہ شکار کرنے اور کسی جاندار کو مارنے پر پابندی ہے مگر، جن جانوروں سے ایذاء کا اندیشہ ہے انہیں قتل کرنے کی اجازت دیدی گئی تاکہ اس پابندی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب کو یہ بات اچھی طرح جتلا دیجئے کہ حدیث مذکور میں نامزد پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے کسی جانور کو مارنا محرم کے لئے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ موذی ہو، ہاں اگر جو شخص محرم نہ ہو وہ کسی موذی جانور کو (جو ان مذکورہ پانچ جانوروں کے علاوہ ہو) حرم میں مار سکتا ہے۔ لیکن غیر موذی جانور کو حرم میں کوئی بھی نہیں مار سکتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''بیشک یہ شہر (مکہ) ایسا شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا فرمایا تھا اسی دن اس شہر کو ''شہر محترم'' ٹھہرا دیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حرمت کے باعث یہ شہر حرام رہے گا، نہ اس میں شکار کیا جائے گا، نہ اسکے درخت کاٹے جائینگے، نہ گھاس کھودی جائیگی۔''

(۲) انہیں یہ بات بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی ایذا دے گا وہ کسی طرح قابل احترام نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو یا حیوان ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حرم میں آمادۂ قتل وقتال ہو جائے تو اس سے قتال کیا جائے اور اسے قتل کر دیا جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل کی توفیق عطا کرے۔ اور ہر مسلمان کو ہر قسم کی ایذاء سے محفوظ رکھے۔ آمین

تین ممنوع اور تین مکروہ کام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَ وَأْ دَالْبَنَاتِ وَ مَنْعًا و "هَاتِ" وَكَرِهَ لَكُمْ ثَلاثًا قِيل و قال وَكَثْرَةِ السُّؤالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر (تین باتیں) حرام کی ہیں، ماں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا مگر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا اور تین باتیں مکروہ بتائی ہیں بے ضرورت قیل وقال کرنا، لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا (مانگنا) مال ضائع کرنا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: "تحریم" کا لفظ حرام سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے لوگوں کو روک دیا جائے کہ وہ حرام شدہ امر کا ارتکاب نہ کریں۔ حدیث شریف میں تین محرمات (حرام کردہ باتیں) بتائی گئی ہیں جو انتہائی درجہ کی ممنوعات ومحرمات میں سے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے۔ (سب سے پہلی بات تو والدین کی نافرمانی (بشرطیکہ ان کا حکم خلافِ شریعت نہ ہو۔)

اگرچہ نافرمانی ماں باپ دونوں ہی کی حرام ہے لیکن حدیث شریف میں صرف ماں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ باپ کی نسبت ماں کے حقوق زیادہ ہیں، اس لئے صرف ماں کی ہی نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (احقر مترجم ایک وجہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ چونکہ عام طور پر اولاد اپنی ماں سے شوخ اور نڈر رہتی ہے۔ اسلئے اسکے حکم کو ٹال دیتی ہے، اس وجہ سے بھی ماں کی نافرمانی سے روکا گیا ہے)

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہے وہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا اور انہیں مار ڈالنا ہے۔ جیسا کہ عرب کے لوگ اپنے خود ساختہ تصور عزت وغیرت کے تحت کیا کرتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اور آج کل رواج ہو گیا ہے بچہ کی ولادت سے پہلے ہی اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ (بعض صورتوں میں اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔)

اور تیسری بات جو حرام کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی تو نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے۔ یا یہ کہ خود تو اپنی چیز دوسروں کو نہ دیتا ہو لیکن دوسروں کی چیزیں ان سے خوب مانگتا رہے۔ اس حدیث شریف میں یہ تین باتیں مکروہ ٹھہرائی گئی ہیں۔

(۱) بے ضرورت قیل وقال کرنا (۲) لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا اور ہر ایک سے ہر ایک چیز مانگتے رہنا۔ اور (۳) اپنے مال کو ضائع کرنا، شریعت کے خلاف گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنا، اسی طرح شادی وغیرہ کی تقریبات میں فضول خرچی اور اسراف بھی مال کو ضائع کرنا ہے اور معصیت ہونے کی وجہ سے بالکل حرام وناجائز ہے۔ قیل وقال میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سنی سنائی باتیں تحقیق کے بغیر دوسروں سے بیان کرے۔ کثرت سوال میں بے ضرورت باتوں کا سوال اور ان کی کھود کرید بھی شامل ہے۔

ضروری ہدایت

اپنے دوستوں کو حدیث مذکور کی تشریح کا ایک ایک جملہ سمجھائیں۔ اور اچھی طرح ذہن نشین کرا دیں۔

دُعا کیجئے: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام وہ کام کرنے والا بنائے جو اس کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ آمین

خدائی اعلان جنگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِا الْحَرْبِ وَمَا تَقرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مَا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِا النَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ.

ترجمہ: جس نے بھی میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ اور میرا کوئی بندہ کسی چیز سے بھی میرا تقرب حاصل نہیں کرتا۔ جو مجھے ان فرائض سے زیادہ پسندیدہ ہو جو میں نے بندے پر فرض کئے ہیں، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ (بخاری)

تشریح: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے نقل فرمائی ہے۔ ایسی حدیث کو ''حدیث قدسی'' کہتے ہیں۔

حدیث شریف کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چند باتیں مزید لکھی جارہی ہیں کہ اولیاء اللہ سے عداوت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے بغض اور دشمنی کا معاملہ نہ کیا جائے۔ انہیں ایذاء و تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے جو شخص دشمنی رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے اعلانِ جنگ فرما رہے ہیں۔ اب آگے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے اعلان جنگ فرما دیا ہو اسے کون پناہ دے سکتا ہے۔ اور کہاں پناہ دے سکتا ہے۔ دونوں جہان میں کہیں بھی اس کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ ''وَمَا تقرب'' سے ایک دوسرا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ اس نے جو باتیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں ان کی ادائیگی کی جائے۔ فرائض کو ترک کر کے صرف نوافل سے اس کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں فرائض کی تعمیل کے بعد قرب خداوندی کے حصول میں نوافل کو بہت بڑا دخل ہے۔ نوافل ہی کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنالیں۔

ضروری ہدایات

(۱) ''حدیث قدسی'' اگرچہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر یہ ''قرآن مجید'' نہیں ہے، اس کے نماز میں پڑھنے سے قرآت قرآن کا فرض ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔ بلکہ یہ ''وحی غیر متلو ہے۔ (جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔)

(۲) جو لوگ اولیاء اللہ کو ایذا دیتے ہوں اور اصحاب تقویٰ مومنین اور مومنات کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچاتے ہوں۔ ایسے لوگ بہت بڑے گناہ اور خطرناک کام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کو ایذا خواہ زبان سے پہنچائی جائے یا ہاتھ سے پہنچائی جائے۔ سب کا حکم ایک ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو نیک بنائے اور اپنے نیک بندوں سے محبت کرنے والا بنائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے اولیاء کی رفاقت عطا کرے۔ آمین

مومن کی شان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اَمْرُهٗ كُلُّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ .

ترجمہ: مومن کا حال کتنا عجیب ہے (اور صرف یہی ایک، حال کیا؟) اسکا تو سارا ہی حال عجیب ہے۔ اور یہ صورت حال مومن کے سوا کسی اور کی نہیں ہے۔ اس کو جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے، تو یہ خوشی اسکے حق میں موجب خیر ہوگئی، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ اس پر صبر کر لیتا ہے، اسکی وجہ سے وہ تکلیف بھی موجب اجر و ثواب ہو جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم) (انشاء)

تشریح: عجیب و عجب اور تعجب وغیرہ الفاظ اس جگہ پر بولے جاتے ہیں جب کوئی بڑی انوکھی بات سامنے آئے جس سے انسان کو مسرت آمیز حیرت و تعجب ہو اور حدیث شریف میں "امر المومن" کا جو فقرہ آیا ہے، اس کا مطلب ہے مومن کی شان اور مومن کا حال، اور مومن سے یہاں مومن کامل مراد ہے جو اپنے ایمان میں بالکل صادق ہو۔ ناقص الایمان اور غیر صادق الایمان مومن ہرگز یہاں مراد نہ لیا جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں جس مومن کے حال پر مسرت و تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ مومن غیر کامل اس کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے شخص کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی اسے کوئی بھلائی اور خوشی پہنچتی ہے تو وہ کار خیر کی انجام دہی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف و رنج پہنچتا ہے تو بے صبر ہو کر جزع فزع اور واویلا شروع کر دیتا ہے اور احسان فراموشی پر اتر آتا ہے۔ برخلاف مومن کامل کے کہ وہ ہر مسرت و خوشی کے موقع پر خواہ کسی قسم میں بھی خوشی ہو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور مزید لطف و کرام کا مستحق ہوتا ہے اور اگر اسے کسی قسم کا رنج و غم یا تکلیف ہوتی ہے (کوئی مرض ہو جاتا ہے) یا پھر کوئی ضرورت یا حاجت پیش آجاتی ہے محنت و مشقت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو وہ ہر صورت حال پر جزع و فزع کرنے کے بجائے صبر کرتا ہے۔ اور اپنے اس صبر کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا حقدار بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے یہ خوشی کیا کم ہے کہ وہ عند اللہ صابرین و شاکرین میں شمار ہوا، اور صبر و شکر کی وجہ سے بلند درجات پر فائز ہو جائے۔

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو ایمان اور اہل ایمان کی فضیلت بتایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر درس میں جن لوگوں کی خوبی و فضیلت بیان کی ہے انہیں یہ مقام ایمان اور تقویٰ ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

(۲) دوستوں کو شکر کا مقام اور اس کی فضیلت سمجھایئے اور بتایئے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثناء کی جائے اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت (مال، دولت، عقل و فہم، قوت و طاقت غرضیکہ ہر نعمت) اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ صرف کی جائے۔)

دُعا کیجئے: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ ناشکری و بے صبری سے بچائے آمین

استغفار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" یٰاَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ "

ترجمہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت چاہو، میں خود اس سے ایک دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

تشریح: حدیث زیر درس میں " یٰاَیُّهَا النَّاسُ " کے عام خطاب سے لوگوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت بظاہر ہر انسان مخاطب ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت۔ مگر واقعتہً ایسا نہیں ہے۔ یہ عنوان اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد صرف اہل اسلام وایمان ہی ہیں۔ کیونکہ کفار سے سب سے پہلا مطالبہ ایمان واسلام ہی کا کیا جائے گا۔ ایمان کے بعد ہی وہ گناہوں سے توبہ اور دوسرے احکام کے مخاطب ومکلّف ہوں گے۔

لوگوں کو ندائے عام کے ذریعہ مخاطب کر کے انہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ "توبہ" کا لفظ عربی لغت کی رو سے کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کے ایک معنی تو وہی ہے جو عام طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے اور اردو میں یہ جس مفہوم میں مستعمل ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ "رجوع ہونے" اور "متوجہ ہونے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہ بات گھوم پھر کر ایک ہی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی مطلب یہی ہے کہ اے لوگو! اللہ کے مقرر کردہ فرائض و احکام کی بجا آوری اور اس کی ممنوعات ومحرمات سے اجتناب کرتے ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور اپنے نادانستہ گناہوں کی معافی ومغفرت اس سے طلب کرتے رہا کرو۔

گناہوں سے استغفار کے لئے متعدد طریقے ہیں۔ چاہیں تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں) کہیں اور چاہیں تو " اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ " (اے اللہ!! میرے گناہ بخش دے) کہیں۔ چاہیں تو " رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ " کہیں۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قابل قبول استغفار وہی ہے جو ترک معصیت کے ساتھ ہو۔ ورنہ گناہ کئے جانا اور صرف زبان سے استغفر اللہ کہتے رہنا تو استغفار کا مذاق اڑانا ہے۔

اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توبہ واستغفار کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنا معمول بھی بتا دیا کہ "میں خود بھی اللہ تعالیٰ سے دن بھر میں سو بار توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ اس سے آپ کا مقصد یہی ہے کہ لوگ میرا معمول سن کر اس کی ضرورت واہمیت سمجھ لیں اور اپنی زندگی میں بھی اس کو معمول بنا لیں۔ جب وہ ہستی سو بار استغفار کرتی رہتی ہے جس کی بخشش ہو چکی ہے تو گناہ گار امتی کو کس قدر استغفار کرنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے ذکر کی گنتی شمار کیا کرتے تھے کہ آپ یہ کلمات ایک مجلس میں سو بار فرمایا کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں " رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ " (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دیجئے اور میرے حال پر توجہ فرمائیے بے شک وبے شبہ آپ ہی توجہ فرمانے والے مہربان ہیں)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبدیت اور کمال

معرفت کی بات بھی تھی کہ گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہونے کے باوجود توبہ واستغفار میں اتنی رغبت اور اتنی مشغولیت رکھتے تھے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتایئے کہ توبہ کے صحیح ودرست اور قابل قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

اول شرط تو یہ ہے کہ گناہ سے فوراً باز آ جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بلا تاخیر فوراً استغفار کرے۔ یعنی "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" وغیرہ کسی عنوان سے گناہ پر توبہ بھی کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس معصیت پر نادم وشرمندہ بھی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس بات کا عزم بالجزم اور پکا ارادہ بھی کرلے کہ دوبارہ گناہ نہ کرے گا اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی انسان سے ہو (مثلاً کسی کو کوئی جھوٹی تہمت لگائی ہو یا بغیر اجازت اس کا مال یا کوئی چیز کھائی ہو یا کسی کو مارا پیٹا ہو) تو ایسے گناہ سے توبہ کے لئے یہ پانچویں شرط بھی ہے کہ اس انسان سے معافی چاہے اور جو مال وغیرہ لیا ہے اسے واپس کرے، یا مارا پیٹا ہے تو اسے موقع دے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے۔

(۲) توبہ اور استغفار دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزموم ہیں۔ جو شرطیں صحت توبہ کے لئے اوپر مذکور ہوئیں استغفار میں بھی وہی شرطیں ملحوظ رہیں گی۔ صرف زبان سے استغفر اللہ کہہ لینا استغفار شمار نہ ہوگا جب تک کہ اس گناہ پر ندامت نہ ہو اور آئندہ کے لئے ترک کا عزم اور پکا ارادہ بھی ہو۔

(۳) یوم کا لفظ عربی زبان میں روز کے معنی میں بولا جاتا ہے جس میں دن اور رات دونوں ہی آ جاتے ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو آیا ہے کہ آپ دن بھر میں سو بار توبہ کرتے تھے، اس کا مطلب یہی ہے کہ دن رات میں یہ ورد رہتا تھا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توبہ واستغفار کی توفیق دے، گناہوں ونافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

جو شخص روزانہ اس درود شریف کی پابندی کرے وہ جنت کے خاص پھل اور میوے کھائے گا۔ (ص ۱۷۳)

مجاہد کا تعاون کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

وَمَنْ جَهَزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

ترجمہ: اور جس شخص نے کسی غازی فی سبیل اللہ کے لئے سامان جہاد مہیا کر دیا تو گویا اس نے جہاد میں شرکت کرلی اور جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کے گھر والوں کی اچھے طور پر دیکھ بھال رکھی تو گویا اس نے بھی جہاد میں شرکت کرلی (اسے بھی وہی ثواب ملے گا۔) (بخاری ومسلم)

تشریح: اس زیر درس حدیث سے اس تعاون کی حقیقت ومفہوم پر اچھی طرح روشنی پڑ جاتی ہے۔ اس حدیث میں کارِ خیر میں تعاون کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن سے بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

پہلی صورت تعاون یہ ہے کہ کہیں اہل کفر سے جہاد ہو رہا ہے۔ ایک شخص جسمانی قوت وطاقت نہیں رکھتا مگر مال ودولت رکھتا ہے، وہ جہاد میں خود تو شرکت نہیں کرسکتا۔ لیکن دوسرے مجاہدین کے لئے آلات حرب مہیا کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ وہ شریک جہاد ہوا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مومن اپنی معذوری ومجبوری کے باعث میدان جنگ تک نہیں جاسکتا، مگر دوسرے مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری اور ان کی خدمت کر دیتا ہے کہ مجاہدین بے فکر ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، تو یہ شخص بھی مجاہدین جیسا سمجھا جائے گا اور جہاد کا ثواب پائے گا۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ان دونوں کی نیتیں بہر حال صحیح ہونی چاہئیں کیونکہ نیت کی درستی تو خود اصل مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو ''سامان حرب'' نام ونمود کی نیت سے فراہم کرتا ہے یا اس طور پر اپنی قوم وقبیلہ یا ملک کی مدد مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں ہے تو ایسے شخص کو غزوہ اور جہاد کی شرکت کا ثواب نہ ملے گا۔

اسی طرح جو شخص کسی مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کے بہانہ سے ان کی عزت وآبرو سے کھیلتا ہے یا انہیں ایذا پہنچاتا ہے تو وہ بھی مجاہد وغازی کے ثواب سے محروم رہے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو فریضۂ جہاد سے روشناس کیجئے اور بتایئے کہ جہاد فی سبیل اللہ اگرچہ ''فرض کفایہ'' ہے جو بعض لوگوں کے ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ سب کی شرکت ضروری نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی کسی وقت یہ جہاد ''فرض عین'' (ہر مسلمان کے لئے فرض'' ہو جاتا ہے۔ جب کبھی اہل کفر اہل اسلام کے کسی شہر یا کسی سرحد پر چڑھائی کر کے حملہ آور ہو جائیں تو ان کا دفاع مملکت اسلامیہ کے ہر مسلمان شہری پر ضروری ہو جاتا ہے۔

اور اگر ''امام المسلمین'' کچھ لوگوں کو جنگ وجہاد کے لئے متعین طور پر نامزد کر دیں تو ان لوگوں کے حق میں تو یہ جہاد ''فرض عین'' ہی ہو جائے گا۔

اور اگر ''امام المسلمین'' جہاد کے لئے ''نفیر عام'' (سب لوگوں کے نکل پڑنے) کا اعلان کر دیں تو اس صورت میں مملکت کے جملہ اہل اسلام پر جہاد فرض ہو جائے گا۔

دُعا کیجئے: ہمیں اللہ تعالیٰ غازیوں کی زندگی اور شہادت کی موت عطا کرے۔ آمین

سات مہلک کام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

ترجمہ: سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو۔ حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ (اس کی ذات یا صفات میں) کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق جان لینا کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کفار سے مڈبھیڑ کے وقت (میدان جنگ) جہاد سے بھاگ جانا، سیدھی سادی مومن عورت پر تہمت لگانا۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث شریف بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو، ان کے قریب بھی نہ جاؤ، ان کی طرف دیکھو بھی نہیں، کیونکہ یہ باتیں تمہارے حق میں بہت زیادہ نقصان دہ اور ضرر رساں ہیں۔ ان باتوں سے اجتناب کا حکم وجود کے لئے ہے۔ لہذا کسی صاحبِ ایمان کے لئے ان باتوں کا ارتکاب درست نہیں ہے۔

ان گناہوں کو زیر درس حدیث میں ''موبقات'' فرمایا گیا ہے یعنی مہلکات (ہلاکت والی چیزیں) جو شخص ان کا ارتکاب کرے گا وہ ہلاک ہوگا، قیامت میں عذاب دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور جب حضرات صحابۂ کرامؓ نے ان کی تفصیل دریافت کی تو آپ نے تفصیل ارشاد فرمائی کہ وہ سات مہلکات یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی بھی عبادت کرنا، یہ دوسرا معبود کوئی بھی بنالیا گیا ہو۔ (خواہ فرشتہ ہو، خواہ کوئی نبی ہو جیسے حضرت عیسیٰ وحضرت عزیر، یا کوئی ولی ہو، یا کوئی ستارہ ہو، چاند سورج ہو، حجر وشجر ہو) اور اس کی عبادت کی کوئی بھی صورت ہو سب شرک ہے (مثلاً اس سے دعا مانگی جائے، اس کے نام پر جانور ذبح کیا جائے جیسے شیخ سدو کا بکرا، یا غیر اللہ کے لئے نذر ہو)۔ (۲) سحر وجادو کرنا۔ کسی انسان پر جادو کرنا کہ اس کی عقل جاتی رہے یا وہ جائز طور پر جس سے محبت کرتا ہے وہ محبت جاتی رہے، یا اسے کوئی جسمانی تکلیف اور ضرر پہنچایا جائے۔ (۳) کسی کا ناحق قتل خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، چھوٹا بچہ ہو یا بڑا ہو (نس بندی بھی اسی ذیل میں آتی ہے) (۴) سود کا مال کھانا۔ سود یہ ہے کہ کسی کو رقم قرض دے کر اس سے زیادہ وصول کرنا۔ یہ رقم تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اسی طرح دو چیزوں کی خرید وفروخت جو ایک ہی جنس کی ہوں مگر دونوں کی مقداروں میں کمی بیشی کا فرق ہو (مثلاً پانچ کلو گیہوں کے بدلے میں سات کلو گیہوں لینا دینا) (۵) یتیم کا مال کھانا چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ، اس کا پیسہ ہو یا کھانے پینے کی چیز ہو (اس کی اپنی ہو یا کسی نے اسے دی ہو) کھانا جائز نہیں ہے۔ (۶) جب کفار واہل اسلام میں دینی جہاد ہو رہا ہو تو عین مڈبھیڑ کے وقت میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ (۷) بھولی بھالی سادہ لوح پاک دامن ایمان والی عورتوں پر تہمت تراشی کرنا۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ تفسیر و تشریح کرتے ہوئے لوگوں کو سنایئے۔ جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے عام فہم انداز میں اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ لوگ اچھی طرح مطلب سمجھ لیں۔

(۲) لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ یہ سات باتیں زبان رسالت کے مطالب مہلکات ہی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی اور بہت سے گناہ کبیرہ ہیں جن کا بڑا گناہ ہوتا ہے۔ جیسے زنا ہے، چوری ہے، جھوٹ بولنا ہے۔ غیبت اور چغلی ہے، نفاق ہے، کبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہونا ہے۔ مسلمان کو گالی دینا وغیرہ ہیں۔

(۳) انہیں بتا دیجئے کہ جادو کا اثر جب ظاہر ہو جائے اور یہ بات متعین ہو جائے کہ یہ جادو ہی کا اثر ہے تو اسلامی حکومت میں اس کی سزا قتل ہے۔

(۴) یتیم کا مال کھانے میں کتنا بڑا گناہ ہے۔ اسے سمجھانے کے لئے سورہ نساء کی یہ آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا. وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۔ (ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ظلم و زیادتی کے طور پر کھاتے ہیں تو وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ اور عنقریب ہی وہ دوزخ میں داخل ہوں گے) اور دانستہ اور بطور ظلم کسی کی جان لینے والے کا ٹھکانہ تو دوزخ ہے۔

دُعا کیجئے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہلاکت خیز کاموں سے بچائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ
النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ

جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اُس کو خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ پانچ یا سات جمعہ تک پابندی سے اسکو پڑھیں۔ (ص ۱۶۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُما كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمحُهَا وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

ترجمہ: ترجمہ حدیث:۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ چاہے جہاں بھی رہو اور جب بھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً اس کے بعد ہی نیک کام کرلو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔ (ترمذی شریف)

تشریح: یہ حدیث شریف بظاہر الفاظ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت ہے کسی ایسے شخص کے لئے جس نے آپ سے خود وصیت کی فرمائش کی ہو یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ عنایت اپنے اصحاب کرامؓ میں سے کسی صحابی کو بطور خود یہ وصیت فرمائی ہے جنہیں آپ نے اس وصیت کا مستحق سمجھا ہوگا۔

یہ وصیت مبارکہ اگرچہ تین باتوں کے حکم پر مشتمل ہے لیکن اس کی معنی خیزی پر اگر غور کیا جائے تو یہ وصیت ہر طرح کے صلاح وکمال کی بنیادی باتوں پر مشتمل نظر آئے گی۔ جیسا کہ آئندہ بیان سے واضح ہو جائے گا۔

(۱) تقویٰ: جو اس مراقبہ سے حاصل ہو جاتا ہے جو درس سابق کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی نیک کام کرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کی خوشنودی کو مدنظر رکھے۔ خواہ وہ کام دوسروں کے سامنے کر رہا ہو یا خلوت اور تنہائی میں کر رہا ہو۔

اسی طرح وہ جب کوئی برا کام کرنے سے روک رہا ہو تو اس وقت اس ترک گناہ میں بھی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا جوئی پیش نظر رکھے۔ یہ سوچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ تصور و مراقبہ ہر حالت میں رہنا چاہئے۔ جلوت کی حالت ہو یا خلوت کی۔ اس معنی خیز وصیت کو ان لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے **اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَ مَا كُنْتَ**۔

(۲) برائی کے پیچھے نیکی کرلو: اس ارشاد گرامی کی بنیاد بھی اس مراقبہ پر ہے کہ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو حضورِ رب اور اس کا جواب دہ تصور کرے۔ جس وقت بھی اس کے قدم پھسل جائیں اور کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو حق تعالیٰ کی ناراضگی وغضب کا سبب ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے (یہ دھیان میں رکھتے ہوئے کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں) کوئی نیک کام بھی کرلے، یہ نیک کام اس برے کام پر ہونے والی خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کو ختم کر دے گا (جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے "**اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ** او کما قال یعنی صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔)

برائی اور گناہ کی کوئی بھی صورت ہو، کسی فرض و واجب کا ترک ہوا ہو، یا کسی حرام وممنوع کا ارتکاب ہوا ہو، دونوں ہی صورتوں میں برائی کے بعد نیکی کرلے تو اس برائی کا اثر جاتا رہے گا۔ اسی بات کو حدیث کے دوسرے فقرے میں فرمایا گیا ہے۔ "**اِتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمحُهَا**" (برائی کے پیچھے نیکی لگا دو، برائی کو مٹا دے گی۔

(۳) لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری نصیحت و وصیت ہے کہ لوگوں کے ساتھ

خوش اخلاقی کا برتاؤ رکھو۔ اسے سمجھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس مقام پر نہ پہنچے کہ جو بات وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی بات اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ صرف زبانی خوش اخلاقی کافی نہیں ہے۔ کہ وہ صرف خوش گفتاری ہے۔ اخلاق کا منشا تو دل ہے۔ دل میں دوسرے کا اکرام۔ اپنا عجز ہونا چاہئے۔ دلی تقاضے سے جو خوش اخلاقی برتی جاتی ہے اس کا اثر دوسرے کے دل پر پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں اسی دلی خوش اخلاقی کی بات فرمائی گئی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو ''تقویٰ'' کی حقیقت بتایئے اور یہ سمجھایئے کہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ دین کے فرائض و واجبات کی بجا آوری کرنا اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے ان سے دور رہنا (اور یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو) یہی اصل تقویٰ ہے۔

(۲) لوگوں کو بتا دیجئے کہ ہر گناہ کی توبہ علی الفور (بروقت) ہونی چاہئے تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث زیر درس کا یہ فقرہ اِتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا بھی توبہ علی الفور پر مبنی ہے جب بھی گناہ ہو جائے فوراً کوئی نیک کام کر لو اور خود توبہ کر لینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے متوجہ ہو جانا بھی ایک نیک کام ہے۔

(۳) اپنے دوستوں کو مکارم اخلاق بتایئے اور بتایئے کہ قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہمنشیں یہی مکارم اخلاق والے اصحاب کرام ہوں گے (جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے) آپ نے فرمایا ہے قیامت میں تم میں سے زیادہ محبوب اور مجلس میں مجھ سے زیادہ قریب وہی لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وصیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی خلاف ورزی سے بچائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ظہر کی نماز کے بعد یہ درود شریف سو مرتبہ پڑھنے والے کو تین باتیں حاصل ہوں گی۔
ا۔ کبھی مقروض نہ ہوگا۔
۲۔ اگر قرض ہوگا تو وہ ادا ہو جائے گا خواہ جتنا بھی قرض ہو۔
۳۔ قیامت کے دن اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔ (ص ۱۶۲)

صالحین کا انعام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَعَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا (اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس صحابہ کرامؓ سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو اس کا مطلب بھی یہی ہے (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ) کسی کو بھی ان چیزوں کا علم نہیں ہے جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی چیزیں ان سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس قسم کی حدیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب فرما کر کوئی بات نقل فرمائیں حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ گذشتہ صفحات میں بھی ایسی حدیث گزر چکی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے: ''اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ'' (یعنی روح القدس جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی) کہ '' لَا تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا وَاَجَلَهَا'' (کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنی قسمت میں لکھی ہوئی روزی پوری حاصل نہ کرلے اور جب تک اس کی مدت حیات پوری نہ ہو جائے۔

یہ حدیث بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری پوری ادائیگی کرتے ہوں، اس لئے اس طبقہ میں جملہ صالحین داخل ہیں خواہ وہ انبیاء ورسل ہوں یا اولیاء وشہداء ہوں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ''عبادی'' (میرے اپنے بندے) فرما کر ان کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ جنت کی نعمتوں کی کوئی تفصیل بتانے کے بجائے ایسی تعبیر اختیار فرمائی جو مختصر سے مختصر اور پھر جنت کی تمام نعمتوں کو محیط ہوگئی۔ '' مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ '' کے مختصر سے تین فقروں میں جنت کے محلات وقصور۔ اس کے باغات وانہار، اس کے حور وغلمان، اس کے فواکہ واثمار، اس کے ماکولات ومشروبات، وہاں کے لباس وپوشاک، اس کے سامان آسائش وآرائش سب ہی چیزیں تو ایک لفظ ''ما'' کے عموم کی وجہ سے ان تین فقروں میں سمٹ کر آگئی ہیں۔

آخر میں سورۂ سجدہ کی آیت تلاوت فرما کر گویا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی کو اللہ تعالیٰ ہی کے دوسرے کلام سے بھی ثابت فرمادیا۔

ضروری ہدایات

(۱) صلاح و نیکوکاری اور نیکوکار صالحین کی فضیلت دوستوں کو بتائیے کہ صلاح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شریعت کے احکام اور اس کے بتائے ہوئے عقائد اور تعلیم کی ہوئی عبادات واخلاق وآداب پر عمل کیا جائے جو لوگ ایسے وصف صلاح سے متصف ہوتے ہیں وہ صالحین کہلاتے ہیں۔ جن کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا فرمائی ہے: ''وَاَلْحِقْنِیْ بِا الصّٰلِحِیْنَ'' (اے اللہ! مجھے صالحین کے ساتھ شامل کردیجئے۔ اور جن کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی ہے۔ ''وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ (اے اللہ! اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل فرمادیجئے۔

دُعا کیجئے

سب کو اللہ تعالیٰ نیک وصالح بنائے، اور اپنے انعامات سے نوازے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ كُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہر درد اور بیماری دور ہونے کے لئے اول وآخر مذکورہ درود شریف پڑھیں اور درمیان میں مع بسم اللہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں۔ (ص ۱۶۰)

سات باتوں کا حکم

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا۔

لِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَ بِاِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَعَوْنِ الضَّعِيْفِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِبْرَاءِ الْمُقْسِمِ.

ترجمہ: (۱) مریضوں کی عیادت۔(۲) جنازہ میں شرکت۔(۳) چھینکنے والا جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔تو اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ الله کہنا (۴) ضعیف اور کمزور آدمی کی مدد کرنا۔(۵) مظلوم آدمی کی مدد کر کے اسے ظلم سے بچانا (۶) سلام مسنون کو رواج دینا۔(۷) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرا دینا۔(بشرطیکہ کسی ناجائز بات کی قسم نہ ہو)

تشریح: (۱) بیمار کے پاس جانا، مریض اپنے گھر پر ہو یا شفاخانہ اور تیمار خانہ (نرسنگ ہوم) میں ہو، عیادت کے لئے مرض ہونے کے تین دن بعد جانا مستحب ہے (بعض بیماریوں میں عیادت کو نہ جانا چاہئے، آشوب چشم میں یا پوشیدہ جگہ کوئی پھوڑا پھنسی ہو) جب بیمار کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعا کرے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ (۲) اور جنازہ میں شرکت کرنا، اس کے ساتھ قبرستان جانا، نماز جنازہ اور دفن میں شرکت کرنا اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔(۳) چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں "يَرْحَمُکَ اللّٰهُ" کہنا اور يَغْفِرُ اللّٰهُ لِیْ وَلَکَ' یا یوں کہے" يَهْدِيْکَ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَکَ' (۴) کمزور اور بے زور کی مدد کی جائے کہ کوئی اس پر ظلم و زیادتی نہ کرنے پائے۔اور نصر المظلوم یعنی جس پر ظلم ہو رہا ہو اسے ظلم سے بچانا، اس کی مدد کر کے اسے ظالم کے پنجہ سے چھڑانا۔(۵) سلام مسنون کو رواج دین۔ ہر مسلمان کو بوقت ملاقات سلام کرنا، اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرے۔سلام مسنون یہ ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْکُمْ" دوسرا شخص یوں جواب دے "وَعَلَيْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ"۔(۶) قسم کھا لینے والے کی قسم پوری کرا دینا اگر کسی شخص نے کسی جائز بات پر قسم کھالی ہے تو دوسرے مسلمان بھائی کو چاہئے کہ اس قسم کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔ورنہ قسم ٹوٹنے پر اسے کفارہ دینا ہوگا۔جس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔لہٰذا اس کی قسم پوری کرادے۔کہ وہ اس تکلیف سے بچ جائے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو یہ بات بتائیے کہ جب تک مسلمانوں نے ان سات باتوں پر عمل درآمد باقی رکھا ان میں اخوت باہمی باقی رہی اور ان کی اجتماعی قوت قائم رہی اور وہ پوری جمعیت کے ساتھ ایک امت بنے رہے اور اس حدیث کا مصداق بنے رہے جس میں جملہ مسلمانوں کو ایک "انسانی جسم" کی طرح فرمایا گیا ہے کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہو جاتی ہے تو پورا جسم انسانی اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔اور جب سے ان باتوں پر عمل ترک کر دیا گیا نفاق باہم اور اختلاف و افتراق میں مبتلا ہو گئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کی توفیق عطا کرے۔آمین

دعا میں نفع ہی نفع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَا عَلَی الْاَرْضِ مُسْلِمٌ یَدْعُوْا بِدَعْوَۃٍ اِلَّا اٰتَاھَا اَوْ صَرَفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِذًا نُکْثِرُ قَالَ وَاللّٰہُ اَکْثَرُ اَوْ یَدَّخِرُ مِثْلَھَا۔

ترجمہ: روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے یا تو وہی چیز دیدیتے ہیں یا اسی حیثیت کی کوئی بلا اس سے ٹال دیتے ہیں۔ یہ بات اسی صورت میں ہوتی ہے کہ اس نے وہ دعا کسی گناہ کے کام کی یا قطع رحم کے لئے نہ کی ہو۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، پھر تو ہم خوب دعا مانگیں گے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بہت زیادہ دینے والے ہیں یا اس کے لئے ذخیرۂ جنت بنا دیتے ہیں (مگر یہ آخری ٹکڑا حاکم نے روایت کیا ہے۔ ترمذی میں یہ ٹکڑا نہیں ہے) (ترمذی و مستدرک حاکم)

تشریح: حدیث شریف کی ابتدا لفظ ''مَا'' سے ہوئی ہے۔ ''مَا عَلَی الْاَرْضِ مُسْلِمٍ'' فرمایا ہے کلمہ ''مَا'' نے عموم کے معنی پیدا کر دیئے۔ یعنی کہیں بھی اور کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جو دعا کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کسی نہ کسی صورت میں قبول ہی فرما لیتے ہیں۔ مومن سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہو اور مجسم طور پر ان کا تابع فرمان ہو گیا ہو۔ ان کے ہر حکم کا امتثال کرتا ہو اور ہر ممنوع چیز سے رک جاتا ہو۔ اس کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے صادر ہوتے ہوں۔ غیر اللہ کے لئے کوئی بھی کام نہ ہوتا ہو ایسا شخص جب بھی ان چیزوں کی بابت دعا کرتا ہے۔ جن کا مانگنا جائز و درست ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو اس کی طلب کردہ چیز ہی عطا فرما دیتے ہیں، یا اسی حیثیت کی کوئی برائی (آفت و بلا) دور کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مطلوبہ چیز اس کے حق میں خلاف مصلحت ہوتی ہے۔ اس چیز سے اسے کوئی بھی فائدہ (دینی یا دنیوی) پہنچنے والا نہیں ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اسے مطلوبہ شے نہ دے کر اس پر آنے والی کوئی بلا ٹال دی جاتی ہے۔ مگر ہر صورت میں یہ بات شرط ہے کہ اس کی دعا کسی معصیت و گناہ یا قطع رحم سے متعلق نہ ہو کہ ایسی دعاؤں کا مانگنا ہی جائز نہیں ہے بلکہ بڑا گناہ ہے۔

اس موقع پر ایک شخص بول اُٹھے کہ جب ایسا ہے تو پھر ہم لوگ خوب کثرت سے دعا کریں گے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب قبول کریں گے اور جواب دیں گے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتا دیجئے کہ کھانا پینا اگر نا جائز آمدنی سے ہوگا تو دعا کی مقبولیت سے محرومی رہے گی۔ لہٰذا کھانا اور پینا اور لباس و پوشاک حلال آمدنی سے ہونا چاہئے۔

(۲) لوگوں کو آداب دعا کی تعلیم دیں۔

دعا میں اپنی عاجزی و ذلت اللہ کے سامنے ضروری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ دعا آہستگی کے ساتھ دھیمی آواز میں ہونا چاہئے، زور زور بلند آواز سے دعا مانگنا بے ادبی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ان اسباب سے محفوظ رکھے جو دعا کو قبولیت سے محروم کرتے ہیں۔ آمین

6

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ اَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ فِيْهِنَّ مِنْ هٰذِهٖ الْاَيَّامِ يَعْنِيْ عَشَرَ ذِي الْحِجَّةِ، قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ .

ترجمہ: عشرۂ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل صالح اس درجہ محبوب ہو جس درجہ عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال محبوب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا، مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا اور وہاں دونوں چیزیں اللہ کی راہ میں لگادیں گھر لوٹنے کی نوبت بھی نہیں آئی۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث مذکور کا ترجمہ بجائے خود مطلب خیز ہے جو محتاج تشریح نہیں ہے پھر بھی چند باتیں بطور تشریح لکھی جا رہی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرۂ ذی الحجہ کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی عمل صالح جتنا ان دنوں محبوب ہے ان کے علاوہ دنوں میں اتنا محبوب نہیں ہے ظاہر ہے کہ آپ کا ارشاد امت کو یہ ترغیب دینے ہی کے لئے تھا کہ لوگ ان دنوں کی فضیلت پہچانیں اور ان دنوں میں اعمال صالحہ کرنے کا زیادہ اہتمام کریں۔

آپ کا یہ ارشاد سن کر حضرات صحابہؓ نے (جو اپنی دانست میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہوگا) دریافت کرلیا کہ جہاد جیسا عمل صالح بھی ان دنوں میں کئے ہوئے ''عمل صالح'' کے برابر نہیں ہے تو آپ نے مکرر وہی بات فرمادی مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت کو مستثنیٰ بھی فرمادیا۔ کہ جہاد کی صرف یہ صورت ضرور عند اللہ زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل کھڑا ہوا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی دیدے اور اس کا مال بھی وہیں لوٹ لیا جائے اور وہاں سے لوٹ کر آنے بھی نہ پائے تو ایسے مجاہد کا عمل جہاد یقیناً زیادہ محبوب ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عمل صالح کو محبوب رکھتا ہے عمل صالح کرنے والے صالحین کو بھی محبوب رکھتا ہے اور لوگوں کو اعمال صالحہ کا شوق دلائیے۔

(۲) لوگوں کو یوم عرفہ نویں ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت بتائیے کہ اس ایک روزہ سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لیکن جو شخص وقوف عرفہ کر رہا ہو اس کے لئے مستحب یہی ہے کہ وہ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ کے موقع پر روزہ نہیں رکھا تھا اور عید (بقرعید) کا روزہ تو حرام ہی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اسی فضیلت سے نفع اٹھانے والا بنائے۔ آمین

نہر کوثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَاشِيَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَالْمَاءُ يَجْرِيْ عَلَى اللُّؤْلُؤِ وَمَاؤُهُ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلىٰ مِنَ الْعَسَلِ.

ترجمہ: "کوثر" جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس نہر کا پانی موتیوں پر سے گزرتا اور بہتا ہے (یعنی نہر کی تہہ میں موتی چمکتے رہتے ہیں اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اطلاع وخبر پر مشتمل ہے جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ "نہر کوثر" کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں آپ نے بتایا کہ اس نہر کے دونوں کنارے سونے کے ہیں (ممکن ہے سونے کی اینٹوں سے بنائے گئے ہوں)

نہر سے متعلق آپ کی یہ واقفیت اس وقت ہوئی تھی جب شب معراج میں آپ نے جنت ملاحظہ فرمائی تھی۔ نہر کی تہہ میں موتیوں کا ہونا اور اس کے پانی کا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہونا بھی آپ کے ذاتی معائنہ و مشاہدہ پر مبنی ہے۔ جس کا انکار بڑی گمراہی ہے۔ روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی نہر کوثر سے پرنالوں کے ذریعہ میدان حشر میں بھی پانی بڑے حوض میں گرے گا جس سے آپ بذات خود اور آپ کی امت ہی پانی پئے گی۔ کسی دوسرے کو وہ پانی نہ دیا جائے گا۔

آپ کی امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے آپ کے دین میں ردوبدل اور بدعات کا اضافہ کر دیا ہوگا، وہ اس سے محروم رکھے جائیں گے۔ آپ لاعلمی میں فرمائیں گے کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں، تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کو علم نہیں ہے انہوں نے آپ کی وفات کے بعد دین میں کیسی کیسی بدعات نکال لی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا حلیہ ہی بالکل تبدیل کر دیا تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) نہر کوثر اور حوض کوثر کے سلسلہ میں امت محمدیہ کی جو فضیلت و منزلت ہے اسے لوگوں کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے جنت میں اور میدان حشر میں ان کے لئے کوثر مہیا فرما رکھا ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو یہ بھی بتایئے کہ جو شخص دین وسنت کے خلاف کوئی بدعت نکالے گا۔ دین میں کوئی زیادتی یا تبدیلی کرے گا وہ قیامت میں حوض وکوثر دونوں ہی سے محروم رہے گا۔

(۳) حوض کوثر کی یہ خصوصی فضیلت بتا دیجئے کہ جو شخص بھی اس حوض سے پانی پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وارد ہوا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حوض کوثر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جام کوثر نصیب فرمائے۔ آمین

ادنیٰ جنتی کا محل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ فِیْ مُلْکِہٖ مَسِیْرَۃَ اَلْفِیْ سَنَۃٍ یَرٰی اَقْصَاہُ کَمَا یَرٰی اَدْنَاہُ یَنْظُرُ اِلٰی اَزْوَاجِہٖ وَخَدَمِہٖ وَاِنَّ اَفْضَلَھُمْ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ.

ترجمہ: جنت میں جو شخص سب سے کم درجہ کا ہوگا اس کا محل اتنی وسعت رکھتا ہوگا جس کی مسافت دو ہزار سال میں طے کی جا سکے گی۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے سے دور کی چیزیں بھی اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب کی چیزیں دیکھے گا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو اور اپنے نوکروں چاکروں کو بھی دیکھے گا اور سب سے اونچے درجے کا جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار روزانہ دو مرتبہ کرے گا۔ (احمد و ترمذی)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت اور اہل جنت سے متعلق کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ اہل ایمان کے دلوں میں جنت کے لئے شوق و رغبت پیدا ہو جائے اور ایسے اعمال میں دلچسپی لیں جو انہیں جنت کا حق دار بنا دیں اور وہ اعمال یہی ہیں کہ کفر و شرک اور کبائر سے پرہیز کریں اور فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رہیں۔

اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جنتی شخص ایسے وسیع (طویل و عریض) محل کا مالک ہوگا جس کی مسافت طے کرنے میں دو سال کی مدت درکار ہو۔ (لیکن جمع الفوائد میں ترمذی شریف کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ مدت سفر ایک سال بتائی گئی ہے ممکن ہے مصنف کو نقل حدیث میں کچھ غلط ہو گیا ہو یا بھول ہو گئی ہو۔)

اس پوری حدیث میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان سے اہل جنت کے اکرام کا پتہ چلتا ہے کہ جنت میں انہیں کیسا کچھ انعام و آرام میسر ہوگا اور ان کے ساتھ کیسے کچھ اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

جنت کا سب سے بڑا اکرام و انعام اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی زیارت ہے جو اہل ایمان و اہل تقویٰ اصحاب جنت کو نصیب ہوگی۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (اس دن کچھ چہرے شادابی و تازگی والے ہوں گے جو اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے)

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ اہل جنت کے درجات مختلف ہوں گے یہاں تک کہ نچلے درجے کے لوگوں کو جنت کے بلند درجات اور بالائی منزلیں نیچے سے ایسی دکھائی دیں گے جیسے زمین سے آسمان کے تارے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے درمیان درجات جنت کا یہ فرق و تفاوت ان کے ایمان و اعمال صالحہ کے فرق و تفاوت کی بنیاد پر ہوگا۔ جس کے اعمال صالحہ کی مقدار کم ہوگی اس کا درجہ نیچے ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

پانچ کے بدلے پانچ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ

خَمْسٌ بِخَمْسٍ مَانَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ، وَلَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا فَشَافِيْهِمُ الْفَقْرُ، وَمَا ظَهَرَ تِ الْفَاحِشَةُ فِيْهِمْ اِلَّا ظَهَرَ فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ، وَمَا طَفَّفُوْاالْكَيْلَ اِلَّا مُنِعُوْا النَّبَاتَ وَاُخِذُوْ ابِالسِّنِيْنَ وَلَا مَنَعُوْا الزَّكٰوةَ اِلَّا حَبَسَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْمَطَرَ .

ترجمہ: پانچ باتیں پانچ باتوں کے بدلے میں ہوتی ہیں، (۱) جو لوگ بدعہدی کے مرتکب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کردیتا ہے۔ (۲) جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کا حکم وفیصلہ اختیار کرتے ہیں تو وہ لوگ فقر وتنگدستی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ان میں فقیری ومفلسی پھیل جاتی ہے۔ (۳) جب لوگوں میں بے حیائی (بے حجابی وعریانی) پھیل جاتی ہے تو وبائی بیماری مثلاً طاعون کا شکار ہوجاتے ہیں (۴) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں تو پیداوار سے محروم اور قحط کا شکار ہوجاتے ہیں۔ (۵) اور جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی بند کردیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتے ہیں۔ (موطا امام مالک وبزار)

تشریح: حدیث مذکور جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمارہے ہیں، اس میں پہلا جملہ یہ فرمایا گیا ہے خَمْسٌ بِخَمْسٍ مطلب یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کے نتیجہ میں یہ دوسری پانچ باتیں بطور عذاب سامنے آتی ہیں اور وہ پانچ باتیں جن کے نتیجہ میں عذاب کی پانچ صورتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ حدیث میں یوں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: نقض عہد: یعنی عہد شکنی، کوئی معاہدہ کرکے پھر اسے توڑ دینا اور خلاف معاہدہ کام کرنا، جس قوم میں یہ برائی پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو اس پر مسلط فرمادیں گے۔ وہ دشمن کوئی کافر بھی ہوسکتا ہے اور اہل ایمان کا سب سے بڑا دشمن تو شیطان ہے وہ بھی مسلط ہوسکتا ہے۔ کہ ایسے عہد شکن کو اور گناہوں میں مبتلا کرکے اس کا انجام خراب کردے۔

دوسری بات: جب لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین و احکام کو چھوڑ کر دشمنان حق کے بنائے ہوئے قانون واحکام کو پسند کرکے اس پر عمل درآمد کرنے لگیں گے تو اس کے نتیجہ میں غریبی وتنگدستی و ناداری ان میں پھیل جائے گی جیسا کہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جہاں کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ شرعی قوانین و احکام کی جگہ پر یورپ وامریکہ کے بنائے ہوئے قوانین کو اختیار کرلیا گیا ہے وہاں مسلمانوں کی اقتصادی ومالی حالت اچھی نہیں ہے۔

تیسری بات: جہاں بے حیائی، بے پردگی وبے حجابی اور بدفعلی عام ہوجائے گی وہاں طاعون (وبائی بیماری) آجائے گی۔

چوتھی بات: جہاں ناپ تول میں کمی (اور نمازوں میں کٹوتی والی نماز پڑھنے لگیں گے) وہاں غلہ کی پیداوار بند ہو جائے گی۔ قحط پڑ جائے گا۔

پانچویں بات: جب اور جہاں پر لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں گے تو ایسے لوگوں پر بارش روک دی جائے گی۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو حدیث زیر درس میں مذکور ان پانچوں برائیوں کے انجام سے آگاہ وخبردار کریں یعنی (۱) عہد

شکنی کرنا (۲) قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قانون کو اختیار کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنا (۳) معاشرے میں فواحش اور بے حیائی اور عریانی کا کھلم کھلا رواج پا جانا (۴) ناپ تول میں کمی کرنا (اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ نماز کی ادائیگی میں کٹوتی کی جائے۔ نہ صحیح قراءت ہو، نہ صحیح رکوع وسجدہ ہو) اور (۵) زکوٰۃ ادا نہ کرنا (یا صحیح طور پر ادا نہ کرنا) یہ تمام باتیں بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہیں بلکہ ان میں سے دو باتیں تو کفر کا اندیشہ رکھتی ہیں۔ یعنی قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کو پسند کرنا تو کفر ہے۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ اسے زبردستی کا تاوان سمجھتا ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

(۲) اسی موقع پر اپنے دوستوں کو اس بات سے بھی آگاہ کیجئے کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے قانون خداوندی کو پس پشت ڈال کر یورپ وامریکہ کے قوانین اختیار کئے ہیں وہاں مسلمانوں کا کیا حشر ہوا ہے۔ مصر اور ترکستان وغیرہ کی مثالیں سامنے ہیں کہ ایسے لوگ کیسے ذلیل اور بے وقعت ہو کر رہ گئے ہیں۔

(۳) اپنے احباب کو بے حیائی وعریانی کے معاشرہ کا خطرہ بتائیے اور انہیں متنبہ وآگاہ کیجئے کہ مرد وعورت کے آزادانہ و بے حجابانہ اختلاط اور ان کی مغربیت زدہ زندگی کا انجام بہت خطرناک وعبرتناک ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بے عملی وبدعملی سے بچائے، اور مسلمانوں کو قرآن وسنت پر عمل کے ذریعہ وہی عزت وبلندی عطا کرے جو مسلمانوں کا صحیح مقام ہے۔ مسلمانوں کو کافروں کی غلامی ومحتاجی سے بچائے، ذلت سے بچائے۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمْ

یہ درود شریف پڑھنے میں چھوٹا اور ثواب میں سب سے زیادہ ہے جو شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ اس کو پڑھے تو کبھی محتاج نہ ہوگا۔ (ص ۱۵۳)

ایک جامع مسنون دعاء

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جنابؐ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین فرمائی اور اس سے کہا کہ تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے ایسے دل کا سوال کرتا ہوں جو صرف تجھ ہی سے اطمینان پائے، وہ دل روز قیامت تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو اور تیرے فیصلہ پر راضی رہتا ہو اور تیرے عطیہ پر قناعت کرے۔ (ابن عساکر وابن کثیر)

تشریح: اَللّٰهُمَّ کے معنی ہوتے ہیں "اے اللہ" میری یہ دعا قبول فرما۔ دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرنے اور ندا کرنے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور اس کی توحید کا قائل بندہ جو اس کی رحمت کا امیدوار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے عتاب وعقاب سے ڈرتا بھی ہو، وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

دعا کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن اس سے یہ سوال کر رہا ہے کہ وہ اسے ایسا نفس عطا فرمائے جسے صرف تجھ ہی سے اور تیرے امن دلانے سے ہی اطمینان حاصل ہو جائے کہ قیامت میں تو مجھے دوزخ سے نجات دیدیگا اور اپنی رضامندی کا اور قرب میں ٹھکانہ دینے کا وعدہ پورا فرمادے گا۔ اور وہ نفس اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہو کہ دنیا میں مرجانے کے بعد جب میری روح اوپر لے جا کر علیین میں رکھی جائے گی۔ اور حشر میں دوبارہ جسم میں داخل کر کے جب مجھے اٹھایا جائے اور میرا حساب کتاب ہو جائے تو اس وقت بھی مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا۔ جہاں تیرا دیدار ہوتا رہے گا۔ دعائے مذکور میں ایک فقرہ یہ ہے "وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے میری مالداری، فقیری، تندرستی، و بیماری، راحت و تکلیف وغیرہ جس چیز کا بھی میرے لئے اس دنیا میں فیصلہ کر رکھا ہے میرا دل آپ کے فیصلہ پر راضی ہے۔ آپ دیں تو خوش، نہ دیں تو خوش۔

حدیث شریف کا آخری فقرہ ہے وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو میرے دل کو ایسا قناعت پسند بنادے کہ اسے زیادہ چیز کی خواہش و ہوس نہ ہو۔ تھوڑی ہی چیز سے خوش ہو جائے۔ زیادہ چیز کا شوق ہو نہ ہوس وطلب ہو۔ کیونکہ تقدیر وقضا کا معاملہ تو پہلے طے ہو چکا ہے۔ جو کچھ مقدر ہو چکا ہوگا وہ اپنے آپ مل کر رہے گا۔ اور جو کچھ قسمت میں ہی نہ ہوگا وہ ہزار ہاتھ پیر ماریں حاصل نہ ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو "حقیقت قضا وقدر" بتایئے اور سمجھایئے کہ عقیدہ قضاء پر ایمان رکھنے والا نہ تو کسی عمل میں کوتاہی وسستی کرتا ہے اور نہ ہی اپنی کسی امید میں ناکام ہوتا ہے۔ کیونکہ تقدیر پر اس کا ایمان ہے وہ اپنے ایمان کے ساتھ یکسوئی سے اپنے عمل میں مشغول رہتا ہے کہ اسے مشغولی کا مکلّف بنایا گیا ہے انجام ونتیجہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(۲) لوگوں کو قناعت کی حقیقت سے آگاہ کیجئے کیونکہ قناعت بہت اچھی عادت ہے اور اس قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان تھوڑی چیز سے ہی خوش ہو جائے، زیادہ چیز کا شوق وطلب اس کے دل میں نہ ہو۔ اس عادت کی وجہ سے دل پرسکون اور جی خوش اور مطمئن رہتا ہے جس کے نتیجہ میں خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اس مسنون دعا کو یاد کرنے اسے معمول بنانے اور اس کا جو تقاضا ہے اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نامحرم عورتوں سے احتیاط

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

" اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ" قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ"

ترجمہ: ''اپنے آپ کو عورتوں کے پاس (بے دھڑک) جانے سے بچایا کرو'' یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا کہ دیور، جیٹھ وغیرہ یا عورت کے چچازاد ماموں زاد بھائیوں میں بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حمو'' (دیور) کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، اس کے سامنے آنا تو موت کا سامنا کرنا ہے کہ اسی آمد و رفت سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور پھر زوجین کی خوشگوار زندگی کا تو خاتمہ ہو ہی جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: عربی میں ''اِیَّاکُمْ'' کا فقرہ کسی چیز سے ڈرانے اور اس سے سخت پرہیز کرنے اور دور رہنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فرمایا گیا ہے۔ کہ بے دھڑک عورتوں کے پاس جانے سے ڈرا کرو، تنہائی میں عورتوں کے پاس گھر کے اندر نہ جایا کرو۔ یہاں نساء سے مراد نامحرم اور اجنبی عورتیں ہیں۔ محرم عورتوں کے پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نہ ان سے بات کرنے میں کوئی پابندی ہے کیونکہ ان سے نکاح تو ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ سے مراد کوئی ایسے صحابی ہیں جو مدینہ کے رہنے والے اور طبقہ انصار سے تعلق رکھتے تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ آنے والے مہاجرین مکہ کو اپنے یہاں ٹھہرایا، انہیں اپنے مکانوں اور اپنے کاروبار میں شریک کیا۔ ہر طرح سے ان کی مدد کی تھی۔ تو کسی انصاری صحابی نے اس وقت یہ سوال کیا کہ جب نامحرم مردوں کو عورتوں کے پاس گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہے تو شوہر کے بھائی بھتیجوں کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھائی بھتیجے (خاص کر شوہر کا چھوٹا بھائی دیور) تو موت ہے۔ اس سے تو ایسے ہی ڈرنا اور دور رہنا چاہئے جیسے موت سے ڈرا جائے۔

ہمارا معاشرہ چونکہ بہت زیادہ بگڑ چکا ہے اور متعدد صورتوں میں شرعی حدود سے باہر نکل چکا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ حدیث ضرور چونکا دے گی لیکن اگر غور کر کے دیکھیں اور اس حکم کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں ان پر نظر رکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث شریف کی یہ مبنی بر احتیاط تعلیم کتنی اہم اور کس درجہ قابل عمل ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو اس خطرہ سے آگاہ کیجئے کہ وہ اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے جانے کی اجازت ہرگز نہ دیں۔

(۲) لوگوں کو بہ تاکید یہ مسئلہ شرعی بتائیے کہ شوہر کے بھائی، شوہر کے بھانجے شوہر کے چچازاد بھائی وغیرہ یہ سب لوگ اس کی بیوی کے محرم نہیں ہیں۔ اس لئے ان سے پردہ ہونا چاہئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکام پر عمل کر کے دنیا و آخرت کا امن عطا کرے۔ آمین

اخوت واتحاد کے اصول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(۱) وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا.

(۲) وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

ترجمہ: (۱) تم لوگ ایک دوسرے سے بغض وکینہ اور دشمنی نہ رکھا کرو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو، ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازشیں نہ کیا کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو، اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح رہا کرو (بخاری شریف)۔ (۲) کسی مسلمان کے لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک کلام کئے رہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دوستی باہم اور میل محبت کی تلقین فرمائی ہے اور وہ اسی طرح فرمائی ہے کہ جو باتیں محبت ودوستی کے خلاف ہیں ان سے لوگوں کو منع فرمایا ہے کہ چونکہ تم سب اہل اسلام بھائی بھائی ہو، تمہیں آپس میں محبت ودوستی کے ساتھ رہنا چاہئے۔ جیسے حقیقی بھائی بھائی رہتے ہیں، لہٰذا تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے سے بغض وکینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، (حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے پاس کوئی نعمت یا مال ودولت دیکھے تو اسے برا لگے اور جلن پیدا ہو کہ کسی طرح سے اس کی یہ نعمت ودولت اس کے پاس سے چلی جائے۔ اسے حسد کہتے ہیں اور یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے) اسی طرح تم لوگ ایک دوسرے سے ایسی نفرت بھی نہ کرو کہ اس کا منہ دیکھنا گوارا نہ ہو۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازش نہ کیا کرو۔ اور ایک دوسرے سے قطع تعلق بھی نہ کیا کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح رہا کرو۔

''دوسری حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کبھی کسی وجہ سے باہم کچھ بگاڑ ہو جائے جس کی وجہ سے بول چال بند ہوگئی ہو تو ترک کلام کا یہ سلسلہ تین دن رات سے زیادہ نہ بڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ تعلقات استوار کر لئے جائیں۔ جو غلطی ہو اس کی معافی تلافی ہو جائے۔ اگر تین دن کے بعد بھی بول چال بند رکھے تو گناہ گار ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) اسلام اور اہل اسلام کی عظمت اپنے دوستوں کے ذہن نشین کیجئے اور لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ دین کی تعلیم یہی ہے کہ دین کی نظر میں کالے گورے۔ عربی عجمی، ملکی، غیر ملکی، شریف و غیر شریف۔ آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔ ان اختیارات سے کسی ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو صرف ایمان وتقویٰ ہی معتبر ہے۔ صاحب ایمان وصاحب تقویٰ کو فوقیت وبرتری ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اخوت واتحاد عطا فرمائے۔ نفرت وتفریق سے بچائے۔ آمین

راستہ کا حق

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ فِي الطُّرُقَاتِ قَالُوْا مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا فَقَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوْا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ.

ترجمہ: لوگو! راستہ میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ راستہ میں نہ بیٹھا کرو۔ (یہ سن کر) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمیں تو (بعض اوقات) راستہ میں ہی بیٹھنا پڑ جاتا ہے۔ جہاں ہم (اپنی ضرورت کی) بات کرتے ہیں۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم راستہ ہی میں بیٹھنا چاہتے ہو، تو راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ راستہ کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، راستہ کا حق یہ ہے کہ (۱) اپنی آنکھیں نیچی رکھو (کہ نامحرم عورتوں پر یا بری چیزوں پر نگاہ نہ پڑے) (۲) راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہو تو راستہ سے ہٹا دو (کانچ کا ٹکڑا کانٹا، کیلے کا چھلکا، کوئی اینٹ یا پتھر اور روڑا وغیرہ) (۳) سلام کا جواب دینا۔ (۴) جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہو وہاں اچھائی کی تبلیغ کرو، برائی سے روکو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو راستے میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ راستہ عام ہے کہ وہ بڑی سڑک ہو۔ محلّہ کی گلیاں ہوں یا اور کوئی عام گزرگاہ ہو جہاں سے لوگ برابر گزرتے ہوں۔ ایسی جگہوں میں بیٹھنے سے آنے جانے والوں کو تکلیف اور رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ان جگہوں میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ کا ارشاد سن کر اپنی معذرت بیان کی کہ ہم لوگوں کو بعض اوقات ضرورتاً اور مجبوراً راستوں میں بیٹھ کر ہی اپنی باتیں طے کرنی ہوتی ہیں اور ہم بدرجہ مجبوری راستوں میں بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ اس دور میں گھروں میں عام طور پر نشست گاہیں نہ ہوتی تھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر سن کر انہیں راستوں میں بیٹھنے کی اجازت اس شرط پر دیدی کہ وہ جب راستوں میں بیٹھیں تو راستے کا حق ادا کریں۔ اور راستہ کا حق پانچ باتیں ہیں۔

(۱) نگاہیں نیچی رکھنا (کہ نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ نامحرم عورت راستہ سے گزرے، یا اس کے گھر کا دروازہ یا کھڑکی کھلی ہو جس کی وجہ سے اس پر نگاہ پڑ سکتی ہو۔) (۲) راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا یا راستہ میں خود ہی اس طرح نہ بیٹھنا کہ دوسروں کو تکلیف ہو۔ (۳) گزرنے والوں کے سلام کا جواب دینا (۴) جہاں ضرورت ہو وہاں اچھے کاموں کی تبلیغ کرنا (۵) برائی دیکھنے میں آئے تو اس سے روک دینا۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث مذکور میں راستہ کے جو پانچ حق بیان ہوئے ہیں لوگوں کو پانچ حقوق بتایئے اور ان کو متوجہ کیجئے کہ ان حقوق کی ادائیگی کیا کریں۔ (۲) لوگوں کو سلام کرنیکی فضیلت بتایئے اور سلام مسنون کو رواج دینے کی طرف متوجہ کیجئے۔ اس سے اخوت اسلامی کا جذبہ بیدار رہتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رحمت عام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

یَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً . (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! (اے میرے بندے انسان) تو جو کچھ مجھ سے دعا کرے گا اور جس چیز (مغفرت) کی مجھ سے آس لگائے گا میں تیری مغفرت کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اے آدم کی اولاد! اگر تیرے گناہوں کی مقدار آسمان کی بلندی تک بھی پہنچ جائے اور پھر تو مجھ سے مغفرت و بخشش کا طلبگار ہو تو میں بے پرواہ ہوکر تجھے بخش دوں گا، کوئی پروانہ کروں گا۔ اے آدم کی اولاد! اگر ساری زمین کے برابر غلطیاں اور خطائیں لئے ہوئے میرے حضور حاضر ہوگا اور تونے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو میں تیری خطاؤں سے بڑھ کر مغفرت کے ساتھ تجھ سے پیش آؤں گا۔ (ترمذی شریف)

تشریح: اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ جملہ اولاد آدم کو مخاطب فرما کر اپنی رحمت عامہ کا اعلان عام فرماتا ہے مگر ایک ضروری شرط بھی بتا دی ہے اب اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی اس ''اعلان رحمت عامہ'' سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس شرط کو پورا کرتے ہوئے اس کی رحمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ شرط حدیث شریف کے آخری ٹکڑے میں بتادی گئی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اور مغفرت تامہ کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو خدائی شریک نہ سمجھتا ہو۔ شرک سے بچا ہوا اور اس سے دور ہوکر طالب رحمت و مغفرت بنے اس کی مغفرت کی جائے گی۔ حدیث مذکور میں لَا اُبَالِیْ کا فقرہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی و بے نیازی کا بہترین اظہار ہے کہ اس کے ہاں کرم و بخشش اور عفو و مغفرت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اور اسے کسی معاملہ میں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے ہر فیصلہ اور ہر معاملہ میں با اختیار و خودمختار ہے۔

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و مغفرت اور شان کریمی و بے نیازی کا اظہار مرحلہ وار تین صورتوں سے فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ:

اے آدم کی اولاد! تو جب جب اور جس جس چیز کی مجھ سے دعا کرے گا اور مجھ سے آس لگائے گا، تیری ساری خطاؤں اور نافرمانیوں کے ہوتے ہوئے بھی میں تیری مغفرت کردوں گا اور کسی کی بھی پرواہ نہیں کروں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے اولاد آدم اگر تیری نافرمانیاں اور خطائیں اپنی کثرت کی وجہ سے آسمان کو بھی چھولیں تو بھی میری رحمت و مغفرت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، میں تیری مغفرت کردوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے آدم کی اولاد! اگر تیری خطائیں ساری زمین کو بھی بھر دیں گی اور تو قیامت میں ایسی حالت میں میرے حضور پیش ہوگا کہ تونے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو اس حالت میں بھی کچھ پرواہ کئے بغیر میں تیری مغفرت کردوں گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو دعا کی فضیلت بتائیے اور سمجھائیے کہ دعا ہی تو عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ لوگوں کو دعا کے آداب سے آگاہ کیجئے کہ دعا کے آداب یہ ہیں، آہستہ آواز میں دعا کی جائے (۲) دعا میں عاجزی اور بے کسی کا اظہار کیا جائے (۳) دعا کرتے وقت مقبولیت دعا کا یقین بھی دل میں رکھا جائے (۴) الحاح کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کی جائے۔ (۵) دعا میں بے ادبی و گستاخی کے انداز نہ آنے پائیں اسی طرح ایسی بات کا سوال کرنا جو سنت اللہ اور عادۃ اللہ کے مطابق نہ ہو۔ مثلاً یوں دعا کرنا کہ اے اللہ مجھے نبی بنا دیجئے۔ یا بوڑھا شخص یہ دعا کرے کہ مجھے پھر سے بچہ بنا دیجئے۔ یہ باتیں گستاخی کی ہیں اور سخت گناہ ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازتا ہے محرومی ونافرمانی سے بچائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًا وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً

جو شخص نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد ۳۳-۳۳ بار یہ درود شریف پڑھے گا تو اُس شخص کی قبر کے اور روضۂ اقدس کے درمیان ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور روضۂ اقدس کی راحت اِس کو نصیب ہوگی۔ (ص ۱۵۳)

تجہیز و تکفین میں شرکت کا اجر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ .

ترجمہ: جس مسلمان نے کسی مسلمان کے جنازہ میں شرکت کی، جنازہ کے ساتھ ساتھ گیا، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب ملنے کی نیت سے کیا، پھر اس کی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی اور دفن کے وقت تک اس کے ساتھ رہا، تو وہ دو قیراط ثواب لے کر اپنے گھر لوٹے گا، اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جس شخص نے صرف نماز جنازہ ہی پڑھی اور اپنے گھر لوٹ گیا اور دفن میں شرکت نہیں کی تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ ہی کے برابر ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع جنازہ اور نماز جنازہ و دفن میت میں شرکت کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ یہ تینوں ہی کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس سے ثواب ملنے کی نیت سے کئے گئے ہوں۔ لہذا ضروری ہے کہ اتباع جنازہ (یعنی جنازہ کی مشایعت (اس کے ساتھ ساتھ چلنا) بھی خلوص نیت کے ساتھ ہو، اور نماز جنازہ میں شرکت اور پھر قبر میں دفن کرنے میں شرکت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصولِ اجر و ثواب کی نیت سے ہو۔ میت کے گھر والوں کو خوش کرنے اور ان کا شکریہ حاصل کرنے کی نیت ہونے کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔

اگر یہ مذکورہ تینوں کام اخلاص کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے کئے گئے تو اس کا ثواب حدیث شریف کے مطابق دو قیراط کی مقدار میں ہوگا۔ اور ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔

اور اگر کوئی شخص صرف نماز جنازہ میں شرکت کر کے لوٹ گیا تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ثواب بقدر عمل ہوتا ہے۔ جس شخص نے عمل زیادہ کیا اسے ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ اور جس نے کم عمل کیا ہے۔ اسے ثواب بھی کم ملے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ حدیث مذکور سے اتباع جنازہ (یعنی اس کی مشایعت) اور نماز جنازہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) یہ بھی بتائیے کہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص ثواب کی نیت سے یہ کام کرے گا اسے ثواب ملے گا۔

(۳) لوگوں کو بتائیے کہ نماز جنازہ اور اس کی تدفین تو فرض کفایہ ہے۔ ایک مسلمان بھی ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا۔ لیکن مشایعت و اتباع یعنی اس کے ساتھ ساتھ جانا، یہ سنت ہے۔ حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اتباع جنازہ بھی کرے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو یہ اجر حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وحی نازل ہونے کی کیفیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں میں وحی کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلُ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْہُ مَا قَالَ وَاَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ ۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْہُ وَ اِنَّ جَبِیْنَہٗ یَتَفَصَّدُ عَرَقًا ۔

ترجمہ: کبھی تو وحی اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹے کی آواز اور جھنجھناہٹ، اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وحی منقطع ہو جاتی ہے۔ مگر ایسی حالت میں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پوری طرح محفوظ کر لیا ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی فرشتہ میرے سامنے کسی انسانی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور وہ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو میں اس کی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنا مشاہدہ بیان) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی منقطع ہو گئی تو آپ کی پیشانی مبارک اس طرح پسینے پسینے ہو گئی جیسے اس کی فصد کھول دی گئی ہو اور پیشانی سے تر تر پسینہ بہنے لگا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: بخاری شریف کی روایت میں تو صرف آمد وحی کی دو صورتیں ہی بیان کی گئی ہیں کہ ایک صورت نزول وحی کی یہ ہوتی ہے کہ گھنٹی جیسی کوئی آواز (جھنجھناہٹ سی) آتی ہے اور یہ صورت وحی تحمل و برداشت کے لحاظ سے بہت شدید ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا کہ اس شدت کے باعث وہ بات سمجھی نہ جا سکے۔ اس گرانی و شدت کے باوجود وہ پوری بات سمجھ لی جاتی ہے اور سلسلۂ وحی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی انسانی شکل میں کوئی فرشتہ میرے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس کی بات بھی پوری طرح سمجھ کر محفوظ ہو جاتی ہے۔

اور دوسری روایت کے مطابق (جو مسلم شریف میں مروی ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی اس کیفیت و حالت کا بیان فرماتی ہیں جو وحی کے بعد آپ کے جسم مبارک اور چہرہ منور پر نمایاں ہوتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نزول وحی کے وقت آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی وحی منقطع ہو جانے پر آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ تر تر بہنے لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پیشانی کی کسی رگ کو فصد کے ذریعے کھول دیا گیا ہو اور پسینہ بہنے لگا ہو۔

نزول وحی کے وقت شدت کا یہ احساس اور تعب کا اثر اس وجہ سے ہوتا تھا کہ یہ ہم کلامی غیر جنس سے ہوتی تھی جو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے دشوار ہوتی تھی۔

ضروری ہدایات

(۱) آپ دوستوں کو یہ بتا دیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اور حضرات صحابہؓ انہیں دیکھتے بھی تھے اور مسلم شریف کی حدیث

صحیح میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں آنا صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ (مگر وہاں حضرت دحیہ کلبیؓ کی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ کسی اجنبی انسان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں حاضرین صحابہؓ میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا)۔

(راوی حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہمارے مجمع میں ایک شخص داخل ہوا بالکل زرق برق سفید کپڑے تھے اور بال بالکل سیاہ (نہ کپڑوں پر سفر کا اثر تھا۔ نہ بالوں پر گرد وغبار تھا) اور ہم میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا بھی نہ تھا (پردیسی لگ رہا تھا) اور آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی سامنے بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کی رانوں پر رکھ دیئے (اور پھر کچھ سوالات کئے اور ہر سوال کے جواب پر بھی کہتا جاتا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں وحی کی برکات سے پورا پورا نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کریم وحی کے ذریعہ نازل ہوا ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ

جو شخص پچاس مرتبہ دن میں اور پچاس مرتبہ رات میں اس درود شریف کا ورد رکھے تو اُس کا ایمان جانے سے محفوظ ہوگا۔ (ص ۱۵۲)

تین باتوں پر ایمان کی مٹھاس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.

ترجمہ: تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں گی تو اس شخص کو ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگے گی۔ (۱) اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو۔ (۲) وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت کرے وہ محبت پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو (۳) مسلمان ہو جانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار اور بُرا لگے جیسا اسے یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ان احادیث میں شامل ہے جن حدیثوں میں آپ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں پوری تعلیماتِ دین کو سمو دیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند فرما دیا ہے۔ ایسی ہی احادیث کے لئے آپ نے فرمایا ہے اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی اللہ کی جانب سے مجھے "جامع کلمات" عطا فرمائے گئے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین باتوں کی تعلیم دی ہے اور ان کی تعلیم کے لئے عجیب و غریب انداز اختیار فرمایا ہے کہ یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں گی اسے ایمان کی مٹھاس کا ذائقہ مل جائے گا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں۔

(پہلی بات) یہ کہ اللہ و رسول اسے ان دونوں کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، اسے سب سے زیادہ محبت اللہ و رسول سے ہو۔

(دوسری بات) یہ کہ وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت رکھے وہ محبت صرف اللہ واسطے کی ہونی چاہئے اور کوئی غرض نہ ہو۔

(تیسری بات) یہ کہ ایمان و اسلام کے بعد حالت کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار ہو جیسے یہ بات اسے ناگوار ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔

ویسے حقیقت میں تو تینوں باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و عطا سے ملتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہی کا یہ فضل و عطا بھی ان اسباب سے وابستہ ہے (۱) ہر مسلمان کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور اس کے احکام کیا کیا ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی ناپسند اور ممنوع و حرام چیزیں کیا ہیں جن سے پرہیز کرے۔ (۲) ہر مسلمان اپنے ایمان میں قوت پیدا کرنے اور اعمال صالحہ کی کثرت کا اہتمام کرے۔ (۳) کفر کے جو آثار اور اس کی جو نحوستیں ہیں ان کی پہچان ہونا چاہئے کہ ان کی وجہ سے ظلم و شر اور فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ آخرت کا نقصان ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) دوستوں کو بتائیے کہ ایمان میں ایک مٹھاس ہوتی ہے مگر یہ مزہ اسی کو ملتا ہے جس میں مندرجہ حدیث تینوں باتیں پائی جاتی ہوں۔

(۲) اپنے دوستوں کو ایمان کی پوری حقیقت بتا دیجئے کہ ایمان کہتے ہیں صرف ایک اللہ کو اپنا معبود، پروردگار، اپنا مالک و حاکم اور اپنا حاجت روا و مشکل کشا سمجھا جائے اور ہر اس بات کی تصدیق کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں پر ایمان لائے، اس کے تمام رسولوں پر ایمان ہو، اس کی تمام کتابوں پر ایمان ہو، قیامت پر ایمان ہو، قیامت میں جو کچھ ہونا ہے، حشر و نشر، حساب و کتاب، پل صراط سے گزرنا، جنت والوں کا جنت میں جانا، دوزخ والوں کا دوزخ میں جانا، ان سب باتوں پر ایمان ہونا چاہئے۔ جنت کی نعمتوں اور آسائشوں پر، دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب پر ایمان ہونا چاہئے۔

رائی برابر ایمان کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (روز قیامت جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ (اعلان رحمت) فرمائیں گے (کہ اے رحمت کے فرشتو!)

اَخْرِجُوْا مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَیُخْرَجُوْنَ مِنْھَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَیُلْقَوْنَ فِیْ نَھْرِ الْحَیٰوۃِ فَیُنْبَتُوْنَ کَمَآ تُنْبِتُ الْحِبَّۃُ فِیْ جَانِبِ السَّیْلِ، اَلَمْ تَرَ اَنَّھَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِیَۃً. (متفق علیہ)

ترجمہ: جس کے بھی دل میں رائی کے دانہ کے برابر ذرا بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو، تو ایسے لوگ نکال لئے جائیں گے، ان کی حالت یہ ہوگی کہ جل کر بالکل سیاہ کوئلہ ہوگئے ہوں گے۔ تو انہیں نہر حیات (آب حیات) میں ڈال دیا جائے جس سے وہ لوگ ہرے سرسبز ہو جائیں گے۔ جیسے کوئی سبزی کا کالا بیج سیلاب کے پانی میں اکھوے پھوڑ کر نکل آتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ کالا بیج پیلا اور ہرا ہو کر نکلتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اہل جنت کون لوگ ہوں گے؟ یہی بات یہاں سمجھنے کی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اہل جنت وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لا کر ثابت قدم رہے ہوں اور اللہ ورسولؐ کی پوری فرمانبرداری کرتے ہوئے ان کی ناپسندیدہ باتوں سے دور رہتے ہوئے فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ میں مشغول ہو رہے ہوں، جس کی وجہ سے ان کے قلوب صاف و روشن اور ان کے نفوس پاکیزہ ہوگئے ہوں، کہ دخول جنت کی یہی بنیادی شرط ہے۔

یعنی جنت "زیر سایۂ عرش" ہے اب اہل دوزخ کو سمجھئے کہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو یہ اہل دوزخ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کفر و شرک کیا ہو اور بغیر توبہ کئے اسی حالت میں مرگئے ہوں اور وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے نفوس کو گندہ اور آلودہ کر لیا ہو اور ان سے توبہ بھی نہ کی ہو۔ اور یہ دخول جنت اور داخلۂ دوزخ قیامت کے دن ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو زندہ کر کے ان کا حساب کتاب فرمائیں گے۔

ان سب کا فیصلہ اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخلہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو پھر دیکھ لو، ان میں سے جس کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے وزن کے برابر بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو۔ تو وہ لوگ تعمیل حکم میں ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لیں گے جو اتنی ہی دیر میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب انہیں نہر حیات میں ڈال کر غوطہ دیا جائے گا جس کے نتیجے میں ان کا جسم از سر نو زندگی یا کر تازگی و شادابی پا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس تبدیلی کو سمجھانے کے لئے یہ مثال دی ہے کہ جیسے کسی سبزی کا بیج سیاہ کالا ہوتا ہے اور سیل کے کنارے پانی میں پڑا رہتا ہے۔ پھر اس میں اکھوا پھوٹ کر پودا نکل آتا ہے جو سیاہ نہیں ہوتا بلکہ ہرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی آب حیات میں غوطہ کھا لینے کے بعد از سر نو زندگی پا جائیں گے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حالت ایمان پر مرتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک ذرہ برابر وزن کا کوئی عمل صالح موجود ہے اور بس تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دوزخ سے نکلوا کر اپنی مہربانی و بخشش سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

7

ماتحتوں سے سلوک

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو کچھ برا بھلا کہا اور اسی سلسلہ میں اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار و شرم کی بات بھی کہہ دی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ) نے فرمایا کہ

یَا اَبَاذَرٍّ اَعَیَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ؟ اِنَّکَ امْرُؤٌ فِیْکَ جَاهِلِیَّةٌ اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ یَدِهٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْکُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوْهُمْ مَا یَغْلِبُهُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِیْنُوْهُمْ.

ترجمہ: ابوذر! کیا تم نے اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار دلائی ہے؟ تو پھر تم ایسے آدمی ہو جس میں ابھی جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے۔ تمہارے غلام اور نوکر چاکر بھی تمہارے بھائی ہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ تو جس شخص کا بھی کوئی بھائی ہو اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے اور اس کی قوت برداشت سے زیادہ کام اس کے سر نہ ڈالے، اور اگر کبھی طاقت سے زیادہ کام پڑ جائے تو اس میں اس کی مدد کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں "سَابَبْتُ رَجُلًا" کا فقرہ آیا ہے۔ سَابَبْتُ کا لفظ سَبٌّ سے بنایا گیا ہے، جس کے معنی باعتبار لغت گالی دینے کے ہیں لیکن موقع استعمال کو دیکھتے ہوئے مجازی طور پر "برا بھلا کہنے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ راویِ حدیث حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک شخص (یعنی حضرت بلالؓ) کو کچھ بُرا بھلا کہہ دیا اور ان کی ماں سے متعلق انہیں شرمندہ کیا (یعنی انہیں "ابن السوداء" کہہ دیا جس کے مطلب "اے کلوٹی کے بیٹے ہوا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع ملنے پر مجھ سے فرمایا کہ ابوذر! تم نے انہیں ماں کی نسبت سے شرمندہ کیا؟ پھر تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی کچھ جاہلیت باقی رہ گئی ہے کہ کسی کو ایسے انداز میں مخاطب کرنا جس میں نقص و عیب کا اظہار ہوتا ہو۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس میں جاہلیت کا کوئی انداز پایا جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے مجھے یوں نصیحت فرمائی کہ تمہارے نوکر چاکر اور غلام و خدمت گار بھی تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ تمہیں ان کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ماتحت رہتے ہوں انہیں وہی کھلاؤ جو خود تم کھاؤ، اور ویسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنو۔ ان باتوں میں کوئی فرق نہ کرو۔ اور ان کی طاقت و برداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لو اور اگر کوئی بھاری کام ان کے سر پڑ جائے تو اس میں ان کی مدد کر کے اس کام کو ہلکا کر دو کہ وہ آسانی سے پورا کر لیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو آگاہ کیجئے کہ نوکر چاکر سے ان کی قوت و برداشت کے مطابق ہی کام لینا چاہئے۔ طاقت و برداشت سے زیادہ کام لینا مکروہ ہے۔ اور اگر کام ان کی طاقت سے باہر ہو تو پھر ان کی مدد کرنا اور کام کو ہلکا کرنا ضروری ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو مذہب اسلام کے محاسن اور اس خوبیوں سے آگاہ اور روشناس کیجئے جس نے آقا اور غلام اور خادم و مخدوم کے درمیان مساوات کی روشنی دکھلائی جس کی وجہ سے لوگوں نے اپنے مسلمان ہونے پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

منافقت کی علامتیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا. اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

ترجمہ: چار باتیں (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی یہ چاروں باتیں موجود ہوں وہ شخص بالکل خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہوگی۔ تاوقتیکہ اسے چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔ (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) جب بات نقل کرے تو اس میں جھوٹ بولے۔ (۳) جب کوئی عہد کرے تو اس کی پابندی نہ کرے اور عہد شکنی کرے۔ (۴) جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔ (بخاری)

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث زیر درس میں چار بری خصلتوں کو بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ چاروں بری خصلتیں جس شخص میں پائی جاتی ہوں گی تو ایسا شخص پکا منافق ہوگا۔ اس میں ذرا بھی ایمان نہ ہوگا اور اگر ان چاروں خصلتوں میں کوئی ایک خصلت ہوگی تو اسی خصلت کی وجہ سے کہا جائے گا کہ اس میں ایک خصلت نفاق کی موجود ہے۔ پھر اگر وہ اس خصلت کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو اب وہ نفاق سے خالی و بری ہوگیا۔ جن چار خصلتوں کو نفاق کی خصلت بتایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ خصلت کہ جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، یہ امانت عام ہے کہ روپیہ پیسہ ہو یا عزت و آبرو ہو یا کوئی پوشیدہ چیز یا پوشیدہ راز ہو (۲) یہ خصلت کہ جب وہ کوئی بات بیان کرے تو اس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی کرے۔ (۳) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی عہد و پیمان یا معاہدہ کرے تو عہد شکنی اور معاہدہ شکنی کرے اور وہ عہد و معاہدہ پورا نہ کرے۔ (۴) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے تو لڑائی جھگڑے میں اخلاق و ادب کی حد سے نکل کر دروغ گوئی اور گالی گلوچ پر اُتر آئے، انصاف طلبی اور کسی سے فیصلہ کرانے پر آمادہ نہ ہو۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو ان چاروں عادتوں کی قباحت اور ان کی خطرناکی سے آگاہ فرمائیں۔ یعنی امانت میں خیانت، روایت و حکایت میں دروغ گوئی، عہد شکنی، لڑائی جھگڑے میں اخلاق و ادب کی حد سے تجاوز کر کے گالی گلوچ پر اُتر آنا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین و ایمان میں اخلاص پر قائم رکھے اور ایسے کاموں سے بچائے جو ایمان کے منافی ہیں۔ آمین

دین آسان ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغُدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِنَ الدُّلْجَۃِ .

ترجمہ: دین آسان ہے اور ہرگز ہرگز پورے پورے دین پر عمل کرنے کے لئے انتہا پسند نہ بنو۔ جو شخص ایسا کرتا ہے دین اسے شکست دے کر مغلوب کر دیتا ہے۔ لہٰذا صحیح صحیح چلنے اور قریب کمال رہنے ہی کی فکر کرو، اور خدا تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر خوش رہو اور اپنے اعمال صالحہ اور حسنات میں اضافہ کے لئے صبح، دو پہر اور آخر شب کے وقتوں سے مدد حاصل کرو ان اوقات کو اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رکھو۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث زیر درس میں "اَلدِّیْنَ یُسْرٌ" دین آسان ہے) فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا ہے ان میں اس پابندی کے باوجود کچھ رعایتیں اور آسانیاں بھی رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ پابندی بھی ایک طرح سے آسان ہوگئی ہے۔ (ناواقف لوگ اپنی کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بعض اوقات اس حدیث کو ایسے موقع پر پیش کر دیتے ہیں کو منشاء شریعت کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ اس حدیث میں دین کے آسان ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دین میں کسی طرح کی پابندی ہی نہیں ہے اور مسلمان بھی کافروں کی طرح شتر بے مہار اور چھٹے سانڈ کی طرح بالکل آزاد ہے) بلکہ دین کی آسانی اس قسم کی ہے کہ روزہ فرض تو کیا گیا مگر عذر والے (مریض و مسافر) کے لئے یہ اجازت بھی دیدی گئی ہے کہ وہ حالت عذر میں روزہ چھوڑ سکتے ہیں، جب عذر جاتا رہے اس کی قضا رکھ لیں۔ مریض آدمی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ تو نماز معاف نہ ہو جائے گی بلکہ قیام معاف ہو جائے گا کہ بیٹھ کر پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے۔ رکوع و سجدہ نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے کرے۔ فاقہ کی وجہ سے مرنے کا خطرہ ہو گیا ہو اور مُردار کا گوشت مل جائے تو وہ اسے کھا کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں اعتدال کی راہ دکھانے کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ دین آسان ہے مگر اس کی آسانی کی وجہ سے دین پر عمل کرنے میں انتہا پسند نہ ہو جانا، ورنہ دین تم کو شکست دے کر تم پر غالب آجائے گا کیونکہ دین کے جملہ فرائض و واجبات، مستحبات و آداب کی ادائیگی اور اس کے جملہ محرمات و ممنوعات، مکروہات و نامرضیات سے اجتناب بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ اس لئے اعتدال و میانہ روی کے ساتھ صحیح راستہ پر چلتے رہو، پوری پابندی کے قریب پہنچنے ہی پر اکتفا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر خوشی محسوس کرو۔ اور اخیر شب کو دن کے پہلے حصہ کو، دو پہر کو عبادات میں مشغول رکھ کر ان تینوں وقتوں سے بھی مدد حاصل کرتے رہو۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں جن میں بالعموم آدمی کو کچھ موقع آسانی سے مل سکتا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو اسلام کے فضائل اور اس کی شریعت حسنہ سے آگاہ کیجئے انہیں بتائیے کہ اسلامی قانون و شریعت خالق کائنات اور خالقِ انسان کا تجویز فرمایا ہوا ہے جو انسانی فطرت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لئے یہ قانون "فطرتِ انسانی" کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ برخلاف دوسرے دنیاوی قوانین کے جو خود انسان یعنی مخلوق کے بنائے ہوئے ہیں ان میں پوری فطرتِ انسانی کو نہ ملحوظ رکھا جا سکتا ہے نہ اس کی رعایت ہو سکتی ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو متنبہ کیجئے کہ دین و دینداری میں غلو کا انداز اختیار کرنا اور دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا از روئے شرع حرام ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

حلال وحرام

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

اَلْحَلَالُ بَینٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْبَّهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبْهَاتِ فَقَدِاسْتَبْرَاَ لِعَرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبْهَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَرَاعٍ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشَکُ اَنْ یَقَعَ فِیْهِ .

ترجمہ: جو چیزیں (متعین طور) حلال ہیں وہ سب بیان کردی گئی ہیں اور جو چیزیں (متعین طور پر) حرام ہیں وہ بھی بیان کردی گئی ہیں۔ اوران دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا قطعی حکم صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا ہے، عام لوگ بہت بڑی تعداد میں ان کے بارے میں واقفیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔ لہذا ایسی مشتبہ (شک وشبہ کی) چیزوں سے بھی بچتے رہنا تقویٰ کا تقاضا ہے۔ جو شخص ایسی چیزوں سے بچ کر رہے گا وہ اپنی عزت وآبرو اور اپنے دین کو بچالے گا۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کا مرتکب اوران میں مبتلا ہو جائے گا تو حرام کا مرتکب بھی ہو جائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جانوروں کا کوئی چرانے والا اگر اپنے جانور کسی کھیت کی منڈیر کے پاس ہی چراتا رہے گا تو وہ جانور کھیت کی کھیتی کی بھی چرلیں گے۔ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اندیشہ بہر حال رہے گا کہ جانور کھیت میں بھی چریں جو حرام ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث شریف کے ترجمہ میں آپ نے سن لیا کہ دین میں کچھ چیزیں حلال ہیں اور کچھ چیزیں حرام ہیں۔ حلال چیزوں کی مثال سنئے۔ کھجور، سارے غلے، (گیہوں، جو، چنا، مٹر، مسور، ارہر، اُرد، دھان، چاول وغیرہ) سارے پھل، میوے سبزی، ترکاری، مشروبات میں پانی، دودھ، شہد اور (بعض مشروبات، ناریل کا پانی، تربوز کا پانی وغیرہ۔)

اور حرام چیزیں جیسے مُردار، خون، خنزیر کا گوشت (کتے کا گوشت) غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور جیسے بزرگوں کے نام پر جو جانور ذبح کئے جائیں، چوری کی چیز، چھینی ہوئی چیز، سود کی چیز، شراب اور ہر نشہ آور چیز۔

ان حلال وحرام کے درمیان کچھ چیزیں اور بھی ہیں جو ان میں شمار نہیں کی گئی ہیں انہی مشتبہات کہتے ہیں جن سے عام مسلمان اکثر ناواقف ہیں۔ انہیں مشتبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایسی چیزوں میں حلت (حلال ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے اور حرمت (حرام ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی بابت حرام یا حلال ہونے کا قطعی فیصلہ دشوار ہو جاتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے بھی تقویٰ اور پرہیز برتے گا تو وہ اپنے دین اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرلے گا۔ کوئی اسے ذلیل ورسوانہ کرسکے گا۔ اس کے متعلق یہ نہ کہا جاسکے گا کہ فلاں شخص ایسے ایسے کام کرتا ہے۔

آگے حدیث میں یہ بھی تنبیہ فرمادی گئی کہ جو شخص مشتبہ اور شک وشبہ والی چیزوں میں مبتلا ہوگیا ہو تو پھر آخر کو حرام میں بھی مبتلا ہونے کے خطرے میں رہے گا۔ اس شخص کی مثال اس چرواہے کی طرح ہوگی جو اپنے جانور کسی کے کھیت کے قریب

چرائے کہ اس صورت میں یہ اندیشہ وخطرہ رہتا ہے کہ جانور کھیت میں بھی چرنے لگیں اور یہ بات صرف اندیشہ تک محدود بھی نہیں رہتی بلکہ فی الواقع ایسا ہو کہ بھی جاتا ہے اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بھی تقویٰ وپرہیز اختیار کرے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ ہر صاحب ایمان کے ذمہ یہ بات بھی فرض ہے کہ وہ حلال وحرام چیزوں کا علم رکھے خواہ دینی کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرے یا اہل علم سے دریافت کر کے معلوم کرے۔

(۲) لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ پوری سلامتی کی بات یہی ہے کہ آدمی مشتبہات سے پرہیز واجتناب رکھے۔ جیسے گھوڑے کا گوشت ہے۔ جسے کچھ ائمہ حلال کہتے ہیں اور کچھ ائمہ حرام کہتے ہیں۔ لہذا اسے نہ کھانا ہی بہتر ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے اور مشتبہات سے بچائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ

امام اسماعیل بن ابراہیم مزنیؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو انہوں نے جواب دیا اس درود شریف کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور عزت واحترام سے جنت میں لے جانے کا حکم دیا۔ (زادالسعید)

دو چیزیں.... جن میں حسد بھی جائز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِیْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا. (بخاری)

ترجمہ: حسد (کہیں اور تو جائز نہیں ہے مگر) دو چیزوں میں (ایک تو یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہو، پھر اسے اس مال پر پورا پورا اختیار دے دیا ہو کہ وہ راہ حق میں اپنا مال لٹا دے (اور دوسرے یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت (بصیرت و دانائی) دی ہو جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور انہیں حکمت و دانائی کی تعلیم دے۔ (یہ دونوں شخص قابل رشک ہیں)

تشریح: حدیث شریف کی تشریح میں سب سے پہلے تو حسد کی تشریح ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حسد دو صورتوں میں ہوسکتا ہے۔ حالانکہ سورۂ فلق میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں لَا تَحَاسَدُوْا فرما کر حسد سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث میں حسد اپنے اصل معنی و مفہوم میں نہیں بولا گیا ہے۔ کہ وہ حسد تو بہرحال حرام ہے۔ یہاں پر حسد، رشک و غبطہ کے مفہوم میں بولا گیا ہے۔ اور وہ جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن ہے۔

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کی کسی نعمت یا اس کی کسی صفت کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کی یہ نعمت یا صفت اس کے پاس نہ رہ جائے۔ بلکہ مجھے مل جائے یا یہ چاہے کہ مجھے ملے یا نہ ملے مگر اس کے پاس سے چلی جائے۔ ان دونوں صورتوں میں دوسری صورت سب سے بڑی صورت ہے، اگرچہ حرام دونوں ہی ہیں۔ حسد کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کسی دوسرے کی کوئی نعمت یا خوبی و کمال دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے یہ خوبی اور نعمت دی ہے۔ مجھے بھی دیدیں تو کیا اچھا ہو۔ اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں، یہ جائز اور درست ہے۔ حدیث زیر درست میں حسد سے مراد یہی غبطہ و رشک ہے۔ حقیقی حسد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حرام ہے۔

حدیث زیر درس میں جو دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایک شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے ایسے شخص کو دیکھ کر اگر کوئی یہ تمنا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کاش مجھے بھی دولت دیتا تو میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا، تو یہ تمنا کرنا حسد نہیں ہے۔ بلکہ رشک و غبطہ ہے اور اللہ و رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا ہے۔ جس سے وہ دوسروں کو نفع پہنچا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی دوسرا شخص بھی یہ آرزو کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی علم و حکمت سے یونہی نواز دے تو کتنا اچھا ہو، میں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں۔ تو یہ تمنا رشک پر مبنی ہے۔ اسے حسد نہ کہا جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اور یہ کہ حسد انتہائی خطرناک بیماری ہے۔ اس سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔

(۲) لوگوں کو غبطہ اور حسد کا فرق اچھی طرح سمجھا دیجئے اور بتا دیجئے کہ غبطہ (رشک) حرام نہیں ہے اور حسد حرام ہے۔ اس سے بچنے کے لئے سورۂ فلق سب سے بہتر ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے بچائے، اور علم و سخاوت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

قیامت کی بعض علامات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یَقِلَّ الْعِلْمُ وَیَظْهَرَ الْجَهْلُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا وَتُكْثِرَ النِّسَاءُ حَتّٰى یَكُوْنَ لِخَمْسِیْنَ اِمْرَأَةٍ الْقَیِّمُ الْوَاحِدُ .

ترجمہ: قیامت کی علامتوں میں یہ علامات بھی ہیں کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہو جائے گا اور زنا علانیہ طور پر ہونے لگے۔عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی کہ کہیں کہیں پچاس پچاس عورتوں کا نگراں ایک ہی مرد ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت تو یہ ہے کہ قیامت کے قریب علم (یعنی علم دین وشریعت) میں کمی آ جائے گی (لوگوں کو علم دنیا اور عصری علوم جدیدہ کی طرف توجہ زیادہ ہوگی، لوگ اسی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں گے) حالانکہ اعتقادات کی درستی اور احکام خداوندی کی ادائیگی جو مدار نجات ہے وہ اسی علم دین وشریعت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے ۔

نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہو، کوئی جنٹ کوئی جج ہے

دوسری علامت یہ ہے کہ جہل یعنی دین سے جہالت کو اور اس دین سے جاہل لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ دین کا علم رکھنے والے جو دین کی ضروری واقفیت رکھتے ہوں کم ہو جائیں گے کہ ڈھونڈنے پر آسانی سے نہ مل سکیں گے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ زنا (چوری چھپے نہیں بلکہ) علانیہ (سر بازار) ہونے لگے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ مردم شماری میں عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور بڑھتے بڑھتے یہ نوبت آ جائے گی کہ پچاس پچاس عورتوں کا سربراہ کہیں کہیں ایک ہی مرد ہوگا۔

ان علامات میں سے یہ آخری علامت تو ابھی تک عام مشاہدہ میں نہیں آ سکی ہے۔ لیکن اوپر کی تینوں علامتیں کھلی آنکھوں دیکھی جا رہی ہیں، صرف انہی لوگوں کو شاید نظر نہ آتی ہوں جن کی عقل کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر ہیں ۔ جب تک یہ علامات آ نہ چکیں گی۔ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ یہ علامتیں ایک طرح سے قیامت کی شرطیں ہیں، ان شرطوں کے بعد ہی قیامت آئے گی۔

(۲) اپنے دوستوں کو دنیا میں زنا و بدکاری اور ان کے اسباب عریانی و بے پردگی کے پھیلنے کے خطرات سے آگاہ کیجئے اور بتایئے کہ اس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگوں میں دین واحکام دین سے جہالت پھیلی ہوئی ہے۔ انہیں خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں کیا ہیں اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں صالح ودیندار لوگوں کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کام کرنے والا بنائے، علم دین سے نوازے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچائے۔ آمین

مشتبہ امور میں احتیاط

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

كَيْفَ وَ قَدْ قِيلَ وَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوجاً غَيرَهُ. لِهٰذَ الْقَوْلِ سَبَبٌ وَهُوَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِيْ وَلَا اَخْبَرْتِنِيْ فَرَكِبَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ "

ترجمہ: کیسے (وہ عورت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی اب تمہارے نکاح میں کیسے رہ سکتی ہے) حالانکہ یہ بات کہی جا چکی ہے چنانچہ (آپ کے اس فرمانے کے بعد) حضرت عقبہؓ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور (بنت ابی اہاب نے) دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث شریف کا ٹکڑا تو بہت مختصر ہے۔ اور وہ ایک واقعہ سے متعلق ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تھی، تو ایک عورت حضرت عقبہؓ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ میں نے عقبہ کو دودھ پلایا ہے۔ اور اس عورت کو بھی دودھ پلایا ہے۔ جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے (یعنی یہ دونوں میاں بیوی میرا دودھ پینے کی وجہ سے دودھ شریک بھائی بہن ہیں اس لئے ان کا نکاح نہیں ہو سکتا) عقبہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھے اس کی کوئی خبر دی ہے۔ اس اطلاع کے بعد حضرت عقبہؓ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ شریف حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ" (یعنی نکاح اب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ رضاعت کی بات معلوم ہو گئی ہے۔)

حدیث زیر درس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حلال و حرام کے درمیان مشتبہات ہیں ان میں سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ایسی چیزوں سے دور ہی رہا جائے، ان سے پرہیز کیا جائے۔ جیسا کہ واقعہ حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک عورت کے اس بیان پر کہ اس نے حضرت عقبہؓ اور ان کی منکوحہ کو دودھ پلایا ہے، یہ فیصلہ فرما دیا کہ دونوں علیحدگی اختیار کر لیں ورنہ آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ اس سے دودھ پلانے پر گواہی لی جائے، یا وہ حلفیہ بیان دے کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا اور فیصلہ فرما دیا کہ جب ایک بات کہہ دی گئی (اور مسلمان عورت سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ اسے اس کے بیان میں سچا سمجھا جائے) تو اب تم دونوں کا نکاح رشتۂ رضاعت کی وجہ سے درست نہیں ہوا۔ تم علیحدگی اختیار کر لو۔ چنانچہ دونوں نے علیحدگی اختیار کر لی اور ابی اہاب کی بیٹی نے بھی دوسرا عقد کر لیا کہ تقویٰ اور احتیاط کا یہی تقاضا تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) جب کبھی کسی معاملہ میں حقیقت مشتبہ ہو جائے اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکے کہ حقیقت کیا ہے تو ایسے وقت میں ورع اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشتبہ بات اور اختلافی صورت کو چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ کوئی صاحب ایمان کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ گھٹ جائے۔

کلمہ شہادت کا اقرار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمانا (جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے ردیف بنے ہوئے تھے) کہ اے معاذ! انہوں نے جواب میں عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسَعْدَیْکَ (جی حضور! بسر وچشم حاضر ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا معاذ! انہوں نے دوبارہ عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسَعْدَیْکَ (جی حضور! بسر وچشم حاضر ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی اسی طرح انہیں مخاطب فرمایا اور انہوں نے تیسری بار بھی اسی طرح جواب میں **لبیک و سعدیک** کہا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ ، قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ النَّاسَ یَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذً ایَّتَّكِلُوْ ا وَاَخْبَرَ بِهَا مَعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَ ثُمًا.

ترجمہ: جو شخص بھی صدق دل سے یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دیں گے۔ تو حضرت معاذؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! تو پھر کیوں نہ میں لوگوں کو اس کی خبر دیدوں کہ وہ سب خوشی محسوس کریں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو لوگ اسی خوشخبری پر بھروسہ کر لیں گے (اور اعمال صالحہ کی مشغولی ضروری نہ سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ بیٹھیں گے) اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں تو یہ حدیث لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ لیکن آخر وقت میں "کتمان علم" کے گناہ کا لحاظ کرتے ہوئے لوگوں کو یہ حدیث سُنا دی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حدیث زیر درس میں مندرجہ ذیل چند باتیں قابل توجہ ہیں، انہیں ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

(۱) قابل توجہ یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف بنے ہوئے آپ کے ساتھ ہی سوار تھے۔ ایسی صورت میں بظاہر اس کی ضرورت نہ تھی کہ آپ ان کا نام لے کر مخاطب فرمائیں۔ کیونکہ وہاں کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ان کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ اس سے غرض یہی تھی کہ آپ ان سے کوئی خاص اور اہم بات فرمانا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کا نام لے کر انہیں مخاطب فرمایا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ آپ کا ارشاد سنیں، دھیان کسی اور طرف نہ رکھیں۔

(۲) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب فرمانے پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے **لبیک و سعدیک** کے ساتھ اپنی حاضری و توجہ ظاہر کی کہ ادب کی بات یہی ہے کہ جب کوئی دینی بزرگ شخصیت سے ایسا موقع پیش آئے تو اسی طرح جواب دیا جائے۔

(۳) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا نام لے کر تین بار انہیں مخاطب فرمایا جس سے مقصد یہی تھا کہ وہ پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔تب ان سے وہ خاص بات بتائی جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل میں اس بات کی رہنمائی ہے کہ کسی مفید مقصد کے تحت اس قسم کی تکرار بھی طریق دعوت وسنت ہے۔

(۴) آخری اور بہت ضروری بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں بظاہر اقرار شہادتین ہی کو نجات کے لئے کافی بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی۔لیکن جب الفاظ حدیث پر غور کیا جائے تو حدیث شریف ہی میں "صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ" کی قید وشرط بھی لگی ہوئی ہے۔جس کے تحت تشریح حدیث کے وقت یہ سمجھنا پڑے گا کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو تنہا معبود اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور آخری رسول یقین کرتا ہوگا اس کے لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ صاحبِ تقویٰ بھی ہوگا اور تقویٰ ہی جنت کا ٹکٹ ہے۔صدق دل سے ایمان کے بعد اگر گناہ سرزد ہو بھی جائے گا تو وہ فوراً توبہ کر کے بدستور مستحق جنت بنا رہے گا۔

عام طور پر حضرات علماء دین یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اقرار شہادتین کے باوجود مبتلائے معاصی اور فاسق ہوگا تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی نہ ہوگا۔بلکہ سزائے معاصی کے بعد جنت کا حق دار ہو جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ اگر کوئی صاحب فضیلت بزرگ کسی کو آواز دے تو وہ مخاطب شخص "لبیک و سعدَیک" یا اسی قسم کے کلمات (جی حضرت! جی حضور! جی جناب! وغیرہ) کہہ سکتا ہے۔

(۲) دوستوں کو آگاہ کیجئے کہ کسی فائدہ یا ضرورت کے پیش نظر کسی بات کو بار بار دہرایا بھی جا سکتا ہے۔جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے تین بار مخاطب فرمایا۔

(۳) حدیث شریف سے کلمۂ شہادت اور اقرار شہادتین کی جو فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی بھی بندۂ خدا صدق دل سے اقرار شہادتین کر لے گا تو پھر وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے تو بچ ہی جائے گا، بلکہ اگر عمل سے بھی تقاضائے ایمان پورا کر لیتا ہے تب تو وہ دوزخ میں داخل ہونے سے ہی محفوظ ہو جائے گا۔

(۴) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اہم معاملات میں احتیاط کا پہلو بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ احتیاط حضرت معاذؓ کو لوگوں کو اطلاع دینے سے روک دیا کہ لوگ اسی بھروسہ پر اعمال ترک کر بیٹھیں گے۔

(۵) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ علم کو دوسروں تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو خود پہنچائے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا کئے رکھے اور ایمان پر ہی ہمیں موت آئے۔آمین

نیک مجلس میں شرکت

حضرت ابو واقد لیثیؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ حضرات صحابہ بھی تھے۔ کہ تین شخص آئے۔ جن میں سے دو شخص تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور ایک شخص وہیں سے باہر لوٹ گیا۔ وہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ میں شریک ہونے کے لئے ٹھہر گئے۔ ان دو میں سے ایک نے تو حلقہ میں کچھ گنجائش دیکھی وہ اس جگہ بیٹھ گئے۔ دوسرے نے لوگوں کے بیچ میں گھسنا اچھا نہ سمجھا تو وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گئے۔ اور تیسرا شخص پیٹھ پھیر کر اُلٹے ہی پاؤں لوٹ گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس و گفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ

اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ ۔

ترجمہ: میں تمہیں ان تینوں آدمیوں کی بات نہ بتاؤں؟ ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس جگہ چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی۔ دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمائی۔ اور تیسرے شخص نے مجلس خیر سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمالیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش آیا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ اسی مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے اصحاب کے حلقہ میں گھرے ہوئے موعظت و نصیحت فرما رہے تھے، کہ مسجد میں تین شخص داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ آپ کے گرد اصحاب کا بڑا مجمع ہے۔ اس لئے اس نے مجمع میں شامل ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا اور وہیں سے لوٹ گیا۔ بقیہ دو مجمع میں شامل ہونے کے لئے رُک گئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ حلقہ کے درمیان ایک جگہ کچھ گنجائش ہے۔ وہ بڑھ کر اس جگہ بیٹھ گیا۔ تیسرے نے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بیچ میں گھس کر بیٹھنا خلاف حیا سمجھا، اس لئے وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب مجلس وعظ ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو ان تینوں آنے والوں سے متعلق کچھ بتاؤں؟ اور پھر آپ نے ان کے متعلق یوں ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھکانہ چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھکانہ دیدیا۔ دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا ملحوظ رکھی اور ڈاکتے پھلانگتے مجمع میں گھسنا اچھا نہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ حیا ہی کا معاملہ رکھا۔ تیسرے شخص نے "مجلس خیر اور حلقہ علم دین" سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اپنا منہ پھیر لیا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو ایسے دینی و علمی "حلقوں اور مجلسوں" کی فضیلت بتایئے اور انہیں ترغیب دیجئے کہ وہ ایسے حلقوں اور مجلسوں میں شرکت کیا کریں اور ان سے دوری کا طریقہ ہرگز نہ رکھیں۔

(۲) دوستوں کو بتایئے کہ "شرم و حیا" نہایت درجہ عمدہ صفت ہے۔ اس میں خیر ہی خیر ہے۔ جس شخص میں حیا نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بالخصوص عورتوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ان کی بے حیائی بہت بری چیز ہے۔

نیکی و برائی کے اندراج کا ضابطہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ (نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ:

حدیث قدسی: اِذَا اَرَادَ عَبْدِیْ اَنْ یَّعْمَلَ سَیِّئَةً فَلا تَکْتُبُوْهَا عَلَیْهِ حَتّٰی یَعْمَلَهَا فَاِنْ عَمِلَهَا فَاکْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا وَ اِنْ تَرَکَهَا مِنْ اَجْلِیْ فَاکْتُبُوْهَا حَسَنَةً وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ یَعْمَلْهَا فَاکْتُبُوْهَا حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاکْتُبُوْهَا لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةٍ.

ترجمہ: جب میرا کوئی بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرے تو اس وقت تک (اس کے نامۂ اعمال میں برائی) نہ لکھو جب تک کہ وہ برائی کر نہ لے۔ پھر اگر وہ برائی کر لے تو ایک برائی لکھو۔ اور اگر وہ بندہ (برائی کرنے سے پہلے) صرف میری وجہ سے برائی چھوڑ دے (تو اس چھوڑنے کی وجہ سے اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ اور اگر میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو اس ارادہ پر ہی اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ پھر اگر وہ نیکی کر لے تو اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (اور یہی مفہوم مسلم کی حدیث میں بھی ہے) (بخاری شریف)

تشریح: اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان ہوا کہ جب میرا بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرتا ہے (وہ برائی چاہے زبان اور قول سے متعلق ہو یا کسی عمل سے متعلق ہو) جس کی وجہ سے نفس انسانی خبث وظلمت گندگی و تاریکی سے آلودہ ہو جائے کیونکہ خدا اور رسول کی طرف سے منع وحرام کی ہوئی ہر بات کے ارتکاب سے نفس آلودہ ہو ہی جاتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اسے اس وقت تک نامۂ اعمال میں درج نہ کرو جب تک وہ اسے کر نہ گزرے'' کیونکہ کسی بُرے کام یا بُری بات کا صرف خیال وارادہ نفس کو خراب اور آلودہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ آلودگی ارتکاب کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کر لیتا ہے تو اب اس کی ایک برائی لکھو۔ برائی کی سزا میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور رحم وکرم کا تقاضا یہی ہے کہ برائی بقدر عمل ہی لکھی جائے۔

اور اگر وہ بندہ میرے خوف یا مجھ سے حیا وشرم کرتے ہوئے اس برائی سے رُک جاتا ہے تو اس کے احساس خوف وحیا کی وجہ سے اس کے نفس میں ایک طرح کا نور پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ لی جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حدیث شریف میں نقل ہوا ہے کہ:

اور جس وقت میرے بندے نے کسی نیکی کا ارادہ کیا (کوئی اچھی بات ہو یا اچھا کام ہو لیکن ابھی کیا نہیں ہے، تو اس کے اس نیک ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ دی جائے۔ کیونکہ اس کے دل میں نیکی کی رغبت وخواہش تو پائی گئی، اور نیکی کی یہ خواہش ورغبت بھی ایک نیکی ہے۔ اس لئے اس پر بھی وہ مستحق ثواب ہوا۔ اور اگر خدانخواستہ اس نے دل میں اس نیکی کی رغبت کے بجائے اس سے کراہیت پائی جائے جس کی وجہ سے وہ نیکی نہ کرے تو پھر اس کیلئے محض دل میں خیال آجانے پر نیکی کا ثواب ہرگز نہ لکھا جائے گا۔

آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ بندہ نیکی کر لیتا ہے تو اس کے

لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھ لو۔ ہر نیکی پر دس گنا ثواب تو عام طور پر دیا ہی جاتا ہے۔ اس کے بعد کا اضافہ بندے کے خلوص وصدق اور متابعت رسولؐ کے جذبہ کی مناسبت سے کیا جائے گا۔ جیسا کہ جہاد میں ایک درہم کا ثواب سات سو تک بتایا گیا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ صاحبِ ایمان بندے کو تو نیکی کی نیت وارادہ ہی پر ثواب دے دیا جاتا ہے اور گناہ و معصیت کے صرف ارادہ پر بدلہ نہ ملنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر گناہ ومعصیت کے ارادہ کے بعد خدا تعالیٰ کے خوف وحیاء کی وجہ سے ارتکاب نہ کیا تو اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائے گی۔ لیکن اگر کسی دوسری وجہ سے معصیت کا ارتکاب نہ ہو سکا تھا تو اس صورت میں معصیت کے ارادہ پر بھی اندیشہ ہے۔ کہ آخرت سے پہلے ہی دنیا میں وہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائے۔ ہاں آخرت میں کوئی سزا صرف ارادہ پر نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الزَّكِيِّ صَلَاةً تُحَلُّ
بِهِ الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ

یہ درود شریف بار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرما دیتے ہیں۔ (ص ۱۱۴)

شہرت وریاکاری کی سزا

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ يُشَاقِقْ يُشَاقِقِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَا يَاْكُلَ اِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَا يُحَالَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ بِمِلْاءِ كَفِّهٖ مِنْ دَمٍ اِهْرَاقَهٗ فَلْيَفْعَلْ .

ترجمہ: جو شخص شہرت اور نام آوری کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت میں اسے اس کی جزا بدنامی و رسوائی سے دیں گے۔ اور جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے ساتھ دشمنی کے بدلہ کا معاملہ کرے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہمیں (مزید) نصیحت فرمائیے! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانی بدن کا جو حصہ سب سے پہلے سڑ کر بدبودار ہوگا وہ پیٹ ہوگا۔ لہٰذا جو شخص یہ پابندی کر سکے کہ صرف حلال وطیب ہی روزی کھائے تو اس کی پابندی کرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو اور ایسا کر سکتا ہو کہ قیامت میں کسی کا قتل ناحق اور خون ناحق اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو وہ قتل ناحق اور خون ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ (بخاری)

تشریح: یعنی جو شخص شہرت کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت سب کے سامنے یہ اعلان کرادیں گے کہ اس نے صرف شہرت و نام آوری چاہی تھی کہ لوگ میرے اس کام کو دیکھ کر میری تعریف کریں میرا شکریہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کا داخلہ اس نے چاہا نہیں تھا۔ تو اسے وہی بدلہ دیا جائے گا۔ جو اس نے چاہا تھا پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حدیث شریف کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت وعداوت کا معاملہ رکھے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دشمنی ہی کا معاملہ رکھیں گے۔ یعنی جو شخص دنیا میں کفر وفسق اختیار کر کے خدا اور رسولؐ کی دشمنی کا مظاہرہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت ومہربانی سے دور کر کے اپنے دشمنوں کے ساتھ دوزخ میں داخل کر دیں گے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید نصیحت کی فرمائش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ (قبر میں) سب سے پہلے انسان کا پیٹ سڑتا اور بدبو دار ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ پابندی کر سکے کہ وہ صرف حلال و طیب ہی روزی کھائے تو وہ یہ پابندی کر لے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ''خون ناحق'' قیامت میں اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو پھر وہ دنیا میں خون ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ حدیث زیر درس میں حرام روزی اور قتل ناحق سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو سُمعہ (شہرت طلبی) اور رِیا (دکھاوے) کے عذاب وانجام سے ڈرائیے اور بتائیے کہ سُمعہ اسے کہتے ہیں کہ انسان کوئی نیک کام کرے اور لوگوں کو سُنائے اور بتائے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ اور رِیا اسے کہتے ہیں کہ انسان لوگوں کو دکھانے ہی

کی نیت سے کام کرے کہ اس کی تعریف کی جائے اور اسے بے عیب سمجھا جائے۔ یہ دونوں باطنی عیب و مرض ہیں۔ اپنی نیکی دوسری کو سنانا سمعہ ہے اور دوسروں کو دکھلانا ریا ہے۔

(۲) لوگوں کو بتائیے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور ان کی مخالفت و نافرمانی کی سزا بھی اسی کے مطابق عداوت و دشمنی کی صورت میں ملے گی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر غضبناک ہوں گے اور انہیں اپنی رحمت و مہربانی سے دور کر کے سخت عذاب چکھائیں گے۔

(۳) لوگوں کو ان دونوں بڑے گناہوں کے عذاب سے ڈرائیے: ”حرام روزی کھانا“ اور قتل ناحق کرنا یعنی ”ناحق خون بہانا“۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ریا کاری، حرام خوری، قتل ناحق وغیرہ سب گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

جمعہ کے دن جہاں نمازِ عصر پڑھی ہو اُس جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے سے اَسی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اَسی سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ (فضائل درود)

امیر کی اطاعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ.

ترجمہ: (اے لوگو!) اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم بنا دیا گیا ہو جس کا سر اتنا چھوٹا ہو جیسے سوکھا انجیر یا سوکھا انگور ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مسلمان حاکم جو کچھ تم کو حکم دیں یا جس بات سے تم کو منع کریں تو ان کی باتیں سنا کرو اور ان کی اطاعت کیا کرو۔ لیکن دوسری حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے معاملہ میں کسی کی بھی اطاعت نہ کی جائے گی۔ یہ اطاعت ناجائز ہے۔ اس لئے یہاں بھی ان دوسری حدیثوں کی وجہ سے یہی مطلب لیا جائے گا کہ مسلمان حاکم کی اطاعت شریعت کی حد میں رہے گی۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ (امیر المومنین کے علاوہ، کیونکہ امیر المومنین تو قبیلہ قریش کا ہونا چاہئے جیسا کہ صاحب مجمع بحار الانوار نے حدیث کا مطلب بیان فرمایا ہے) اگر کوئی حبشی غلام بھی تمہارا حاکم بن جائے جو بہت ہی بدصورت اور بدشکل ہو، کشمش جیسا چھوٹا سا اس کا سر ہو تو بھی تم لوگ اس کی اطاعت کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مقصد اطاعت امیر کی تاکید ہے کہ جہاں تک جائز ہو امیر کی اطاعت کرنا، اس کا کہنا سُننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے کہ نظام عالم اور نظام حکومت اسی طرح برقرار رہ سکتا ہے۔ ورنہ دنیا میں انارکی اور افراتفری پھیل جائے گی، فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتایئے کہ قرآن و حدیث کی رو سے حاکم وقت (امیر المومنین) کی اطاعت ضروری ہے اس کا ترک ناجائز و حرام ہے کہ نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا اور ہر جگہ فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔ لوگوں کے مال و جان محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

(۲) اپنے احباب کو بتایئے کہ امیر کی اطاعت اسی حد تک واجب ہے جب تک خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی نہ ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی صورت میں کسی بھی مخلوق کی فرمانبرداری نہ ہوگی۔ چاہے کوئی بھی ہو۔ ماں باپ ہوں، استاد وپیر ہوں یا کوئی حاکم ہو۔

(۳) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل اعتبار بات یہ ہے کہ بندۂ مومن خدا اور رسول کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ خاندانی شرف قیامت میں کام نہ آئے گا (یہ تو صرف دنیا ہی میں تعارف کا کام دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے رشتہ داریاں قائم بھی ہوتی ہیں اور پرانی رشتہ داریوں کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

8

موت کی تمنا نہ کرنے کا حکم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ یَزْدَادُ وَ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ یُسْتَعْتَبُ.

ترجمہ: تم میں کوئی شخص موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید اور بھی نیک کام کر سکے اور اگر بدکار ہے تو شاید برائی سے توبہ کر کے مستحق نجات ہو جائے۔ (بخاری شریف)

تشریح: یہ حدیث شریف بالکل صاف اور واضح طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمنائے موت کی ممانعت و حرمت بیان کر رہی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی وجہ سے کسی صاحب ایمان کے لئے موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ کاش میں مر گیا ہوتا، یا یہ کہ کاش میں مر جاؤں۔ یا یوں کہے کہ اے اللہ! مجھے اسی وقت تو موت دیدے۔

بہت سے صحابہؓ اور بزرگان دین نے اس قسم کی تمنا کی ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ یا کاش میں انسان نہ ہوتا، گھاس اور جانوروں کا چارہ نہ ہوتا کہ جانور مجھے کھا لیتے اور میں دنیا میں نہ رہ جاتا۔

حدیث شریف میں تمنائے موت نہ کرنے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ موت کی تمنا اس لئے نہ کرنی چاہئے کہ اگر وہ شخص نیکوکار اور صلاح کار ہے تو آئندہ زندگی میں اور اچھے کام کر کے جنت میں اور عمدہ ٹھکانے کا مستحق ہو جائے گا۔

اور اگر خدانخواستہ وہ شخص بدکار اور گناہ گار ہے تو اب بھی اس کے لئے یہ تو ممکن ہی رہے گا کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع و توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کرا لے اور آئندہ زندگی میں نیکوکار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے مقبول اور ولی بندے پہلے نیک نہ تھے مگر آخر بہت بزرگ ہو کر دنیا سے گئے۔ اس لئے ہر دو صورت میں تمنائے موت بالکل ہی غلط و نادرست اور خلاف عقل ٹھہرتی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ اگر مسلمان ایسے وقت میں کہ دنیا میں ایسے فتنے اور فساد ہو رہے ہوں جو دین کے لحاظ سے خطرناک ہوں، ایسے فتنوں کی وجہ سے یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے بچانے کے لئے مجھے دنیا سے اُٹھا لے، تو اس قسم کی تمنا جائز ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو فتنوں سے بچائے جب تک زندگی ہے تو اپنی اطاعت کی زندگی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔ آمین

نوجوانوں سے خطاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ .

ترجمہ: اے جوان لوگو! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی استطاعت وحیثیت رکھتا ہوتو اسے شادی کر ہی لینی چاہئے۔ کیونکہ شادی نگاہوں کو اور شرمگاہ کو پاکیزہ رکھتی ہے۔ اور جو شخص شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہوتو اسے چاہے کہ (کثرت سے) روزے رکھے۔ کہ یہ روزہ شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت مسلمہ کے جوانوں کو مخاطب فرمار ہے ہیں۔ یہ خطاب امت کے تمام جوانوں کو ہے۔ وہ کہیں کے بھی رہنے والے ہوں اور کسی زمانے کے ہوں۔ ہر جوان کو نصیحت و رہنمائی فرماتے ہوئے انہیں اس بات کی طرف متوجہ فرمار ہے ہیں کہ اے جوانو! تم میں سے جو شخص بھی شادی کی ذمہ داریوں اور اس کی ضرورتوں کو برداشت کرسکتا ہو تو اسے چاہئے کہ نکاح ضرور کرلے۔ کیونکہ شادی کی وجہ سے پھر نگاہیں اِدھر اُدھر اوپر نہیں اُٹھتیں بلکہ نیچی ہی رہتی ہیں۔ اور یہ نگاہ شرمگاہ کو بھی گناہ سے بچائے رکھتا ہے۔

اور جو شخص جوان ہو اور شادی کی حیثیت نہ رکھتا ہوتو اسے روزے کثرت سے رکھنے چاہئیں۔ یہ روزے ہی اس کی نفسانی خواہش کو ختم کر دیں گے۔

بد اخلاقی سے بچنے کا مؤثر طریقہ نکاح ہے۔ محض ذکر اذکار اور نماز وتلاوت قرآن سے یہ مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ خواہش نفسانی اور شہوت کا علاج یا تو نکاح کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اور نکاح کی حیثیت نہ ہوتو پھر روزوں کی کثرت سے خواہش نفسانی ختم ہوتی ہے۔

لہٰذا جوان آدمی کو یا شادی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے اور اگر شادی کی حیثیت نہ ہوتو کثرت سے روزے رکھے تاکہ خواہش نفسانی بالکل ہی مردہ ہوجائے۔ روزے سے یہ غرض حاصل ہوجاتی ہے۔

ضروری ہدایت

(۱) اپنے دوستوں کو نکاح وشادی کے فائدے بتایئے اور یاد دلایئے کہ محض ذاتی طور پر پاکدامن رہنے کے مقابلہ میں شادی شدہ ہونا اور پاکدامن رہنا زیادہ فائدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ شادی شدہ شخص کی پاکیزہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار ہوئی تو اسے ان کا ثواب بھی ملے گا۔

(۲) اپنے احباب کو روزے کے فائدے بھی بتایئے کہ روزہ سے کیسے کیسے فائدے جسمانی وروحانی حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے بڑا فائدہ تو پاکدامنی ہوتا ہے اور یہ پاکدامنی جوان شخص کے لئے بہت ہی بڑا کمال ہے، جو روزے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو صالح بنائے۔ بے راہ روی سے بچائے۔ آمین

مطلقہ رجعی کا حکم

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی جس نے اسے (میری بہن کو) طلاق رجعی دیدی (اور عدت میں رجوع بھی نہیں کیا) یہاں تک کہ جب اس کی عدت گزر گئی تو آیا اور (دوبارہ) نکاح کا پیغام دیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے (اپنی بہن کے ساتھ) تیری شادی کردی اور تیرے لئے بستر لگادیا اور میں نے تیرا اعزاز واکرام کیا اور تو نے (ان باتوں کو نظر انداز کردیا) اسے طلاق دیدی۔ پھر اب تو اسے پیغام دینے آیا ہے۔ خدا کی قسم وہ تیرے پاس اب کبھی نہ جائے گی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی اور وہ عورت اس کے پاس جانا چاہتی تھی، تو (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (فَلَا تَعْضُلُو هُنَّ) نازل فرمائی (یعنی عورت کو اپنی مرضی کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح کرنے سے روکنے کو ممنوع قرار دیدیا۔ اس کے بعد) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ!

اَلْاٰنَ اَفْعَلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَزَوَّجَھَا اِیَّاہُ

ترجمہ: اب تو میں اس کا نکاح اس سے کردوں گا۔ اور پھر اپنی بہن کی شادی اسی شخص سے کردی۔ (بخاری شریف)

تشریح: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی حقیقی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی۔ اس شخص نے کچھ دنوں بعد اسے طلاق دیدی اور رجوع بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ پوری عدت گزر گئی، تب وہ دوبارہ نکاح کا پیغام دینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے اپنی بہن تجھ کو بیاہ دی۔ تیرے لئے اپنے گھر میں بستر بچھایا اور تیرے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آیا۔ اور تو نے یہ کیا کہ اسے طلاق دیدی۔ اور پھر نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم، میری بہن تیرے پاس کبھی نہ جائے گی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی۔ اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی، مگر چونکہ اس کی طلاق انہیں بہت ناگوار گزری تھی اس لئے انہوں نے قسم کھا کر دوبارہ شادی کر کے بھیجنے سے انکار کردیا۔ لیکن چونکہ وہ آدمی بظاہر برا نہ تھا اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانے پر راضی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ایسی صورت میں عورت کو اس کی مرضی کے خلاف روکنا نہ چاہئے۔

چنانچہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سمجھ لیا اور قائل ہوگئے کہ اس کی شادی اس شخص سے کردینی چاہئے، اور وہ شادی کردی۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ مطلقہ رجعی (جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو) اس کی عدت جب پوری ختم ہوجائے (اور دوران عدت رجوع نہ کیا گیا ہو) تو اب وہ پہلے شوہر کے ساتھ نکاح جدید کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس ''نکاح جدید'' میں بھی وہ سب باتیں ضروری ہیں جو نکاح اول میں ہوتی ہیں۔

(۲) اپنے مخاطب حاضرین کو بتادیجئے کہ عورت کا ولی جو کوئی بھی عورت کا باپ، دادا ہو، یا بھائی ہو، اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اس شوہر کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے سے منع کرے جس کے پاس وہ پہلے رہ چکی ہے اور پھر جانے پر آمادہ ہے، اور اس شوہر میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

شوہر کا حق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنِّيْ لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّي الْمَرْاَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَاَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ.

ترجمہ: (ایسا نہ کرو، کسی غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔) میں اگر کسی کو اجازت دیتا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عورت اپنے پروردگار کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی، جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرلے۔ اس کا شوہر اگر اسے چاہے اور وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہوئی تو اس وقت بھی اسے اپنے اوپر قابو دے دینا چاہئے (کہ وہ اپنی خواہش پوری کرلے۔) (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: آج کا درس ایک طویل حدیث شریف کا ٹکڑا ہے۔

پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ ان کی یہ فرمائش سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نہیں نہیں!) تم لوگ ایسا نہ کرو۔ آپ نے انہیں غیر اللہ کے سجدے سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں غیر اللہ کے لئے کسی کو بھی سجدہ کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ عورت کے لئے سب سے بڑھ کر قابلِ تعظیم شخصیت شوہر کی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے مقام کی عظمت کو اس طرح قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس قسم سے مقصد اس حکم کی تاکید و ضرورت ظاہر کرنا ہے جو اس قسم کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کے بعد یہ بات فرمائی گئی کہ کوئی بھی عورت جب تک اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہ کرلے وہ اپنے پروردگار حق تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے گی۔ یعنی جب تک وہ شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اس کی نفل نمازیں، نفل روزے اور نفل صدقے خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول نہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے عورت کو نفل روزہ رکھنا اسی وقت درست ہے جب شوہر نفل روزے کی اجازت دیدے۔

اس کے بعد شوہر کا حق اس حد تک بتایا گیا کہ عورت اگر سواری پر ہو اور شوہر اسی حالت میں اس سے خواہش پوری کرنا چاہے تو عورت اسے اس کا موقع دیدے۔ یہ بات بطور مثال بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہی ہے کہ شوہر جس وقت اور جس حالت میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہے وہ انکار نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر یا بیماری ہو تو اس وقت مرد کو اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیں کہ جس طرح غیر اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ حرام ہے اسی طرح غیر اللہ کے لئے رکوع کرنا یا رکوع کی طرح جھکنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) اپنے سامعین کو یاد دلا دیجئے کہ عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور مرد کے ذمہ عورت کے بھی حقوق ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

نکاح میں ولی کی اجازت

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ لَمْ یَنْکِحْهَا الْوَلِیُّ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ اَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُ هَابِمَا اَصَابَ مِنْهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهَا۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: جس عورت کا نکاح اس کے ولی شرعی نے نہ کیا ہو تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی کہ اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے اور ایسی صورت میں کہ ولی کے بغیر نکاح کیا گیا ہو۔ اگر شوہر اس سے صحبت کر لیتا ہے تو عورت کو مہر دلایا جائے گا۔ اور اگر ولی کے معاملہ میں جھگڑا ہو تو بے ولی کی عورت کا ولی سلطانِ وقت ہے۔

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ " اَیُّمَا امْرَأَۃٍ " ہے "اَیُّمَا" کا لفظ عربی میں عموم کے معنی رکھتا ہے۔ تو "اَیُّمَا امْرَأَۃٍ" کے معنی یہ ہوئے، جو کوئی بھی عورت ایسی ہو جس کا نکاح ولی نے نہ کیا ہو، وہ عورت شریف ہو یا غیر شریف، مالدار ہو کر فقیر ہو، تندرست ہو یا مریض، عربی ہو یا عجمی، تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یعنی وہ نکاح درست ہی نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے نکاح میں ولی کا ہونا بھی رکن نکاح ہے۔ (اس مسئلہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی) ایسے نکاح میں اگر شوہر نے بیوی سے ہمبستری کر لی تو عورت کو مہر کا استحقاق ہو جائے گا۔ اسے مہر ادا کیا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں شوہر نے تو اس سے لطف اندوزی کی ہی ہے۔

پھر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر عورت کے اولیاء میں باہم اختلاف ہو جائے۔ کوئی ولی یہ نکاح چاہتا ہو، کوئی ناپسند کرتا ہو، تو اس عورت کا ولی سلطانِ وقت ہوگا۔ اور قاضی کی ولایت میں اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔ (مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے) اگر لڑکی نابالغ ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکی کا نکاح بغیر اجازت ولی منعقد نہیں ہوگا اگر یہ نکاح غیر کفو میں کیا گیا ہے۔

اور اگر لڑکی بالغ ہے اور اس نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز تو ہے لیکن ولی کو یہ اختیار بھی ہے کہ غیر کفو میں نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتا ہے۔ اور احناف ہی کے مسلک میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ غیر کفو کا نکاح بالغ لڑکی کا بھی منعقد ہی نہیں ہوتا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتا دیجئے کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ نکاح میں عورت کے ولی کی رضامندی یا موجودگی ضروری ہے اور بغیر ولی کے نکاح غیر صحیح و غیر منعقد ہوتا ہے (اوپر ائمہ کا جو اختلاف بیان ہوا ہے اسے دوبارہ دُہرا دیجئے)

(۲) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ نکاح فاسد میں اگر شوہر ہمبستری کر لیتا ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہو جائے گی۔ لیکن ان دونوں میں علیحدگی کر دی جائے گی، کیونکہ ولی کی موجودگی و رضامندی ضروری ہے۔ جو یہاں پائی نہیں گئی۔ اس لئے دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کے معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حق مہر

(ایک صحابی نے ایک خاتون سے نکاح کرنا چاہا تھا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تمہارے پاس اس کے مہر کے لئے کچھ موجود ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ لَيْسَ مَعِيْ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا عَلٰى مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. (ابن ماجه)

ترجمہ: اسے کچھ نہ کچھ تو دو، چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا۔ اس کے بدلے کہ تم کو جو کچھ قرآن مجید یاد ہو، اسے پڑھا دو (قرآن مجید پڑھانے کا جو معاوضہ اور تنخواہ ہوگی وہی اس کا مہر ہو جائے گا۔)

تشریح: زیر درس حدیث میں مذکورہ واقعہ کی غیر مذکور تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ مجلس مبارک میں تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون مجلس میں آئیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنے کو آپ کی سپردگی میں دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے نظر اُٹھا کر ایک بار اسے دیکھا اور انکار میں سر ہلا دیا کہ نہیں!

حاضرین صحابہؓ میں سے کوئی صاحب کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کو ان کی ضرورت نہیں ہے، تو مجھ سے ان کا نکاح فرما دیجئے۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کچھ ہو تو لے آؤ۔ وہ گھر گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کچھ تو مہر میں ادا ہی کرو چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو۔ وہ بولے کہ میرے پاس تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کا نکاح تم سے کر دیا۔ اس عوض میں کہ تم کو جتنا قرآن شریف آتا ہو وہ انہیں پڑھا دو۔ (قرآن مجید پڑھانے کا معاوضۂ تعلیم ان کا مہر ہو جائے گا۔ شاید حضرات فقہاء کرام نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کا جواز اسی حدیث کی روشنی میں صحیح قرار دیا ہو۔

قرآن شریف پڑھانے میں جو مشقت و تعب برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کا معاوضہ دراصل اس تعب و مشقت کا معاوضہ ہے، تعلیم قرآن کا معاوضہ نہیں ہے۔ اور یہی پہلو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کرتے ہوئے بکریوں کے "چرانے کو مہر قرار دیا تھا کہ بکریاں چرانے میں جو بھاگ دوڑ اور تعب و مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ بہر حال مستحق اجرت ہے۔ اسی طرح کسی کو قرآن مجید یاد کرانے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اُجرت لینے کا جواز نکل آتا ہے۔

ضروری ہدایات

(الف) عورت سے نکاح کے لئے مہر کا ضروری ہونا ثابت ہوا۔ بغیر مہر کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

(ب) مہر کی زیادہ سے زیادہ حد تو شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ مرد اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے جتنا مہر ادا کر سکے مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن کم از کم مہر ربع دینار بعض حضرات کے یہاں اور ہمارے فقہ حنفی میں کم از کم مہر دس درہم ہے (جو وزن کے لحاظ سے تقریباً پونے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکام شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمانا کہ (اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو) حکم دو کہ

فَيُرَاجِعُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَائَ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يُجَامِعَهَا وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا فَاِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِىْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا .

ترجمہ: وہ اپنی بیوی سے رجعت کرلیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر حیض آئے۔ پھر پاک ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو بیوی کو طلاق دیدیں۔ لیکن اس سے صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دیں۔ یا (اگر طلاق نہ دینا چاہیں تو) اسے نکاح میں برقرار رکھیں، کیونکہ یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: حدیث زیر درس میں ارشاد مبارک کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دیدی تھی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دو کہ وہ ابھی رجعت کرلیں (کیونکہ حالت حیض میں طلاق ممنوع ہے) اور جب عورت پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسری بار حیض آجاوے اور پھر پاک ہو جائے تو عورت سے ہمبستر ہونے سے پہلے پہلے اگر چاہیں تو طلاق دیدیں۔ اور اگر چاہیں تو نکاح برقرار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے لئے جو وقت عدت مقرر کیا ہے وہ یہی صورت ہے کہ عورت کو زمانہ طہر میں طلاق دی جائے اور اس طہر میں طلاق سے پہلے ہمبستر بھی نہ ہوئی ہو اور وہ طلاق بھی صرف ایک لفظ سے ایک ہی طلاق دی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ''فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ'' میں یہی عدت بیان فرمائی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتایئے کہ طلاق شرعی کی صحیح صورت ''طلاق سنی'' ہی ہے جو اسی طرح دی جانی چاہیئے۔ جس طرح اللہ و رسول نے بتایا ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو۔ اور صرف ایک لفظ ''طلاق'' سے ایک ہی طلاق دی جائے۔

اور طلاق بدعی اور طلاق غیر شرعی یہ ہے کہ یا تو حالتِ حیض میں طلاق دے یا ایسے طہر میں دے جس میں طلاق سے پہلے ہمبستر ہو چکا ہے۔ یا ایک ہی مرتبہ میں تین طلاقیں دیدے۔

(۲) اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ''طلاق بدعی'' کو بعض علماء طلاق شمار نہیں کرتے۔ لیکن اکثر علماء (ائمہ اربعہ رحمہم اللہ) اسے طلاق مانتے ہیں۔ اگر ایک ہی لفظ میں ایک ہی بار تینوں طلاقیں دے دی گئیں تو ائمہ اربعہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ پہلے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو شرعی احکام کا صحیح علم اور اس پر پورے پورے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حاملہ مطلقہ کی عدت

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ نے ان (حضرت زبیر) سے کہا تھا کہ تم مجھے طلاق دے کر میرا دل خوش کردو۔ یہ بات انہوں نے ایسی حالت میں کہی تھی کہ وہ حاملہ تھیں۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان کی بات سن کر انہیں ایک طلاق دیدی اور نماز پڑھنے چلے گئے۔ لوٹ کر جب آئے تو بیوی کو بچہ پیدا ہو چکا تھا۔ (یعنی عدتِ طلاق ختم ہوگئی تھی، رجعت کا وقت باقی ہی نہ رہا تھا۔ تو حضرت زبیرؓ نے جھنجلا کر) کہا کہ اسے کیا ہو گیا تھا کہ مجھے دھوکہ دیا (کہ ولادت کا وقت بالکل ہی قریب تھا تب اس نے طلاق مانگی کہ فوراً ہی عدت بھی ختم ہو جائے) اللہ تعالیٰ اسے دھوکہ کا بدلہ دے۔ اس کے بعد وہ (حضرت زبیرؓ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال بتائی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مقدر کا لکھا اپنے وقت پر پورا ہو گیا۔

سَبَقَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ اُخْطُبْهَا اِلٰى نَفْسِهَا (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ: مقدر کا لکھا اپنے وقت کو پہنچ گیا۔ اب تو تم اسے پیغام دو (پچھلا نکاح تو ختم ہو گیا ہے۔)

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ آیت قرآنی کی طرف ہے، جس میں فرمایا گیا ہے "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (حمل والی عورتوں کی عدت یہی ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے) آپ نے یہی بتایا کہ ایسی صورت میں کہ طلاق حالت حمل میں دی گئی تھی جس کی عدت وضع حمل تھی اور وضع حمل ہو چکا ہے۔ لہذا عدت بھی پوری ہوگئی اور حق رجعت بھی باقی نہ رہا۔ اب تو تم یہی کر سکتے ہو کہ اسے پھر سے نکاح کا پیغام دو، اگر وہ شادی پر راضی ہو جائے تو تم شادی کر سکتے ہو۔ اور اگر راضی نہ ہو تو پھر نہیں۔

حدیث زیر درس میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی بیوی کے لئے یہ فرمانا کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ ان کی بیوی کو اپنی صورت حال کا اچھی طرح انداز ہو چکا تھا کہ وقت ولادت بالکل قریب ہے۔ اگر اس وقت طلاق ہو جاتی ہے تو ہاتھ کے ہاتھ فوراً ہی رجعت کا موقع بھی شوہر کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہ سب سمجھ بوجھ کر ہی انہوں نے فرمائش کی تھی کہ مجھے ایک طلاق دے کر مجھے خوشی کا موقع دے دو۔ انہوں نے شوہر کی بے خبری سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہی دھوکہ ہوا اور بے چارے حضرت زبیرؓ دھوکہ میں آگئے، لہذا بیوی کو خوش کرنے کے لئے ایک طلاق دیدی کہ عدت کے اندر ہی طلاق سے رجعت کر لی جائے گی۔ مگر ہوا یہ کہ وہ تو طلاق دے کر مسجد چلے گئے اور یہاں گھر میں بچہ پیدا ہو گیا، جس کی ولادت سے رجعت کی مدت ہی باقی نہ رہی۔ اور ان کی بیوی اب اپنی مرضی کی مختار ہو گئیں کہ وہ چاہیں تو ان سے عقد ثانی کریں اور نہ چاہیں تو ان سے علیحدگی تو ہو ہی گئی ہے۔ بیوی کی اسی چالاکی سے حضرت زبیرؓ مات کھا گئے اور جھنجلاہٹ میں یہ بددعا دے دی کہ جیسے بیوی نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اسے ویسا ہی بدلہ دے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتا دیجئے کہ حاملہ عورت کی عدت "وضع حمل" ہی ہے چاہے یہ وضع حمل طلاق کے بعد بالکل متصلاً ہی واقع ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث زیر درس میں حضرت زبیرؓ کی بیوی کا واقعہ مذکور ہوا ہے۔

جس کا خاوند مر جائے اس کی عدت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس عورت سے جس کے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تھی) ارشاد فرمایا کہ

اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ الَّذِيْ جَاءَ فِيْهِ نَعْيُ زَوْجِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ وَقَوْلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قِيْسٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُقْتَحِمَ عَلَيَّ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَحَوَّلَ.

ترجمہ: اسی گھر میں رہو جس گھر میں تمہیں اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔ یہاں تک کہ تمہاری عدت ختم ہو جائے (تو وہ عورت) بتاتی ہیں کہ میں اسی مکان میں چار مہینے دس دن کی عدت پوری کر لی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ (اگر میں اپنے گھر میں تنہا رہ کر عدت گزاروں گی تو) کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرنے لگے، تو آپ نے اسے اجازت دیدی کہ اس جگہ سے دوسری محفوظ جگہ منتقل ہو جائے۔ (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: زیر درس حدیث میں الگ الگ دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عدت وفات اسی مکان میں گزارے جس میں اپنے شوہر کی خبر وفات پہنچی ہے۔ چنانچہ وہ عورت بتاتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسی مکان میں عدتِ وفات چار مہینے دس دن گزارے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نقل فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے اپنی عدت گزارنے کے وقت اپنی یہ پریشانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی کہ میں اپنے گھر میں اکیلی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی شخص کسی وقت مجھ پر دست درازی نہ کرے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی کہ وہ اپنے تنہائی کے مکان سے کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں گنجائش ہے کہ عدت گزارنے والی عورت اگر اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو غیر محفوظ سمجھے۔ تو وہ عدت گزاری کے لئے دوسرے محفوظ مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔

ضروری ہدایت

(۱) اپنے سامعین کو بتایئے کہ جس عورت کے شوہر کی وفات ہو جائے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عدتِ وفات اسی مکان میں گزارے۔ جس میں اسے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔

(۲) اپنے مخاطبین کو بتایئے کہ عدت وفات چار مہینے دس دن ہیں۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ کی پیدائش پر ختم ہوگی۔ اگر بچہ کی پیدائش چار مہینے دس دن سے پہلے ہی ہو جائے تو اب اگر وہ چاہے تو چار مہینے دس دن کی مدت بھی پوری کر سکتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری مستورات کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امت محمدیہ پر انعامات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِیْ عَنْ اُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِہٖ اَنْفُسَھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہٖ اَوْ تَکَلَّمَ) وَقَوْلُہٗ : اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَلِیْ عَنْ اُمَّتِیْ الْخطأَ وَ النِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ (صحیح) وَقَوْلُہٗ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَ عَنِ الصَّغِیْرِ حَتّٰی یَکْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ اَوْ یُفِیْقَ .

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے ان وساوس وخطرات سے درگزر فرمادی ہے جو وہ دل ہی میں کہتا رہے۔ جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان پر نہ لائے۔ اور آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کی خطاء (بے ارادہ غلطی کو اور نسیان (بھول) کو معاف فرمادیا ہے، اور ان باتوں کو معاف فرمادیا ہے جو کسی سے زبردستی جبر واکراہ سے کرالی جائے اور آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ: تین لوگوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ (۱) سونے والے کا، جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے۔ (۲) چھوٹے بچے کا، جب تک کہ سیانا نہ ہو جائے اور (۳) مجنوں ودیوانے کا، جب تک کہ ہوش میں نہ آجائے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ)

تشریح: آج کے درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشادات مبارکہ بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ تینوں ہی ارشادات اللہ تعالیٰ کے تین انعاموں کی خوشخبری پر مشتمل ہیں۔

پہلا ارشاد اور پہلی خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر یہ انعام وفضل فرمایا ہے کہ کسی بھی گناہ کے دل میں خیال آنے پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ دل ہی تک محدود رہے۔ زبان پر نہ آئے، عمل میں نہ آئے۔ اگر زبان پر وہ گناہ کی بات آجائے یا اس پر عمل ہو جائے تو پھر مواخذہ ہو جائے گا۔ کیونکہ دل میں وسوسہ وخیال آنا یا نہ آنا انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔ اس لئے اس پر گرفت بھی نہیں ہے۔ اور زبان سے کہنا یا ہاتھ پاؤں سے گناہ کا کام کرنا انسان کی قدرت واختیار کی بات ہے۔ اس پر مواخذہ ہوگا۔

دوسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی تین قسم کی باتوں سے درگزر فرمادیا ہے، ان پر گرفت ومواخذہ نہیں ہے۔ ایک تو وہ بات جو بغیر قصد وارادہ غلطی سے ہو جائے، دوسری بات جو بھول سے ہو جائے، تیسری وہ بات جو کسی کے جبر واکراہ اور زبردستی کی وجہ سے ہو۔

اور تیسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (یہ حکم دیدیا ہے) کہ تین قسم کے لوگوں کے گناہ لکھے نہ جائیں۔ ایک تو وہ شخص جو سورہا ہو، دوسرے بچہ جب تک بڑا اور سیانا نہ ہو جائے، تیسرے وہ شخص جو مجنون اور دیوانہ ہو گیا ہو، جب تک ہوش وحواس میں نہ آجائے۔ لہٰذا اگر کسی سے جبریہ طلاق لکھوائی جائے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی (لیکن اگر زبان سے طلاق کا لفظ کہہ دیا ہے تو طلاق پڑ جائے گی) تحریری طلاق جبریہ واقع نہ ہوگی۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث میں مذکور اللہ تعالیٰ کے انعامات لوگوں کو یاد دلائیے جن کا تقاضا یہ ہے کہ ان انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ لہٰذا ہم سب اُس کا شکر ادا کریں۔

غیر اللہ کی قسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ يَمِيْنِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .

ترجمہ: جس شخص نے قسم کھانا چاہا اور اپنی قسم یوں کھائی کہ "لات وعزیٰ کی قسم" تو وہ فوراً کہہ لے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (ابن ماجہ)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تعلیمات اسلامی آنے سے پہلے لوگ "کفر جاہلیت" کے زیر اثر لات وعزیٰ (نامی بتوں) کی قسم کھایا کرتے تھے، اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک اپنی پرانی عادت کے مطابق بعض لوگ اسی طرح قسم کھا لیتے اور لات وعزیٰ کی قسم کھا کر اپنی بات کہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کے ساتھ اس بری اور غلط عادت کی اصلاح فرمادی۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قسم کھانے کے وقت لات وعزیٰ کی قسم کھائے۔ تو وہ فوراً ہی کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی پڑھ لے۔ کہ اس بغیر ارادہ شرک کا کفارہ اس کلمہ کے ذریعے ہو جائے۔ مسلم شریف میں آئی ہوئی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص (پرانی عادت کے تحت) اپنے ساتھی سے کسی وقت یوں کہہ دے کہ "آؤ بھائی، جوا کھیلیں" تو اس غلط کام کا نام لینے کا کفارہ یہ ہے کہ خدائے واحد کے نام پر کچھ صدقہ کردے۔ یعنی جوا کے نام پر کچھ رقم داؤ پر لگا کر تم اپنی رقم بڑھانے کا کھیل نہ کھیلو، وہ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کردو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کتنا بڑھا کر ثواب دیتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی پرانی زندگی کو نظر میں رکھتے ہوئے جس میں وہ لوگ بتوں کی قسم اور جوئے بازی کے عادی رہ چکے تھے از راہ حکمت ان کے لئے یہ علاج اور حل تجویز فرمادیا کہ اگر غلطی سے پرانی عادت کے زیر اثر یہ غلط الفاظ زبان پر آہی جائیں تو فوراً اس طرح اس کا کفارہ ادا کردو۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو سمجھایئے کہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کہ سب سے عظیم و باعظمت ذات اسی کی ہے۔ جس کی قسم کھائی جاسکے۔ لہٰذا غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ:

(۲) رسول خدا کی قسم یا تمہارے سر کی قسم یا تمہاری جان کی قسم وغیرہ۔ یہ صورتیں شرک ہیں۔ اگر ایسی قسم کھائے فوراً کلمہ پڑھ لے۔ یہ کلمہ اس گناہ کا کفارہ ہو کر اسے ختم کردے گا۔

(۳) لوگوں کو "یمین غموس" والا شخص ان تین قسم کے لوگوں میں شامل ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے اور انہیں سخت عذاب ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے، اپنی نافرمانی سے، جھوٹی قسموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ

لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَمَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ وَمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ .

ترجمہ: اپنے باپ داد کی قسم نہ کھایا کرو۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے تو وہ سچ ہی قسم کھائے (جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے) اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی گئی ہو تو اسے اس قسم پر راضی ہی ہوجانا چاہئے (پھر کسی اور کی قسم کا مطالبہ نہ کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (وہ تو معاذ اللہ بالکل ہی کافر ہے۔) (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: حدیث شریف میں بظاہر صرف باپ داد کی قسم کھانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لیکن حقیقت میں ہر غیر اللہ کی قسم ناجائز و حرام ہے۔ چونکہ رواج عام یہی تھا کہ لوگ اپنے باپ داد کی قسم کھایا کرتے تھے۔ اسی لئے صرف اسی کی ممانعت مذکور ہوئی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ اَوْ كَفَرَ" (ترمذی) یعنی جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے شرک کر ڈالا یا کفر کا مرتکب ہوگیا۔

زیر درس حدیث میں قسم کھانے والے کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو شخص قسم کھائے تو وہ اپنی قسم میں سچ ہی بولے۔ جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائے۔ کیونکہ اہل ایمان قسم کو سچا سمجھ کر اس کا اعتبار کرتے ہیں تو کوئی شخص جھوٹی قسم کھا کر ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

آگے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو مطمئن کرنے کے لئے قسم کھائی جارہی ہے اسے بھی یہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کو کافی سمجھ کر اس پر راضی و مطمئن ہوجائے کسی دوسری قسم کا مطالبہ نہ کرے۔

اب اگر کوئی بدبخت اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہیں ہوتا اور کسی اور قسم کا مطالبہ کرتا ہے، تو وہ شخص بے ایمان و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی علاقہ و تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین!

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ غیر اللہ (اللہ کے سوا کسی اور) کی قسم کھانا کفر و شرک ہے۔ اگر بغیر قصد و ارادہ کسی کی زبان سے غیر اللہ کی قسم نکل جائے تو فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا کفارہ کردے۔

(۲) لوگوں کو اچھی طرح یہ دونوں باتیں سمجھا دیجئے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہے تو بالکل سچی بات ہونی چاہئے۔ جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کہ جس کے لئے کسی نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی ہو اسے چاہئے کہ وہ اس قسم پر اطمینان کرتے ہوئے اس پر راضی بھی ہوجائے۔

(۳) دوستوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ یہ بہت بڑا جرم اور بڑی سرکشی ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور قسم کا مطالبہ کرے۔ جیسا کہ لوگ کیا کرتے ہیں کہ تمہاری جان کی قسم، تمہاری سر کی قسم وغیرہ یہ طریقہ بہت غلط ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹی و غلط قسموں سے بچائے۔ آمین

قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰى فَلَنْ يَحْنَثْ (ابن ماجه) وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰى اِنْ شَاءَ رَجَعَ وَ اِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرُ حَانِثٍ .

ترجمہ: جس نے قسم کھائی اور اسی کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہہ لیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے قسم کھائی اور انشاء اللہ کہہ دیا تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوئی۔ اسے اختیار ہے قسم پر عمل کرے یا نہ کرے۔ کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے کے ساتھ ہی اگر ''انشاء اللہ'' بھی کہہ دیا (اسی کو حدیث میں استثناء سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اگر قسم کھا کر استثنا کر دیا یعنی اس کے ساتھ ہی ''انشاء اللہ کہہ دیا) تو پھر اس کی قسم ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا، وہ قسم منعقد ہی نہ ہوگی۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قسم کے ساتھ ہی ساتھ استثناء کر لیا اور ''انشاء اللہ کہہ لیا تو اب اسے اختیار ہے، اگر چاہے تو قسم سے رجوع کر لے اور چاہے تو اس کے مطابق عمل کرے۔ کسی بھی صورت میں کفارہ نہ ہوگا۔ مگر یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ ''انشاء اللہ'' متصلاً کہا جائے گا تب یہ حکم ہے اور اگر قسم اور استثناء میں فصل ہو جائے تو قسم منعقد ہو جائے گی، توڑنے پر کفارہ ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) دوستوں کو بتا دیجئے کہ قسم میں استثناء کر لینا اور انشاء اللہ کہہ لینا پسندیدہ بات ہے، اس صورت میں آدمی کو پشیمانی نہیں ہوتی۔

(۲) لوگوں کو جھوٹی قسم کھانے سے ڈرایئے اور بتا دیجئے کہ جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے۔

(۳) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ ''توریہ'' جائز ہے۔ ''توریہ'' جھوٹ کا مصداق نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک دشمن نے ان کو پکڑ لیا۔ ساتھی پریشان ہو گئے کہ اب کیا ترکیب کریں کہ یہ بچ جائیں تو حضرت سوید بن حنظلہؓ نے قسم کھالی کہ انہیں چھوڑ دو۔ یہ میرے بھائی ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ کر یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی تو کہا، یہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین کے احکام کا پابند بنائے۔ آمین

نامناسب کام پر قسم توڑنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِنْھَا فَلْیَأْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَ لْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ .

ترجمہ: جس نے کسی بات پر قسم کھالی، اس کے بعد اسے اپنی قسم کے خلاف کوئی بات بہتر معلوم ہو، تو وہ وہی کام کرے جو اسے بہتر لگ رہا ہے۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں قسم سے متعلق یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی بات کی قسم کھالے پھر بعد میں اپنی قسم پر پچھتائے اور قسم کا توڑنا ہی اپنے لئے بہتر سمجھے، تو وہ قسم کو توڑ کر بہتر صورت اختیار کرسکتا ہے۔ مگر اس صورت میں اسے قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے واقعہ افک میں حضرت مسطح کی شرکت پر ناراض ہوکر قسم کھائی تھی کہ وہ اب ان کے ساتھ اپنا حسن سلوک نہ رکھیں گے۔ پھر جب آیت نازل ہوئی جس میں سلوک جاری رکھنے کی تلقین کی گئی تھی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی قسم کا مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمادیا کہ قسم توڑ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ جاری رکھو اور قسم کا کفارہ دیدو۔

چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کردیا، پھر اپنی قسم کا کفارہ بھی ادا کردیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسی آیت قرآنی کی عملی تفسیر بھی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتادیجئے کہ مسلمان کی ''یمین لغو'' میں کوئی کفارہ نہیں ہے مگر یہ عادت ناپسندیدہ ہے۔

(۲) لوگوں کو بتادیجئے کہ اگر کسی نے قسم کھالی، اس کے بعد پچھتایا اور قسم توڑنے میں بہتری دیکھی تو قسم توڑ سکتا ہے۔ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردے۔

(۳) لوگوں کو قسم کے کفارہ کے متعلق بتادیجئے کہ اس کی چند صورتیں ہیں۔

۱- دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دیدے۔

۲- یا دس مسکینوں کو پوشاک دیدے

۳- یا شرعی غلام میسر ہو تو ایک غلام آزاد کردے۔

۴- اگر اوپر کی صورتوں کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کا علم حاصل کرکے ان پر خلوص نیت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گناہ کی نذر ماننا جائز نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

(۱) لَا نَذرَ فِیُ مَعُصِیَۃٍ وَلا نَذر فِیُ مَا لا یَملِکُ ابنُ اٰدَمَ (مسلم) وَقَالَ لا نَذر فِیُ مَعصِیَۃٍ وَّ کَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیُنٍ (ابن ماجہ) (۲) وَقَالَ مَنُ نَذَرَ اَنُ یُطِیعَ اللّٰہَ فَلُیُطِعُہٗ وَمَنُ نَذَرَ اَنُ یَّعُصِی اللّٰہَ فَلا یَعُصِہٖ (بخاری) (۳) وَقَالَ لِلَّذِیُ نَذَرَ اَنُ یَمُشِیَ " اِرُکَبُ اَیُّھَا الشَّیُخُ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنُکَ وعَنُ نَذُرِکَ . (مسلم)

ترجمہ: (۱) معصیت وگناہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔ اور جو بات آدمی کے اختیار ہی میں نہ ہو اس کی نذر بھی درست نہیں ہے۔ معصیت کی نذر جائز نہیں ہے۔ اس کا کفارہ بھی وہی قسم کا کفارہ ہے۔ (۲) جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو یہ نذر پوری کرے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو نذر پوری نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے (۳) اور آپ نے اس شخص سے جس نے پیدل چلنے کی منت مانی تھی فرمایا کہ اے بڑے میاں! سواری پر بیٹھو، اللہ تعالیٰ تم سے بھی بے پرواہ ہیں اور تمہاری نذر منت سے بھی بے پرواہ ہیں۔

تشریح: یہ درس چار مختلف حدیثوں پر مشتمل ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ گناہ کے کام کی نذر اور ایسی نذر جس پر آدمی کا اختیار ہی نہ ہو، ناجائز وحرام ہے اور بڑی سرکشی کی بات ہے۔

دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ معصیت کی نذر اگرچہ حرام ہے لیکن یہ منعقد ہو جائے گی، اور اسے توڑنا اور توڑنے کے بعد کفارہ دینا بھی واجب ہوگا۔

تیسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت واطاعت کی نذر اگر مانی ہے تو اس پر عمل کرے، اور اگر معصیت کی نذر مانی ہے تو معصیت کا ارتکاب کر کے اس پر عمل کرنا حلال نہیں ہے۔ اس لئے اسے توڑ کر کفارہ قسم ادا کرے۔

چوتھی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کسی بوڑھے شخص نے پیدل سفر کی نذر مان لی تھی، تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بڑے میاں، سواری کرلو، اللہ تعالیٰ تم سے بھی بے نیاز و بے پروا ہے۔ اور تمہاری ایسی بے عقلی کی نذر سے بھی بے پروا اور بے نیاز ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو نذر و منت کی حقیقت سمجھایئے کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے ذمہ اللہ تعالیٰ کی عبادات اپنے طور پر اپنے ذمہ واجب کر لے۔ جو اس کی نذر ہی کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب ہوگئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گناہ سے بچائے، ہر غلط نذر و منت سے محفوظ رکھے۔ آمین